الصلوٰۃ والسلام علیکَ یا نور اللہ

مجموعہ حیاتِ اولیاء

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

مجموعہ

حیات اولیاء

1. حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ
2. حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
3. حضرت امام محمد ابن سیرین رضی اللہ عنہ
4. حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ
5. حضرت امام ابن سمعون رضی اللہ عنہ

تالیف

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

جامعہ رضویہ ٹرسٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

فون وفیکس:5836261 فون:5884920

حضرت امام قاضی شریح

رضی اللہ عنہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

نام کتاب ------- مجموعہ حیاتِ اولیاء

مؤلف -------- ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

سال طباعت ----- اگست 2007ء

کمپوزنگ ------- محمد اویس اقبال قادری

قیمت -------- 250 روپے

ناشر -------- شعبہ نشرو اشاعت

جامعہ رضویہ ٹرسٹ ماڈل

ٹاؤن لاہور

ملنے کا پتہ

جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور

ماڈل ٹاؤن بک سنٹر۔ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درسگاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اُتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گذرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درسگاہ "ماں کی گود" کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درسگاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں آپ جناب

حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم و تربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت:۔ آپ کے آباؤ اجداد سادات و شرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوچ شریف ضلع بہاولپور آکر آباد ہوئے۔ آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اُوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمہ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمہ اور پردادا محمد جوہر علیہ الرحمہ تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآن مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمہ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع ککس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور اُن سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علم طب کی میزان طب، طب اکبر و موجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاںؒ صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبدالغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، مُلا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوٰۃ شریف،

جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، حماسہ، متنبی، تصوف، لوائح جامی، لوامع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبد الکریم " سے تفسیرات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح وتلویح، مسلم الثبوت وہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین وعلم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:۔ علوم وفنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی نظر عنایت والتفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے 1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر اپنی مادر علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آ کر استاذ الحدیث، مفتی وصدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث وشیخ الادب

العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے مینجنگ ٹرسٹی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب آپکے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی مینجنگ ٹرسٹی اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات ومالیات ہیں۔ **شعبہ جات:۔** شعبۂ تحفیظ القرآن، شعبۂ تجوید وقراءت، شعبۂ درس نظامی، شعبۂ کمپیوٹر لیب، شعبۂ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبۂ نشر واشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف ہونگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت

ہونگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمۂ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن" ہے جو کہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار و تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز و اقارب میں تحفۂ پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہو گی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

(1)۔درود و سلام و شانِ خیر الانام ﷺ (2)۔ردِ امکان کذب باری تعالیٰ
(3)۔مقام علم و علماء (4)۔شرح "الفضل الموھبیے"
(5)۔خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت (6)۔معجزۂ شق القمر
(7)۔قاضی اور سربراہ مملکت (8)۔بیعت کی اہمیت و ضرورت
(9)۔مسئلہ ایصالِ ثواب (10)۔مسئلۂ تصویر (تصویر کا جواز)
(11)۔ندائے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ (12)۔نماز سے متعلق تین اہم مسئلے
(13)۔پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ (14)۔ تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
(15)۔شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم (16)۔تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم
(17)۔مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان (18)۔اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
(19)۔سورۂ یٰس مع اردو ترجمہ و تفسیر (20)۔حج اور قربانی
(21)۔عیدِ اسلام (22)۔نجاۃ الوالدین الکریمین

(23)۔معرفتِ خداوندی (24)۔پردہ کی شرعی حیثیت
(25)۔سورۂ ملک مع ترجمہ و تفسیر (26)۔ذکر و وسیلہ
(27)۔الشاہ احمد رضا بریلوی (28)۔عالم برزخ
(29)۔مسئلہ علم غیب و وسیلہ (30)۔الوظائف القادریہ
(31)۔قرآن کیسے جمع ہوا؟ (32)۔فضائلِ اہلِ بیت
(33)۔مجموعہ حیات اولیاء (34)۔عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن
(35)۔شرح جامی کا اردو ترجمہ (36)۔حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ
(37)۔مسئلہ رفع یدین (38)۔جہاد اسلامی (اردو۔انگلش)
(39)۔معجزات مصطفیٰ ﷺ (40)۔مسائل و فضائل زکوٰۃ و صدقات (اردو۔انگلش)
(41)۔افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (42)۔اسلام کا قانون شہادت
(43)۔معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ (44)۔لباس مسنون
(45)۔الیکشن یا سلیکشن (46)۔علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت
(47)۔اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت (48)۔تحفۂ مکیہ
(49)۔تہتر اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ و عقائد (50)۔تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا۔ نمازی کے آگے سے گزرنا۔ نماز کے بعد دعا)
(51)۔تحفۂ مومن
(52)۔شدید غصہ کی طلاق (53) قیامِ تعظیم
(54)۔تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار" (ردِ امکان کذب) (55) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِن درج بالا کُتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلّہ ماہنامہ البر لاہور کے نام سے عرصہ ۱۷ سال مکمل اور اٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ اُمت مسلمہ کے لئے بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور لوگوں کے بزنس کی تشہیر اس کے حسن وقدر میں اضافے کا باعث ہو رہی ہے آج ہی اخبار ہاکر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البر لاہور طلب فرمائیں تا کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں "علمی وتحقیقی جائزہ" کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی وتحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں مثلاً "درود وسلام شان خیر الانام" جناب جسٹس تقی عثمانی دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور "ڈاکٹر غلام مرتضےٰ ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ" بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے آپکی کتب ایک بحرِ بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی ان کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق وتخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی

۔ نیز طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی ودینی ذوق:۔ آپ کے علمی ودینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تحریر وتدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہومیو ڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس پرنسپل اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ و ناظم اعلیٰ وتعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود عبید قادری درس نظامی سے فارغ وانٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے سال میں زیر تعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے:۔ قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے

کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو اُن کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب وفتحیاب رہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر اُنہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہو ٹرسٹ یو۔کے ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شہ سُرخی سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی، بالجیم، ہالینڈ، انگلینڈ، ساؤتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں اُن ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہء ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورۂ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ

طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیحضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرما دیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کر سکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کئے جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے تین دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف بااسلام ہو گیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اُس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کمیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ ان بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپکو خلافت ملی ہے۔

شریعت و طریقت کی سندیں وخلافتیں

۱۔ حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی خلافت۔

۲۔ استاذ العلماء وشیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ، فریدیہ کی خلافت۔

۳۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔

۴۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔

۵۔ مفتی عرب وعجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی وسلسلہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف وسلسلہ نبہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔

۶۔ استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ وحنفیہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔

۷۔ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔

۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب وعجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت وخلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابو برکات سید احمد الوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء والصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ملتانی) خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزارشات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے امین

دعا گو
مینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

فہرست امام قاضی شریح رضی اللہ عنہ

حضرت قاضی شریح

رضی اللہ عنہ

اسم گرامی: "شریح" ہے لیکن آپ "شریح القاضی" کے نام سے معروف و مشہور ہیں آپ کی کنیت "ابوامیہ" ہے۔ آپ کے والد حارث بن قیش بن جہم کندی ہیں۔ آپ کے والد بڑے خوش قسمت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بیٹا دیا جس نے بہت بڑے عالم فاضل اور فقیہ و مجتہد ہو کر دیانت وامانت اور عدل وانصاف کے تقاضے پورے کر کے رہتی دنیا تک اپنا اور اپنے والدین کا بلکہ پورے خاندان کا نام روشن کیا۔ آپ کا تعلق عرب کے ایک "کندہ نامی" قبیلہ سے تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ خاص طور پر آپ کی وجہ سے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہی لوگ بلا شبہ بڑے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے علوم وفنون ودیانت وامانت اور خدمت خلق کی شہرۂ آفاق خوبیوں پر زمانہ رشک کرے اور ہر جگہ ان کی تعریفیں ہوں آپ کو "شریح بن شراحیل" اور "شریح بن شرحبیل" بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ "فارس النسل" ہیں ان کی اولاد سے ہیں جو

فارسی (ایران) سے تھے اور یمن (عرب) میں جاکر آباد ہوئے۔

صحابیت:

آپ کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ صحابی ہیں لیکن امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ کا خیال ہے کہ یہ درست نہیں ہے بلکہ آپ نے اسلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہی قبول فرمایا مگر آپ کی زیارت نہ کرسکے جب کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو آپ کے زمانہ مبارک میں اسلام لائے اور آپ ﷺ کی زیارت بھی کرے پھر آخری دم تک اسلام پر قائم رہے لیکن امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ شارح بخاری نے آپ کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔

نقل مکانی:

آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اپنا وطن یمن چھوڑ کر مستقل مدینہ منورہ نقل مکانی کر آئے اور مدینہ منورہ کو ہی اپنا مستقل وطن بنالیا' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نتیجہ تھا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ایک مومن کو آپ کے شہر کی بلکہ ایک ایک چیز سے دلی لگاؤ ہو جاتا ہے۔(۱)

(۱) طبقات امام ابن سعد ۶/۱۳۱۔ تاریخ امام بخاری ۴/۲۲۸۔
حلیۃ الاولیاء ۲/۱۳۲ اسد الغابہ ۲/۳۹۴
وفیات الاعیان ۲/۳۶۰ البدایہ والنہایہ ۹/۲۲۔۲۴
الاصابہ فی تمییز الصحابہ شذرات الذہب ۱/۸۵

علم حدیث:

آپ ایک جلیل القدر فقیہ اور ایک عظیم الشان مجتہد تھے۔ فقیہ اور مجتہد وہی ہوتا ہے جسے قرآن وسنت پر عبور ہو۔ آپ قرآن کریم کے بہت بڑے مفسر تھے اور علم حدیث کے بھی امام تھے۔

اساتذہ و تلامذہ:

آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم و حضرت علی المرتضیٰ و حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا گویا صحابہ کرام آپ کے اساتذہ ہوئے اور ان کے استاذ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو قاضی شریح علیہ الرحمۃ ایک واسطہ سے رسول اللہ ﷺ کے شاگرد رشید ہوئے پھر آگے آپ سے حضرت قیس بن ابی حازم و مُرّۃ الطیب و تمیم بن سلمہ و امام شعبی و امام ابراہیم نخعی و امام ابن سیرین وغیرھم ایسے جلیل القدر تابعین کرام نے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔(۱)

ثقاہت:

امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے کہا کہ حضرت امام قاضی شریح علیہ الرحمۃ ایک باعتماد وبااعتبار اھل علم تھے۔

حضرت عمر کا خط قاضی شریح کے نام

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی شریح رضی اللہ

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۱

عنہ کو درج ذیل خط لکھا (خط کا ترجمہ عرض ہے)

"جب آپ کو مسئلہ کا حل اللہ کی کتاب میں مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیجئے پھر اگر وہ (تمہاری نظر میں) اللہ کی کتاب میں نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہو تو سنت کے مطابق فیصلہ کرو پھر اگر مسئلہ کا حل تمہیں قرآن وسنت میں نہ ملے تو ائمہ ہدایت نے جو فیصلہ کیا اس کے مطابق فیصلہ کرنا پھر اگر اس مسئلہ میں ان کا فیصلہ نہ ملے تو آپ کو اختیار ہے اگر آپ چاہیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کریں اور اگر چاہیں تو اس کے بارے میں میرے ساتھ مشورہ کرلیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا میرے ساتھ مشورہ کرنا آپ کے لئے زیادہ سلامتی کا باعث ہوگا۔(۱)

کرسی انصاف پر ساٹھ سال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی (جج) مقرر کیا پھر آپ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی رہے اور ایک سال بصرہ کے قاضی رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دمشق تشریف لے گئے آپ کو "قاضی المصرین" (دو شہروں کا قاضی) کہتے ہیں۔(۲)

قاضی شریح صحابی ہیں

اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اسلام تو قبول کرلیا تھا مگر آپ کی

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۱

(۲) وفیات الاعیان ۲/۴۶۰

زیارت نہ کرسکے لیکن ہماری تحقیق یہی ہے کہ آپ نے خود اسلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر قبول کیا تھا چنانچہ امام احمد بن علی الابآء سے روایت ہے کہ مجھے علی بن عبداللہ بن معاویہ بن میسرہ بن قاضی شریح نے بتایا کہ مجھے میرے باپ عبداللہ بن معاویہ نے اور ان کو ان کے باپ معاویہ اور انہوں نے قاضی شریح سے بیان کیا۔ قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میرے اہل وعیال (گھر والے اور بچے وغیرہ) یمن میں ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں لے آؤ۔ آپ اپنے گھر والوں اور بچوں کو لینے یمن چلے گئے اور جب انہیں لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے تھے۔(۱)

شاعری:

عام طور پر علماء وفقہاء شعر وشاعری کم ہی کرتے ہیں کیونکہ شعر وشاعری کو علماء کی شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے اسی لئے امام شافعی علیہ الرحمتہ نے فرمایا

لَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ یُزْرِیْ لَکُنْتُ اَشْعَرَ مِنْ لَبِیْدٖ

(ترجمہ) اگر شعر وشاعری علماء کے لئے عیب نہ ہوتی تو میں لبید شاعر سے بڑھ کر شاعر ہوتا۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ نے یہ بات خود شعر کے انداز میں

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر ۸/۔الاصابہ ۳۸۸۰۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۱

ہی کہی تاکہ لوگوں کو یقین ہو کہ آپ شعر کہہ سکتے ہیں مگر اس سے خود خود بچتے ہیں۔ آپ کے اس کے علاوہ بھی بہت سے اشعار ہیں جو آپ نے کہے آپ کے ان اشعار کو جمع کیا گیا تو ایک دیوان بن گیا اب وہ "دیوان امام شافعی" کے نام سے چھاپا گیا ہے جو دستیاب ہے اس میں بڑے حکمت و نصیحت والے اشعار ہیں اس قسم کے اشعار علماء کے لئے عیب نہیں بلکہ اچھے اشعار کہنا بالخصوص اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اس کے حبیب پاک صاحب لولاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اشعار کے انداز میں کہنا علماء کرام کی خوبیوں اور ان کے کمالات میں شمار ہوتا ہے جیسے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بھی بہت سے شعراء اسلام ہیں۔ ہمارے دور یعنی پندرھویں صدی ہجری میں اس دور کے بے مثال عالم فاضل مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا نعتیہ کلام "حدائق بخشش" بہترین مجموعہ نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امام شمس الدین ذہبی، حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں "وَكَانَ شَاعِرًا قَائِفًا" کہ آپ شاعر بھی تھے اور قائف بھی تھے۔ (یعنی علم القیافہ کے ماہر بھی تھے)(۱)

رہا یہ سوال کہ علم القیافہ جس کے امام قاضی شریح ماہر تھے کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کچھ تفصیل ہے جو درج ذیل ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۱

علم القیافہ:

علم قیافہ کی دو قسمیں ہیں ایک قیافۃ الاثر ہے اسے العیافہ بھی کہتے ہیں عیافہ راستوں پر لگے ہوئے انسان کے قدموں، جانوروں کے کھروں اور پنجوں کے نشانات کے ذریعے ان کی ذات و صفات اور عادات کا پتہ چلا لینا ہے یہ علم بہت ہی مفید ہے یہ سیکھا نہیں جاتا بلکہ یہ علم کمال عقل اور کمال تجربہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے بھاگے ہوئے اور گمشدہ انسان اور جانور کو ڈھونڈ لیا جاتا ہے چوروں کو پکڑا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے ماہرین محض قدموں اور پاؤں کے نشانوں کے ذریعے معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ جوان کا نشان ہے یا بوڑھے کا مرد کا ہے یا عورت کا۔(۱)

دوسرا قیافۃ البشر کہلاتا ہے علم قیافۃ البشر وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے انسانوں کے اعضاء کی بناوٹ اور شکل و صورت کو دیکھ کر ان کے درمیان خاندانی و نسبی تعلق کا پتہ چل جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض ماہرین علم القیافہ تو محض تصویر سے بھی انسان کی عادات و اخلاق کو معلوم کر لیتے تھے چنانچہ یونان کے فلاسفہ و ماہرین علم القیافہ میں سے "افلیمون" کا دعویٰ تھا کہ وہ انسان کی محض شکل و صورت کو دیکھ کر اس کے تمام ظاہری و باطنی اخلاق و عادات کو جان لیتا ہے ایک مرتبہ حکیم بقراط کے شاگردوں نے اسے آزمانے کا فیصلہ کیا اور اپنے استاذ بقراط کا ایک مجسمہ بنایا اور نہایت مہارت سے اس طرح بنایا کہ اصل میں اور نقل میں کوئی فرق نہ رہا

(۱) كشف الظنون ۲/۱۱۸۱

اسے اقلیمون کے پاس لے گئے اور یہ بتایا کہ یہ مجسمہ کس کا ہے اور اقلیمون نے بقراط کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا جو نہی بقراط کے مجسمہ پر اقلیمون نے غور کی نگاہ ڈالی تو کہا کہ اس شخص کی بدکاری کی طرف بڑی رغبت ہے۔ بقراط کے شاگردوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے یہ تو ہمارے استاد کا مجسمہ ہے جو ہم نے من وعن اسکی شکل کے مطابق بنایا ہے اس نے کہا کہ میرا قیافہ غلط نہیں ہو سکتا تم ان سے جاکر پوچھ لو شاگردوں نے جاکر سارا ماجرا بیان کیا تو بقراط نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا ہے مجھ میں بدکاری کی طرف زبردست میلان ورغبت ہے مگر الحمد للہ میں اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو بدکاری سے محفوظ رکھتا ہوں

قاضی شریح علیہ الرحمتہ قیافہ کے ایسے ہی ماہر تھے۔

قاضی شریح کی داڑھی نہ تھی:

ابو نعیم کہتے ہیں کہ ہمیں ام داؤد والشبیہ نے بتایا کہ میں ایک مقدمہ میں حضرت قاضی شریح کی عدالت میں ان کے سامنے پیش ہوئی میں نے دیکھا کہ ان کی داڑھی نہ تھی یعنی ان کی داڑھی کے بال سرے سے اگے ہی نہ تھے۔

چار فقہاء : امام ابن سیرین علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ پایا اور اس میں چار شخص ایسے تھے جو فقہاء میں شمار ہوتے اور فقہ میں بے مثال تجربہ ومہارت رکھتے تھے ایک حارث' دوسرے عَبیدہ تیسرے علقمہ اور چوتھے قاضی شریح رضی اللہ عنھم۔

فیصلہ کے سب سے بڑے علم والے:

امام شعبی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ

''كَانَ شُرَيْحٌ اَعْلَمَهُمْ بِالْقَضَاءِ''

حضرت شریح قاضی اپنے زمانہ کے قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔(۱)

اس کے ساتھ ہی امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ البتہ امام عبیدہ علیہ الرحمتہ علم قضاء میں امام قاضی شریح علیہ الرحمتہ کے ہم پلہ تھے۔

استغناء علمی : امام ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت وفقہ پر اسقدر عبور تھا اور اللہ نے آپ کو اجتہادی صلاحیتوں سے اسقدر نوازا تھا کہ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ اور مجتہد صحابی سے کم ہی ملتے تھے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ (۲)

امام ابن عساکر اپنی تاریخ دمشق میں بھی حضرت ابو وائل سے سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

''مَا رَاَئَيْتُ شُرَيْحاً عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ قَطُّ قَالَ وَمَا كَانَ يَمْنَعُهُ اَنْ يَاْتِيَهِ اِلَّا اسْتِغْنَاءُ عَنْهُ''(۳)

(۱) کشف الظنون ۲/۱۳۶۷ (۲) طبقات امام ابن سعد ۶/۱۳۲

(۳) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۲

میں نے حضرت شریح کو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس کبھی نہ دیکھا ابو وائل نے فرمایا کہ حضرت شریح کو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس آنے میں اس کے سوا اور کوئی بات مانع نہ تھی کہ انہیں ان کی ضرورت نہ تھی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شریح اس قدر بڑے عالم تھے کہ انہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے عظیم علم وفقہ والے شخص کی بھی حاجت نہ تھی۔ مگر امام شمس الدین الذہبی لکھتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جہاں آپ کو اکابر صحابہ کرام میں سے کسی کی قضا کے مطابق فیصلہ دینا ہوتا وہاں آپ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔ (۱)

قضاء کوفہ:

امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ اپنی مشہور تاریخ طبری میں سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ امام شعبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن سور بن بکر الازدی کو بصرہ اور حضرت شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا۔ (۲)

وظیفہ قضا: حضرت مجاہد، حضرت امام شعبی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۳
(۲) تاریخ امام ابن جریر طبری ۴/۲۴۱

"اِنَّ عُمَرَ رَزَقَ شُرَيْحاً مِائَةَ دِرْهَمٍ عَلَى الْقَضَاءِ"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت شریح کو قاضی مقرر فرمایا تو ان کا وظیفہ ایک سو درہم ماہانہ مقرر فرمایا۔

سبق:۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کے کام پر تنخواہ لینا جائز ہے کیونکہ قضاء (دو شخصوں کے درمیان قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کرنا) دین کی خدمت ہے۔ لہٰذا دین کی خدمت انجام دینے والے ضرورت مند علماء اس کا معاوضہ لے سکتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین کی خدمت انجام دینے والوں کے وظائف زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے ان کی ضروریات کے مطابق مقرر کئے جائیں تاکہ وہ بے فکری کے ساتھ دین کی خدمت کر سکیں۔ سنا ہے کہ ایک بزرگ دانشور کسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے وہ امام نماز میں بار بار بھول جاتے تھے۔ دانشور نے خاموشی سے مسجد کے ناظم (انتظام کرنے والے) سے کہا کہ امام صاحب کا ماہانہ وظیفہ بہت کم ہے وہ فکر معاش میں نماز کے اندر بھول جاتے ہیں ناظم نے اس دانشور کے کہنے پر امام صاحب کا وظیفہ دوگنا کر دیا۔ اس کے بعد امام صاحب کو بھول نہیں لگتی تھی جس سے اس دانشور کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔

تنخواہوں کا نظام:

نیز یہاں سے ثابت ہوا کہ تنخواہوں کا نظام باقاعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تھا۔ خود حضرت ابو بکر صدیق بھی بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے نیز اسلام میں تنخواہ بقدر ضرورت ہوتی ہے۔ یوں نہیں کہ ایک 22 گریڈ کا

افسر تیس ہزار یا پچاس ہزار (مع مراعات) ماہانہ وصول کرے بلکہ بینکوں کے چیئر مینوں کی تو دو دو لاکھ روپیہ ماہانہ تنخواہ ہوتی ہے اگرچہ ان کے دو بچے ہوں۔ اور ان کی ماہانہ ضرورت دس ہزار روپیہ سے پوری ہو جاتی ہو لیکن ایک نچلے درجہ کا ملازم تین چار ہزار لے رہا ہو اور اس کے بچے بھی چھ سات ہوں۔ یہ تنخواہوں کے درمیان 22-24 گریڈ یا سکیل کے نام سے جو فرق رکھا گیا ہے یہ بجائے خود چھوٹے درجہ کے ملازمین کے لئے ظلم ' ناانصافی اور سراسر زیادتی ہے اسے ختم کرنا چاہئے۔

رشوت کے اسباب

ہمارے ملک میں رشوت کے اسباب میں سے ایک سبب بلکہ سب سے بڑا سبب ہمارے ملک کا غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ تنخواہی نظام ہے ہم اپنی کتاب "معاشیات نظام مصطفٰے" (ﷺ) میں اس موضوع پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں کہ اسلام میں تنخواہ کا نظام کفالتی نظام ہے جسے جسقدر وظیفہ کی ضرورت ہو گی اسے اسی قدر تنخواہ دی جائے گی ہاں فرق صرف اعزاز و اختیارات کا ہوتا ہے مثلاً ایک شخص ملک کا وزیر اعظم ہے مگر اس کا خاندان اور بچوں کا سلسلہ مختصر ہے مثلاً میاں بیوی ہیں اور دو بچے ہیں تو اسے اتنا ہی وظیفہ ملنا چاہیے جتنا اسے ضرورت ہے مثال کے طور پر اگر اس کا گذارہ دس یا پندرہ ہزار سے ہو سکتا ہے تو اسے اتنی ہی تنخواہ دی جائے اور ایک پولیس کا سپاہی ہے اس کے چھ بچے ہیں اور اسکی شان کے لائق ضروریات کے اعتبار سے اس کا گذارہ پندرہ ہزار سے ہوتا ہے تو اسے بھی پندرہ

ہزار ہی ماہانہ وظیفہ دیا جائے۔

دنیائے اسلام کا سب سے بڑا جج :

حضرت امام ثوری ' حضرت امام ابو اسحاق اور وہ حضرت ھبیرہ بن یریم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے "رحبہ" میں لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں تم سے جدا ہونے (دنیا سے جانے) والا ہوں تم سب رحبہ میں جمع ہو جاؤ (اور مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو) لوگ جمع ہو گئے تو آپ سے سوالات کرنے شروع کئے گئے حضرت علی مرتضٰی جوابات دیتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے جو پوچھنا تھا اپنے اپنے علم کے مطابق پوچھ کر فارغ ہو گئے اب ان کے پاس پوچھنے کو کچھ نہ تھا کوئی بھی باقی نہ رہا سب نے پوچھ لیا اور خاموش ہو گئے لیکن حضرت قاضی شریح علیہ الرحمۃ ' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھے رہے سوالات کرتے رہے اور حضرت علی ان کے جوابات دیتے رہے یہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ارشاد فرمایا

"اِذْهَبْ فَاَنْتَ اَقْضَی الْعَرَبِ"

ترجمہ : اے شریح بس اب تم جاؤ تم عرب میں سب سے بڑے قاضی ہو۔

علم علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ :

مولانا و سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا عوام سے جن میں علماء و دانشور سب تھے یہ فرمانا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھو آپ کے وسیع علم کا ثبوت ہے ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔

"عَنْ اَبِی المعتمر مسلم بن اوس وجارية بن قدامة السعدی اِنَّهُمَا حَضَرَا عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَخْطُبُ وَ هُوَ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا اُسْئَلُ عَنْ شَیْئٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُ عَنْهُ" (۱)

ترجمہ: ابوالمعتمر بن اوس اور جاریہ بن قدامۃ السعدی فرماتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاؤ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں مجھ سے جو چاہو پوچھو کیونکہ جو کچھ عرش میں ہے اس کے علاوہ جس چیز کے بارے میں پوچھو گے میں اسکا جواب دونگا (سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے علوم وسیعہ کی مزید بحث ہماری کتاب ڈاکٹر مرتضٰی ملک پر لکھا ہوا تحقیقی جائزہ میں ملاحظہ فرمائیں)

مدینۃ العلم

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا (ترجمہ) کہ میں دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (جامع ترمذی ۲/۲۱۴) ایک روایت ہے میں ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں (المستدرک للحاکم ۳/۱۲۴) امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے "الصواعق المحرقۃ" میں حوالہ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے کہ میں علم کا شہر، ابو بکر اس کی بنیادیں، عمر اس کی دیواریں، عثمان اس کی چھت

(۱) کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۵۰۲ / ۱۳ / ۱۶۵

اور علی اس کا دروازہ ہیں (الصواعق المحرقۃ ۳۴) مصابیح کی روایت میں ہے "اَنَا دَارُ الْعِلْمِ" کہ میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور جسے علم چاہیے وہ اس کے دروازہ سے آئے۔ (۱)

یاد رکھیے کہ تمام صحابہ کرام جنہوں نے حضور ﷺ سے علم کا فیض حاصل کیا سب کے سب علم کے دروازے ہیں اس لیے حدیث میں فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (مشکوۃ ۳/۱۳۹) کہ میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس صحابی کے پیچھے چلو گے نجات پا جاؤ گے۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں علم ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے بڑھ کر تھا اس لیے حضور ﷺ نے خاص کر آپ کا ذکر فرمایا۔

چیف جسٹس:

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی شریح کو جو "اَقْضَی العرب" کا لقب دیا یہ وہی لقب ہے جس کو ہم اپنے ہاں چیف جسٹس کہتے ہیں۔

اسلام کا پہلا چیف جسٹس

"اقضی العرب" میں "اقضی" اسم تفضیل ہے جسے اردو میں "تفضیل کل" کہتے ہیں اقضی العرب کی تقدیر عبارت یوں ہوں گی "اَقْضَی قُضَاةِ الْعَرَبِ" یعنی عرب میں قرآن وسنت اور اجتہاد کی روشنی میں اسوقت جسقدر فیصلہ کرنے والے اہل علم موجود ہیں تم ان سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور

(۱) المرقاۃ بحوالہ المصابیح ۱۵/۴۴۹

فیصلہ کرنے والے ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اسلام کے چیف جسٹس حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔

کائنات میں سب سے اعلیٰ اور سب سے بڑے قاضی:

کائنات میں سب سے اعلیٰ اور سب سے بڑے قاضی (جسٹس) بحکم الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے بعد دوسرے پیغمبران کے بعد حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی اور ان کے بعد حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہم کے فیصلے عالم اسلام کے لئے بڑی شہرت اور بڑی افادیت رکھتے ہیں بلکہ بعد کے قاضیوں کے لئے ان میں بڑی راہنمائی ہے آپ کے کچھ مثالی فیصلے انشاء اللہ ہم آگے چل کر نقل کریں گے۔

حضرت قاضی شریح کے فیصلے

ایک میاں بیوی کا جھگڑا:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی اس کے دوماہ بعد وہ رجوع کرنا چاہتا تھا لیکن عورت کہتی تھی کہ دوماہ میں اسے تین بار حیض آچکا ہے اور اسکی عدت گذر چکی ہے اور وہ اس کے نکاح سے باہر ہو گئی ہے لہٰذا وہ رجوع نہیں کر سکتا لیکن خاوند کہتا تھا کہ نہیں دوماہ میں تین نہیں ہوئے آخر دونوں اپنا مقدمہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے وہاں حضرت قاضی شریح بھی موجود تھے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح کو فرمایا کہ آپ ان

کے درمیان فیصلہ کریں انہوں نے عرض کی اے امیر المومنین! آپ کی موجودگی میں یہ جسارت کروں؟ فرمایا میرا حکم ہے تم ہی فیصلہ کرو۔ حضرت قاضی شریح نے فرمایا کہ اگر عورت اپنے خاندان میں اگر کسی ایسی عورت کو گواہ لائے جو گواہی دے کہ اسے دوماہ میں تین بار حیض آچکے ہیں تو اسکی بات معتبر ہو گی ورنہ نہیں اس فیصلہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سراہتے ہوئے فرمایا "قَالُون" اور قالون کا معنی رومی زبان میں ہے "اَحسَنتَ" یعنی آپ نے خوب فیصلہ کیا۔

لیکن اخبار القضاۃ اور تاریخ دمشق میں دوماہ کی جگہ ایک ماہ کا ذکر ہے۔

سبق: اس سے ایک سبق یہ ملا کہ بڑوں کو چاہئے کہ وہ اپنے چھوٹوں کو اپنے سامنے بولنے اور مسائل بیان کرنے اور فتویٰ دینے کی ترغیب دیا کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ نیز حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عربی کے علاوہ بعض دوسری زبانیں بھی بولتے تھے جیسے آپ نے رومی زبان کا لفظ "قالون" کہہ کر حضرت قاضی شریح کی تحسین فرمائی۔(۱)

معزولی و بحالی:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں سیدنا حضرت قاضی شریح کو عہدہ قضاء سے معزول کر دیا تھا لیکن حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ میں انہیں عہدۂ قضاء پر بحال کر دیا تھا۔(۲)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۰۳۔ (۲) اخبار القضاۃ ۲/۱۹۴۔

نئے انداز:

حضرت قاضی شریح کی خدمت میں ایک فقیہ عالم گئے اور کہا کہ آپ نے اپنے فیصلوں میں کیسے نئے نئے انداز اختیار کر لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا لوگوں نے نئے نئے انداز اختیار کیے تو میں نے بھی کیے۔ (کہ علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں گواہی کی اہمیت اور جھوٹی گواہی کے برے انجام سے ڈراتا ہوں)

رشوت اور جھوٹ

حضرت قاضی شریح کے ایک مخالف نے آپ سے کہا مجھے معلوم ہے کہ آپ اس عہدے پر کہاں سے مقرر ہوئے (اس کا مطلب تھا کہ رشوت سے یا جھوٹ فریب سے آپ نے یہ عہدہ حاصل کیا ہے)

آپ نے فرمایا

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالْكَاذِبَ

(ترجمہ) رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت۔(۱)

رشوت:

شرعی واخلاقی اعتبار سے رشوت بری چیز ہے۔ رشوت اس بات کا نام ہے کہ کسی شخص کو حکومت کی طرف سے یا کسی پرائیویٹ ادارے یا شخص کی طرف سے لوگوں کی مفت خدمت کرنے کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہو اور اسے اس کا باقاعدہ

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۳

معاوضہ دیا جاتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کی مفت خدمت کرنے کی بجائے خفیہ طور پر ان سے بھی اس کا معاوضہ مانگتا ہو تو اس معاوضہ کو رشوت کہتے ہیں۔ "فتاویٰ شامی" میں ہے کہ رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو ضرورت مند شخص کسی حاکم کو اس شرط پر دے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے یا کسی ایسے شخص کو اس شرط پر دے کہ وہ حاکم سے اس کا کام کرا دے (شامی ۵ ۳۶۲) اس سے ثابت ہوا کہ اگر ایک شخص کسی کا کام کسی طمع اور لالچ کے بغیر کر دے پھر وہ شخص اپنی خوشی سے اسے کچھ دے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں اسے رشوت نہیں کہتے کیونکہ رشوت کی تعریف جو اوپر گذری اس پر صادق نہیں آتی۔

مجبوری: اگر کوئی اپنے جائز حق کے حصول کے لئے مجبور ہو کر رشوت دے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا بلکہ رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔ اسکی مزید مدلل بحث ہماری کتاب "معاشیات نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں ملاحظہ فرمائیں۔

قاضی شریح کی گواہوں کو تنبیہ

امام ابن سیرین علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ جب دو گواہوں کی گواہی کے بعد کسی شخص کے خلاف فیصلہ دیتے تو فیصلہ کے اعلان سے پہلے گواہوں کو علیحدہ کر کے ان سے فرماتے "اِنَّمَا یَقْضِیْ عَلٰی هٰذَا الرَّجُلِ اَنْتُمَا وَاِنِّیْ لَمُتَّقٍ بِکُمَا فَاتَّقِیَا"(۱)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۳

(ترجمہ) تم دونوں ہی اس شخص کے خلاف فیصلہ دے رہے ہو میں تم دونوں کی وجہ سے بچ جاؤں گا تو تم بھی بچو یعنی قاضی یا حاکم گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر ہی کسی کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو دراصل اس شخص کے خلاف گواہ ہی فیصلہ دے رہے ہوتے ہیں۔ اگر گواہ جھوٹے ہوئے تو قیامت کے دن حاکم یا افسر یا قاضی نہیں پکڑا جائیگا بلکہ گواہ پکڑے جائیں گے جنہوں نے جھوٹی گواہی دی لہٰذا گواہوں کو اللہ سے ڈرنا اور کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینے سے بچنا چاہئے۔

سنت : سوت کاتنے والوں کا آپس میں جھگڑا ہوا جس کا مقدمہ حضرت قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا "اِنَّهُ سُنَّةٌ بَيْنَنَا" (کہ یہ ہمارے درمیان سنت ہے) آپ نے فرمایا "بَلْ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ" بلکہ یہ تمہارے درمیان تمہاری سنت ہے۔

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی کمال بصیرت اور کمال ذہانت ہے کہ آپ نے انہیں اپنے پیشے کو اپنے درمیان سنت قرار دینے سے اس لئے روک دیا کہ کہیں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ جب کسی اضافت ونسبت کے بغیر مطلقاً لفظِ سنت بولا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھی جاتی ہے جبکہ ان کا سوت کاتنے کا پیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (طریقہ وعمل) نہیں ہے بلکہ یہ خود ان کا اپنا ہی ایجاد کیا ہوا طریقہ ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ یہ ہمارے درمیان ہماری سنت (طریقہ وعمل) ہے۔(۱)

---

(۱) سیر اعلام والنبلاء ۴/ ۱۰۴

وظیفہ میں ترقی :

امام حسن بن حی، حضرت امام ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے حضرت قاضی شریح کے وظیفہ (تنخواہ) میں چار سو درھم بڑھا کر پانچسد کر دیئے۔(۱)

حضرت قاضی شریح ایک انتہائی محنتی اور انتہائی ذہین اور کمال کے اہل علم تھے آپ نے جس طرح انصاف کا بول بالا کیا اسلامی تاریخ کو ہمیشہ آپ پر فخر رھیگا ایسی علمی شخصیتوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور انہیں معاشی اعتبار سے مکمل بے فکر کرنا بہت ضروری ہے جن کا کام قرآن وسنت کے علوم سے ملک اور قوم کو سیراب وبہرہ ور کرنا ہے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کی کہ آپ قضا کا وظیفہ کیوں لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں بیت المال سے وظیفہ کیوں نہ لوں میں ان سے وظیفہ لیتا ہوں تو انہیں دیتا بھی ہوں یعنی میں نے ملک وقوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور خاصکر عدل وانصاف کر کے میں ملک وقوم کو فائدہ پہنچاتا ہوں امام شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ اپنی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے شروع شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو قضا (قاضی ہونے) کا ماہانہ وظیفہ ایک سو درہم دیتے تھے۔(۱)

---

(۱) طبقات ابن سعد ۶/ ۱۳۶

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۴

"فَزَادَه عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذٰلِكَ لِكَثْرَةِ عِيَالِهِ حتى جَعَلَ لَه فِي كُلِّ شَهرٍ خَمسَمِائَةَ دِرهَمٍ"(۱)

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اہل وعیال کے زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کا پانچ سو درھم ماہانہ وظیفہ کر دیا۔ کیونکہ اس وقت ان کا گزارہ اس سے کم پر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی تنخواہ کسی سکیل یا گریڈ کی نہیں ضرورت کے تابع ہوتی تھی۔ اسلام کا یہی قانون ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس لیے اپنی ضرورت کے مطابق وظیفہ لینے کا حقدار ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے لہٰذا مجھے جس قدر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ضرورت ہوگی میں اس کے مطابق وظیفہ لوں گا۔ حضرت قاضی شریح کا اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں ان کا حصہ رکھا ہے جنہوں مسلمانوں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے کہ جب انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کے لیے وقف کر رکھا ہے تو ضرورت مندوں اور حاجتمندوں کے لیے وقف مال سے ضرورت کے مطابق وہ بھی حقدار ہوئے۔(۲)

امام شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو علماء و قراء و حفاظ و قضاۃ (قاضی) حضرات قرآن و سنت کی خدمت کرتے ہیں اور انہوں نے اپنا سارا وقت اسی خدمت کے لیے دے رکھا ہے وقت کے حاکم کا فرض ہے کہ وہ بیت المال سے ان کی ضرورت کے مطابق انہیں وظیفہ (جہاں حاکم ایسا نہ کرے

(۱) اخبار القضاۃ ۲/۲۲۷ (۲) المبسوط ۱۵/۷ س

وہاں مخیر حضرات کا فرض ہے کہ وہ انکی جملہ ضروریات کے مطابق ان کو ماہانہ وظائف دیں تاکہ دین کا معاملہ نہ رکے) ان کی اور ان کے جملہ اہل وعیال کی جملہ ضروریات کے مطابق ان کو وظائف دے اگرچہ وہ خود صاحب مال ہوں اگر وہ صاحب مال ہونے کی صورت میں وظائف نہ لیں تو ان کو بہت ہی اجر و ثواب ملے گا ورنہ اگر وظائف لیں تو ان کا حق ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو دین اور مسلمانوں کی دینی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ النساء آیت ۶) اور جو مال و دولت والا ہو تو وہ یتیموں کے مال (زکوٰۃ) سے بچے اور جو ضرورت مند ہو تو وہ ضرورت کے مطابق (یتیموں کے مال زکوٰۃ سے) کھائے" فَالْيَسْتَعْفِفْ "کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں "فَالَّذِیْ یَأْخُذُه الْفُقَهَاءُ وَالْقُضَاةُ وَالْخُلَفَاءُ الْقَائِمُوْنَ بِأُمُوْرِ الْإِسْلَامِ لَا يَتَعَيَّنُ لَه مَالِكٌ الخ" (تفسیر الجامع لاحکام القرآن ۵/۴۴) کہ جو علماء، فقہاء، قاضی اور امراء جو اسلام کی خدمات انجام دیتے ہیں وہ بیت المال (عوامی فنڈ) سے ضرورت کے مطابق لے سکتے ہیں اگرچہ وہ غنی ہوں کیونکہ وہ ایک ایسے فنڈ سے لیتے ہیں جس کا کوئی خاص مالک نہیں اس کے برعکس یتیم کے مال کی نگہداشت کرنے والا اگر ضرورت مند ہے تو ضرورت کے مطابق لے سکتا ہے غنی ہے تو نہیں کیونکہ اس کی زیر نگرانی جو مال ہے وہ عوامی فنڈ نہیں ایک خاص شخص کا مال ہے تو اسے بلا ضرورت بچنا چاہیے۔

انگوٹھی کا نقش:

ابو عیینہ کے مولی واصل سے مروی ہے کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا۔

اَلْخَاتَمُ خَیْرٌ مِنَ الظَّنِّ

کہ مہر گمان غالب سے بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب خط یا تحریر پر مہر نہیں ہوتی تو اسمیں یقین نہیں ہوتا ظن و گمان ہوتا ہے یعنی انسان کا ظن غالب یا غالب گمان ہو تو اس کی بنیاد پر کسی کو مورد الزام یا ملزم اور مجرم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ قرآن کریم میں ہے "اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ" (الحجرات ۱۲) کہ کچھ گمان تو گناہ ہوتے ہیں لہٰذا یہاں سے بدگمانی وجود میں آتی ہے جو حرام ہے۔

راہنمائی:

حضرت قاضی شریح علیہ الرحمتہ کی انگوٹھی کے نقش قاضیوں، ججوں، وکیلوں، عالموں، طالب علموں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے راہنمائی ہے کہ جب تک کسی کا یقین حاصل نہ ہو اس وقت تک کسی کے خلاف رائے قائم نہ کرو اور فیصلہ نہ دو۔ اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ دوستوں کے جھگڑے، فیملیوں کے جھگڑے، بازاروں اور گھروں کے جھگڑے سب اسی بدگمانی کا نتیجہ ہیں اگر لوگ بدگمانیاں چھوڑ دیں تو نہ صرف یہ کہ لوگوں میں جھگڑے ہی نہ ہوں بلکہ وہ اطمینان و سکون کی نعمت سے مالامال ہو جائیں۔

ہائی بلڈ پریشر اور ڈپریشن کا علاج:

حضرت قاضی شریح علیہ الرحمتہ کی اس راہنمائی پر عمل کیا جائے تو ہائی بلڈ پریشر اور ڈپریشن کے مرض سے مستقل چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ ایک مرتبہ ہمارے پاس دو میاں بیوی آئے اور کہنے لگے کہ ہم پر دم بھی کریں، تعویذ بھی دیں اور کوئی وظیفہ بھی بتائیں جس سے ہم ٹھیک ہو جائیں میں نے پوچھا تکلیف کیا ہے جو باتیں انہوں نے بتائیں ان سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانیوں میں مبتلا تھے اور یہی ان کے مرض کا سبب تھا میں نے انہیں کہا کہ آپ تعویذ بھی لیں، دم بھی کرائیں لیکن ہفتہ میں ایک بار مجھے ملنے آیا کریں میں نے انہیں یہ بتائے بغیر کہ ان کے مرض کا سبب کیا ہے انہیں تلقین کرنی شروع کی کہ میاں بیوی گھر کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں دو ویل ہیں آپ دونوں کے درمیان ہم آہنگی ہونی چاہئے محبت ہونی چاہئے اعتماد ہونا چاہیے ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی نہیں ہونی چاہئے۔ الحمد للہ! میری تین چار مرتبہ کی ہفتہ وار تربیت کا اثر ہوا کہ انہوں نے بدگمانی چھوڑ دی تو دونوں ٹھیک ہو گئے۔

قارئین یقین کیجئے کہ بدگمانی گناہ بھی ہے اور بیماریوں کا سبب بھی۔ بالخصوص ہائی بلڈ پریشر اور ڈپریشن۔ اس سلسلے میں حضرت قاضی شریح کی نصیحت پر عمل کریں کہ اپنے ہر فیصلے اور ہر سوچ کی بنیاد گمان پر نہیں یقین پر رکھا کریں۔

خیال:- امام اعمش رضی اللہ عنہ، حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا "زَعَمُوْا کَنِیَّۃُ الْکَذِبِ" کہ لوگوں کا کہنا کہ "ان کا خیال ہے" یا فلاں کا خیال ہے یا "میرا گمان ہے یا خیال ہے" یہ سب جھوٹ کی کنیت ہیں یعنی جھوٹ کے عنوان ہیں یا دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ یہ سب جھوٹ کے ٹائٹل ہیں۔ چنانچہ سنن ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا "بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوْا" (سنن ابو داؤد کتاب الادب ۲/۳۲۱) کہ انسان کی کیا ہی بری سواری کہ وہ کہتے ہیں "ان کا خیال ہے" یعنی خیالوں پر سواری کرنے والا انسان بہت ہی بری سواری پر سوار ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کسی کے بارے میں کسی بات کا شرعی تقاضوں کے مطابق یقین حاصل نہ ہو اس وقت تک اس کے خلاف رائے قائم نہ کرو اور نہ کسی کے خلاف فیصلہ دو۔

یقین کے ذرائع:

یقین کے صرف چار ذرائع ہیں یا چار راستے ہیں کوئی پانچواں نہیں ہے۔ ایک وحی یعنی اللہ کے نبی کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات قطعی اور یقینی ہوئی دوسری وہ بات جو صحیح العقیدہ شریعت کے پابند خوف خدا والے دو گواہوں سے ثابت ہو۔ تیسری وہ بات جس کا کوئی انسان کسی جبر و اکراہ اور ڈرائے دھمکائے بغیر اقرار کرے پھر اس اقرار پر قائم رہے اور چوتھی وہ بات جو سچے و معتبر اور معقول قرائن سے ثابت ہو مثلاً ایک شخص کسی مکان سے خون آلود چھری وغیرہ کے ساتھ باہر نکلا اور کسی نے اسی وقت جا کر دیکھا تو اندر مکان میں ایک شخص تازہ

ترین قتل ہوا ہے اب اس معقول قرینے کی بنا پر وہ شخص قاتل ہے۔

غرضیکہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

پگڑی شریف:

حضرت ابن ابی خالد فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی شریح رضی اللہ عنہ کو کرسیٔ عدالت پر تشریف فرما ہو کر مقدمہ کی سماعت فرماتے اور فیصلہ کرتے دیکھا آپ کے سر مبارک پر پگڑی شریف تھی جس کا شملہ آپ نے پیچھے اپنے دو کندھوں کے درمیان چھوڑ رکھا تھا۔ (۱)

پگڑی باندھنا سنت ہے پھر کسی بھی رنگ کی پگڑی باندھ سکتے ہیں مگر افضل سفید پگڑی ہے۔

سنت کی قسمیں:

سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت ھدیٰ کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کو چھوڑنا بری بات ہے اسے سنت مؤکدہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری سنت زائدہ ہے کہ اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا مگر ثواب ضرور ہوتا ہے جبکہ اسے ثواب کی نیت سے کیا جائے پگڑی شریف بھی اسی طرح کی سنت ہے۔ یعنی افضل اور مستحب ہے پھر سفید مسنون ہے۔

قاضی شریح کا حج و عمرہ:

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے جو صاحب استطاعت ہو اس پر فرض ہے

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۴

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے بھی نا معلوم کتنے حج کئے مگر ہر سال حج اگرچہ ثواب ہے لیکن اگر آپس کے ارد گرد یا آپ کے علم میں کچھ مالی امداد و اعانت کے حقدار اور ضرورتمند افراد یا ادارے ہیں تو ان کی امداد و اعانت نفلی حج سے زیادہ ثواب ہے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے حج کی کیفیت کیا ہوتی تھی اس سلسلے میں حضرت شیخ منصور علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

"كَانَ شُرَيْحٌ اِذَا اَحْرَمَ كَاَنَّهٗ حَيَّةٌ صَمَّاءُ"(۱)

(ترجمہ) حضرت شریح جب حج یا عمرہ کا احرام باندھتے تھے تو ایسے ہو جاتے گویا وہ ایک بہرہ سانپ ہے۔

بہرہ سانپ اپنے مشن کی تکمیل اور مقصود کے حصول میں مگن ہو جاتا ہے وہ جو کرنا چاہتا ہے اسکی طرف ایسا جان و دل سے متوجہ ہو جاتا ہے کہ اسے ادھر ادھر کی آواز سنائی نہیں دیتی حضرت قاضی شریح حج یا عمرہ کے احرام کے بعد اس کے فرائض وواجبات واحکام کی بجا آوری میں ایسے یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہو جاتے کہ ادھر ادھر غیر ضروری باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

عبادت کا مزہ :

حقیقت میں عبادت کا مزہ بھی ایسے ہی آتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" پھر اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۴

(صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۲۷) حضرت قاضی شریح علیہ الرحمتہ کے اس عمل سے اور اس حدیث مبارک سے بھی یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی کام ہو اُسے کمال توجہ اور کمال خلوص سے ادا کیا جائے۔ اسے دل وجان سے ادا کیا جائے۔

فیضانِ صحبت :

دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے جو دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے ایک پوچھنے سے چنانچہ قرآن کریم ہے "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (سورۃ النحل ۴۳) کہ اگر تمہیں علم نہیں تو ذکر (قرآن و سنت کے علم) والوں سے پوچھ پوچھ کر علم حاصل کرو۔ دوسرا طریقہ علم والوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ ایک ایسے عظیم اہل علم ہیں کہ ان کی صحبت کے فیضان سے کتنے لوگ عالم و فاضل ہو گئے چنانچہ حضرت تمیم بن عطیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مکحول سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ

"اِخْتَلَفْتُ اِلٰى شُرَيْحٍ اَشْهُرًا لَمْ اَسْئَلْهُ عَنْ شَيْءٍ اَكْتَفِيْ بِمَا اَسْمَعُهٗ يَقْضِيْ بِهٖ"(۱)

میں حضرت شریح کی خدمت میں چند ماہ آتا جاتا رہا ان سے میں نے کبھی کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیا آپ جو فیصلے کرتے تھے میں صرف وہی سنتا تھا (اس طرح اللہ نے مجھے عالم فاضل بنا دیا)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۴

قاضی شریح کا حوصلہ:

حلم وحوصلہ ایک عمدہ صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حلیم ہے اسے حلم و حوصلہ بہت پسند ہے یوں تو ہر مسلمان میں حلم وحوصلہ، صبر اور بردباری کی صفت جسقدر پائی جائے اسی قدر اسکی شان بڑھتی ہے اس کے مقابلہ میں جذباتی اور اشتعالی کیفیت " کہ بات بات پر ناراض ہونا، چڑچڑا ہونا اور غصہ میں آکر ایک اچھے کام کو چھوڑ دینا یا اچھے لوگوں یا اچھے انسان سے دور ہو جانا یا کسی عظیم الشان خوبیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی بعض معمولی کمزریوں کی بنا پر غصہ میں اگر اس سے تعلق توڑ دینا اچھی بات نہیں یہ کم ہمتی ہے جبکہ حوصلہ وبردباری اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرنا اچھے لوگوں کا کام ہے جن کا مشن ہر صورت دین کی سربلندی شریعت کی پابندی اللہ ورسول سے بے حد محبت ہے ان کا ہو رہنا اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی ناگوار باتوں پر صبر کرنا، حوصلہ و بردباری اختیار کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ دینی وعلمی وروحانی ترقیوں اور دل، دماغ کے اطمینان وسکون کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ اسی طرح ہر کام قرآن و سنت کی روسے کرنا اور شریعت کی تعلیمات وھدایات کے مطابق سرانجام دینا اور بالخصوص عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنا یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔

ایک لمحہ کا عدل اور ایک لمحہ کا ظلم:

چنانچہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عَدْلُ سَاعَةٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً قِيَامِ لَيْلِهَا وَصِيَامِ نَهَارِ

هَا وَ جَوْرُ سَاعَةٍ فِیْ حُكْمٍ اَشَدُّ وَاَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ مَعَاصِیْ سِتِّيْنَ سَنَةً"(۱)

ایک لمحہ کا عدل ساٹھ سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جن کی راتوں میں کھڑے ہو کر عبادت کی جائے اور جن کے دنوں میں روزے رکھے جائیں اور اس کے برعکس کسی انسان پر ایک لمحہ کے لئے ظلم وزیادتی کرنا اللہ عزوجل کے نزدیک گناہ کے حکم میں ساٹھ سال کے گناہوں سے زیادہ سخت اور بڑھ کر ہے۔

سبق:

پولیس والوں، ججوں اور حکمرانوں کو خصوصاً اور دیگر تمام عوام وخواص کو عموماً اس حدیث سے سبق حاصل کرتے ہوئے اس کی زبردست کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے ہاتھوں کسی بھی بندے پر ایک آن کیلئے بھی ظلم وزیادتی نہ ہو اور اس کے برعکس عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کسی بڑے چھوٹے یا عزیز ورشتہ دار اور کسی دوست کی پرواہ نہ کی جائے خواہ کتنا ہی ناراض ہو جب اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔

اس سلسلے میں حضرت قاضی شریح علیہ الرحمۃ کی ہمت و جرات، وصبر وتحمل اور عدل وانصاف کے قائم کرنے کا جذبہ بھی ملاحظہ فرمائیں امام محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ جب حضرت قاضی شریح سے پوچھا جاتا تھا کہ "كَيْفَ اَصْبَحْتَ آپ نے صبح کس حال میں کی؟ قَالَ اَصْبَحْتُ وَ شَطْرُ النَّاسِ

(۱) الترغيب والترهيب ۱۶۷/۳

عَلَیَّ غَضْبَانُ" کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ لوگوں کا ایک حصہ مجھ پر ناراض ہے۔(۱)

یہ آپ کی شان تھی کہ کسی کی خوشی یا ناراضگی کو دل میں لائے بغیر عدل وانصاف کے تقاضے پورے فرماتے تھے۔

فیصلہ کرنے والوں کے لئے سبق :

حضرت قاضی شریح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "مَا شَدَدْتُ لَهَوَاتِیْ عَلٰی خَصْمٍ وَلَا لَقَّنْتُ خَصْماً حُجَّةً قَطُّ"(۲)

(ترجمہ) میں نے مقدمہ کے کسی فریق کے سامنے کبھی بھی اپنا منہ بند نہیں رکھا اور نہ ہی میں نے کبھی کسی فریق کو دلیل بتائی کہ وہ اسطرح کہے۔

حضرت قاضی شریح کا مطلب یہ ہے کہ میرے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا ہے تو میں نے مدعی اور مدعی علیہ دونوں فریقوں میں سے کسی کے بولتے وقت اپنا منہ بند نہیں رکھا۔ بلکہ غلط بات کہنے پر اسے ٹوک دیتا ہوں یا اسکی بات جو سمجھ میں نہ آئے اس سے وضاحت طلب کرتا ہوں اور میں

ایسا بھی نہیں کرتا کہ کسی فریق کو کوئی ایسی بات کہوں یا اسکی بات میں کوئی ایسا لفظ بولوں یا اشارہ کروں جس سے اسے دوسرے فریق پر غالب آنے کا موقع ملے۔ یہ ہے حقیقی انصاف اور خداخوفی کا معاملہ جسے ہر قاضی جج اور منصف کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ حق وانصاف کا بول بالا اور ظلم وزیادتی کا خاتمہ ہو۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۵۰

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۵

امام شمس الدین سرخسی علیہ الرحمۃ کی مبسوط شریف میں مذکورہ عبارت میں لفظ "لَهَوَاتِیْ عَلٰی خَصْمٍ" کی بجائے "لَهْوَةَ خَصْمٍ" ہے جس کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے کبھی بھی کسی فریق مقدمہ کا منہ بند نہیں کیا یعنی اس کو بولنے سے نہیں روکا۔ (۱)

قاضی شریح کے مثالی فیصلے

بہتر ہے کہ قاضی مجتہد ہو :

بہتر ہے کہ قاضی مجتہد ہو کسی کا مقلد نہ ہو قرآن وسنت پر اسقدر ضروری عبور رکھتا ہو کہ ان کی روشنی میں اجتہاد کرسکے۔ چنانچہ کتب فقہ میں ہے۔ "اَلْاَوْلٰی لِلْقَاضِیْ اَنْ یَّکُوْنَ مُجْتَہِداً" (ترجمہ) بہتر یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو۔

اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے : ہم اپنی کتاب "اسلام میں اجتہاد کی اہمیت و ضرورت" میں قرآن وسنت اور آئمہ دین متین کے اقوال کے حوالوں سے ثابت کرچکے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

لمحہ فکریہ :

علماءِ عصر حاضر کے لئے لمحہ فکریہ اور جائے غور ہے کہ وہ طلباء کو فنی کتابیں تو پڑھاتے ہیں مگر انہیں صاحب فن نہیں بناتے یعنی اصول فقہ جسمیں کتاب وسنت واجماع اور اجتہاد کی بحثیں پڑھائی جاتی ہیں ایک نہیں بہت سی کتابیں

(۱) المبسوط ۱۶/ ۷۵

پڑھائی جاتی ہیں اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، توضیح و تلویح اور مسلم الثبوت اس کے باوجود طالب علم فارغ ہونے کے بعد اکثر بس "فارغ" ہی ہوتے ہیں اور جو کام کے ہوتے ہیں وہ لکیر کے فقیر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اساتذہ ان پر تقلید کی ایسی چھاپ لگاتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے بزرگوں کے اقوال وارشادات کو تحقیق کے آئینے میں دیکھنا نہ صرف غلط سمجھتے ہیں بلکہ اسے حرام و گناہ کبیرہ سے بڑھ کر برائی تصور کرتے ہیں اور اگر کوئی اہل علم ان کی بات کے مقابلہ میں کوئی دوسری بات کرے خواہ وہ قرآن و سنت کے دلائل سے کتنا ہی مدلل کیوں نہ ہو وہ اسے تسلیم کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے بلکہ اسے بزرگ کی شان میں بے ادبی ٹھہراتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے بزرگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے دلائل کے ساتھ کسقدر اختلاف کیئے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس قدر وسیع ذہن رکھتے تھے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو اس بات کی ہدایت فرمائی تھی کہ مسلمہ دلائل کی روشنی میں وہ ان سے اختلاف کیا کریں تاکہ انہیں علم و تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے راستہ ملے اور علمی و تحقیقی میدان میں جولانی کی مہارت حاصل ہو چنانچہ انہوں نے ادب کے ساتھ اپنے استاذ محترم سے اختلاف کئے اور بہت سے مسائل میں استاد محترم کو اپنے فتویٰ سے رجوع کر کے اپنے شاگردوں کے فتووں کو ماننا پڑا۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ کے شاگردوں نے بہت سے مسائل میں اپنے استاد محترم سے اختلاف کئے۔ لیکن افسوس کہ آج ان بزرگوں کے ماننے والے اس اختلاف کو گناہ و بے ادبی ٹھہرا کر تحقیق کے دروازوں پر تالے لگائے بیٹھے ہیں خود بھی لکیر کے فقیر ہو کر رہ گئے ہیں اور دوسروں کو بھی لکیر کے

فقیر بننے پر مجبور کر رہے ہیں۔ یا اللہ! ہمارے حال پر رحم فرما ہمارے علماء کو جمود سے نکال کر تحقیق کا ذوق و شوق اور وسعت نظر عطا فرما۔

مجتہد پیدا کریں:

راقم علماء عصر حاضر سے بڑے ادب سے عرض کرتا ہے کہ یہ جو ہم اپنے طلباء کو اصول فقہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں اصول الشاشی سے لے کر مسلم الثبوت تک ہم ان کتابوں کے ذریعے پڑھاتے ہیں یہ ہم محض رسمی طور پر پڑھاتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کتابوں کے ذریعے پڑھائی گئی اصول فقہ کی روشنی میں طلباء کے اندر اجتہادی صلاحتیں پیدا کریں۔ ان میں اجتہاد کا ذوق و شوق بیدار کریں علماء لکھتے ہیں کہ اصول فقہ شریعت کی منطق ہے لہٰذا اس پر بہت محنت کرائی جائے اور عملی مشقیں کرائی جائیں اور طلباء کو مختلف بزرگوں کے مختلف اقوال دیئے جائیں اور انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ ان اقوال پر قیل و قال کریں اور ان کا تحقیقی جائزہ لیں تاکہ اس طرح ان میں وسعت نظر پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق کا جذبہ عملی صورت اختیار کر جائے۔ الغرض قاضی کے لئے مجتہد ہونا بہتر ہے۔ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ بھی نہ صرف مجتہد تھے بلکہ ان کے زمانہ میں ان جیسے مجتہد کم ہی تھے۔

مجتہد کا کام:

مجتہد کا کام ہے کہ وہ پیش ہونے والے مسئلہ یا مقدمہ کا جواب قرآن سے تلاش کرے اگر اسے اس کا جواب قرآن میں نہ ملے تو سنت (رسول اللہ کی حدیث

یا اقوال صحابہ کرام) میں تلاش کرے اس میں نہ ملے تو آئمہ مجتہدین کے فیصلوں کو دیکھے اگر ان کے اقوال اور ان کے فیصلوں میں ملے تو ان سے استفادہ کرے اور اگر اس میں آئمہ و فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کے نزدیک جو تحقیق کے اعتبار سے یا ضرورت کے اعتبار سے بہتر ہو اس پر عمل کرے اور اگر ان کے اقوال میں نہ ہو تو خود اجتہاد کرے اور اپنی رائے اور تحقیق سے جواب نکالے یہی طریقہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا تھا۔

بلی کا بچہ:

حضرت قاضی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا وہ یہ کہ دو عورتوں کا جو ایک دوسرے کے پڑوس میں رہتی تھیں بلی کے ایک بچے میں اختلاف و جھگڑا ہو گیا ہر ایک یہی کہتی تھی کہ یہ میری بلی کا ہی بچہ ہے حضرت قاضی شریح نے فرمایا کہ اس بچے کو ان بلیوں میں سے ایک بلی کے آگے ڈالو اگر وہ خوش ہو جائے اور اسے دودھ پلانے لگے اور بچہ اس سے چمٹ جائے اور وہ اسے پیار کرنے لگے تو وہ اسی بلی کا بچہ ہو گا اور جس کی بلی بچہ بھی اسی کا ہے اور اگر وہ بلی اس بچے کو ناپسند کرے اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور بھاگ جائے تو اس کا بچہ نہیں ہے۔)(۱)

خالہ کی بہن کا بیٹا:

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۵۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۸/ ۲۵ اخبار القضاۃ ۲/ ۲۹۳

جسمیں ایک شخص نے تسلیم اور اقرار کیا کہ اس نے دوسرے فریق (مدعی) کا حق جس کا وہ مدعی ہے دینا ہے مدعی کے پاس گواہ ہی نہ تھے۔ مدعی علیہ کا صرف اقرار ہی تھا مگر مدعی علیہ قاضی شریح کی عدالت میں تو مان گیا لیکن بعد میں اسکی نیت خراب ہو گئی تو منکر ہو گیا مدعی اسے پھر قاضی شریح کی عدالت میں لے گیا۔ مدعی علیہ نے قاضی صاحب سے عرض کی کہ میں نے اس کا کچھ نہیں دینا اگر میں نے اس کا کچھ دینا ہے تو اس پر گواہ لائے آپ نے فرمایا گواہ تو اس کے پاس ہے جس نے میری عدالت میں گواہی دی تھی کہ آپ نے اس کا حق دینا ہے اس نے عرض کہ وہ گواہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیری خالہ کی بہن کا بیٹا (جس پر وہ لاجواب ہو گیا اور مدعی کو اس کا حق ادا کر دیا)(۱)

اس سے حضرت قاضی شریح کی کمالِ ذہانت ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے بڑی عقلمندی اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے مدعی علیہ کو لاجواب کر دیا جس کی وجہ سے اس نے مدعی کا حق ادا کر دیا۔ جج کو ایسے ہی صاحب بصیرت و عقلمند ہونا چاہئے۔

نافرمان عورت کا خرچہ کیا ہے؟

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نافرمان عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے؟ فرمایا ہاں عرض کی گئی کہ کتنا؟ فرمایا "جُرَابٌ مِنْ تُرَابٍ" مٹی کی ایک تھیلی (یعنی کچھ نہیں)

(۱) المبسوط ۵/ ۱۸۶

خطا کا تدارک:

حضرت سوار بن سعید کہتے ہیں کہ کچھ لوگ قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ لائے لیکن وہ کسی وجہ سے اپنا کیس (مقدمہ) حضرت قاضی شریح کو پوری طرح سمجھا نہ سکے جسکی وجہ سے قاضی شریح نے ان کے خلاف فیصلہ دیدیا اور مجھے اس مقدمہ کی حقیقت کا پورا علم تھا اور میرے نزدیک وہ حق پر تھے میں نے حضرت قاضی شریح کی خدمت میں جاکر علیحدگی میں ساری صورتحال بیان کی اور عرض کی کہ جناب والا کا فیصلہ نظر ثانی کا متقاضی ہے آپ اگر ان کی دلیل میں جسے وہ پوری طرح بیان نہیں کرسکے خود ہی غور فرماتے تو فیصلہ ان کے حق میں کردیتے اس مقدمہ کے فیصلہ میں آپ سے خطا ہوگئی ہے آپ اس اپنی خطا کا تدارک فرمائیں۔ آپ نے میری بات سمجھ لی اور مجھ سے پورا پورا اتفاق کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ میرے پاس اپنا مقدمہ دوبارہ لے آئیں وہ پھر مقدمہ لائے تو آپ نے ان کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔

امام شمس الدین سرخسی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قاضی یا جج پر اسکی خطا واضح ہو جائے تو اسے اپنی خطا کا تدارک کرنا چاہیے اور اس مقدمہ کی دوبارہ سماعت کرکے فیصلہ صحیح کردینا چاہئے اس سلسلے میں لوگوں سے نہیں شرمانا چاہئے کہ لوگ اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔(۱)

(۱) المبسوط ۱۶/۷۵

عجیب طبیب:

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر پھوڑا نکل آیا تو کسی نے عرض کی کیا آپ نے اسے کسی طبیب کو نہیں دکھایا؟ آپ نے فرمایا "ھُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَھَا" کہ طبیب ہی نے تو اسے نکالا ہے۔

حقیقت بین نگاہ:

یہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی حقیقت بین نگاہ ہے جو اسباب کو نہیں خالق اسباب کو دیکھتی ہے آپ کا مطلب یہ تھا کہ حقیقت میں تو طبیب اللہ کی ذات ہے کوئی طبیب اور کوئی حکیم جب کسی کو دوا دیتا ہے تو شفاء دوا سے نہیں اللہ ہی کے حکم سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا فرمان قرآن کریم میں مذکور ہے۔

"وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ"

(ترجمہ) کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے وہی (اللہ) شفاء دیتا ہے۔

مصیبت پر چار بار شکر:

امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مجھ پر کوئی دنیاوی مصیبت و تکلیف آتی ہے تو میں گھبرانے اور پریشان ہونے کی بجائے صبر کرتا اور اللہ تعالیٰ کا چار بار شکر کرتا ہوں۔ ایک بار تو اس پر شکر کرتا ہوں کہ مجھے اس سے کوئی اور بڑی تکلیف و مصیبت پیش نہیں آئی۔ دوسری بار اس پر شکر کرتا ہوں کہ اللہ نے مجھے اس پر صبر کرنے کی توفیق دی اور

تیسری بار اس پر شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس بات کی بھی توفیق دی کہ اس مصیبت و تکلیف پر میں صبر کرکے اللہ سے ثواب کی امید رکھوں اور چوتھی بار اس پر شکر کرتا ہوں کہ اللہ نے میرے دین میں مصیبت پیدا نہیں فرمائی یعنی مجھے گمراہی سے بچالیا اور صحیح ایمان واعتقاد پر قائم رکھا ہے۔(۱)

تخلیہ :

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا ایک مکان تھا جسمیں آپ جمعہ کے دن تنہائی اختیار فرماتے تھے

لوگوں کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ آپ اس تنہائی میں کیا کام کرتے تھے۔(۲)

آپ جمعہ کے دن اس مکان میں خلوت گزین ہو کر (تنہائی اختیار کرکے) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور کثرت درود شریف میں مشغول ہو جاتے تھے۔

جمعہ کا اہم وظیفہ :

حضرت قاضی شریح علیہ الرحمۃ کے جمعہ کے وظائف اور معمولات میں اہم وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنا ہوتا تھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۵

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۵

"اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَشْہُوْدٌ تَشْہَدُہُ الْمَلاَئِکَۃُ وَمَا مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلاَّ بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قِیْلَ وَبَعْدَ وَفَاتِکَ؟ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ فَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ" (جلاء الافہام ۷۳'۷۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور والوں کا درود خود سنتے ہیں :

(ترجمہ) مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود بھیجا کرو کہ وہ حاضری کا دن ہے اس میں (دوسرے دنوں کی نسبت میری بارگاہ میں) فرشتے (زیادہ) حاضر ہوتے ہیں اور کوئی بھی بندہ مجھ پر درود بھیجے مجھے اسکی آواز پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو عرض کی گئی کہ کیا وفات کے بعد بھی سنیں گے ؟ فرمایا ہاں وفات کے بعد بھی۔ بلاشبہ اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

امام ابن القیم جوزیہ علیہ الرحمۃ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اسے امام حافظ منذری نے "ترغیب" میں روایت کیا اور فرمایا کہ اسے امام حافظ ابن ماجہ نے کھری سند کے ساتھ روایت کیا۔(۱)

اس موضوع پر کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود کی آواز کو سنتے ہیں ہماری کتاب "درود وسلام اور شان خیر الانام" صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ فرمائیں۔

بہر صورت حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جمعہ درود

(۱) حاشیہ جلاء الافہام ۷۴

شریف ہی ہوتا ہوگا کیونکہ یہ افضل الوظائف (سب سے بہتر وظیفہ) ہے اور درود کی کتاب جس کا صدیوں سے اولیاء اللہ ورد ووظیفہ کرتے چلے آرہے ہیں "دلائل الخیرات شریف" بہترین کتاب ہے اس کے باقاعدہ ورد سے روحانی ترقی ہوتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے حتی کہ آپ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے۔(اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ حَبِيْبِكَ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَفِي الْيَقْظَةِ آمین)

اور اس کے ورد سے روزی میں برکت ہوتی ہے اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں بشرطیکہ آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

عہدۂ قضاء سے استعفاء :

اسلام میں ریٹائرمنٹ نہیں بلکہ اسلام میں یہ ہے کہ انسان کی عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کا تجربہ بڑھتا رہتا ہے ہاں اگر کوئی شخص بڑھاپے میں کسی بیماری یا کمزوری میں ایسا مبتلا ہو جائے کہ اس کی صحت درست نہ رہتی ہو دماغی صلاحیتیں کمزور ہو چکی ہوں یا درست کام نہ کرتی ہوں تو ایسی صورت میں ریٹائرمنٹ درست ہوتی ہے۔ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے طبعی عمر پائی یعنی ایک سو بیس سال کی عمر۔ میں نے طب کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ انسان کی طبعی عمر ایک سو بیس سال ہے۔ آپ نے وفات سے ایک سال پہلے عہدۂ قضاء سے استعفیٰ دیدیا تھا۔

حضرت قاضی شریح کی وفات :

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور ایک قول ایک سو آٹھ سال کا بھی ہے آپ نے ۸۷ھ میں اور دوسرے قول کی رو سے ۸۰ھ میں وفات پائی۔(۱)

سو سال کی عمر میں بیٹا :

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی عمر شریف ۸۶ سال کی ہوئی اسوقت آپ کا ایک بیٹا پیدا ہوا اور امام اصمعی فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر سو سال ہوئی اس وقت (بھی) آپ کا ایک بیٹا ہوا۔ (اخبار القضاۃ ۱/ ۱۹۹) سچ ہے متقی اور پرہیزگار لوگ بوڑھاپے میں بھی جوانوں کی طرح مردانہ قوت رکھتے ہیں۔

طلاق کی قسم

امام عبدالرزاق صنعانی علیہ الرحمۃ متوفی ۲۱۱ھ استاذ گرامی امام بخاری علیہ الرحمۃ متوفی ۲۵۶ھ اپنی مصنف شریف میں اپنے استاذ امام ھیثم علیہ الرحمۃ متوفی ۱۸۳ھ سے وہ اپنے شیخ امام محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۰ھ سے روایت کیا کہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے اس طرح طلاق کی قسم کھائی کہ اگر وہ خلاف شریعت وخلاف اسلام کوئی ناجائز کام کرے تو اسکی بیوی کو طلاق۔ اس کے بعد اس نے "حمام اعین" نامی جگہ تک ایک خچر کرایہ پر لیا لیکن وہاں تک پہنچ کر وہ (طے شدہ مذکورہ

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۰۶ تاریخ کبیر للبخاری ۴/ ۲۲۹۔ طبقات ابن سعد ۶/ ۱۴۵۔ ۱/ ۳۳۰

جگہ) سے تجاوز کر کے خچر کو اصبہان لے گیا(یہ بھی خلاف شرع کام کیا) پھر (مالک کی مرضی کے بغیر) اس خچر کو وہاں بیچ ڈالا اور پیسے وصول کئے (یہ دوسرا خلاف شرع کام کیا) اور اس قیمت سے شراب خریدی (یہ تیسرا خلاف شرع کام کیا) پھر شراب پیتا رہا (یہ چوتھا خلاف شرع کام کیا) اس کے خلاف قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا گیا کہ اسکی بیوی کو طلاق ہو گئی لیکن قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طلاق کی قسم سے طلاق نہ ہو گی جب تک وہ طلاق نہ دے اگر اس نے طلاق دی ہے تو اس پر گواہ لاؤ مدعی لوگ اس کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ اس نے ایسے ایسے کہا پھر ایسے ایسے کیا۔ آپ فرماتے اس سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ طلاق نہ دے اگر اس نے طلاق دی ہے تو اسپر گواہ لاؤ تو آپ نے فیصلہ دیدیا کہ اسکی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔(۱)

واضح ہو کہ اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے کہ طلاق کی قسم کھانے کے بعد اس کی خلاف ورزی سے طلاق ہو گی یا نہ ہو گی بعض فقہاء کے نزدیک ہو گی یہی فقہاء احناف کا موقف ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک نہ ہو گی۔ بہر صورت اختلافی مسائل میں اہل علم و عمل کو اپنی تحقیق کے مطابق کسی بھی موقف کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے کیونکہ امت کے علماء میں فقہی اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔

(۱) مصنف امام عبدالرزاق ۳۸۸/۶

فقہی اختلاف رحمت ہے:

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

پہلی حدیث اِختِلافُ اَصحَابِیْ لَکُم رَحمَۃٌ

کہ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔(۱)

(۲) دوسری حدیث کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی۔ (حدیث قدسی ہے) کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں (چمکتے) ستاروں کی طرح ہیں جن میں بعض بعض سے زیادہ قوت (والی چمک) رکھتے ہیں۔

"وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْئٍ مِمَّا ھُم عَلَیْہِ مِنِ اخْتِلاَفِھِم فَھُوَ عِنْدِی عَلٰی ھُدًی"

(ترجمہ) اور نور تو ہر ایک کے لئے (اس میں موجود) ہے تو جن مختلف طریقوں پر وہ ہیں جس نے کسی کے بھی طریقہ پر عمل کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی کے بعد ارشاد فرمایا اَصحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (رواہ رزین) کہ

(۱) المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱/۲۸۔ تذکرہ علامہ بتنی ۹۰۔ کشف الخفاء للعجلونی ۱/۶۸۔ تھذیب تاریخ دمشق ابن عساکر ۶/۲۸۵

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔
اس حدیث کو امام رزین سرقسطی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۳۵ھ نے "التجرید فی الجمع بین الصحاح الستۃ" میں سند کے ساتھ روایت کیا۔(۱)
اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

"کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ائمہ کا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے (رحمت تب ہو سکتا ہے جب امت کے افراد کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ جس امام کے جس قول پر چاہیں عمل کر سکتے ہیں) اس اختلاف سے مراد فقہی و فروعی اختلاف ہے نا کہ عقائد کا۔ صحابہ و آئمہ کا فروعی و فقہی اختلاف رحمت ہے اسی حدیث سے اخذ کرتے ہوئے بعض علماء نے فرمایا

"مَن تَبِعَ عَالِماً لَقِیَ اللّٰہَ سَالِماً"

کہ جس نے کسی بھی مسئلہ میں کسی بھی عالم (فقیہ) کی پیروی کی وہ اللہ سے سلامتی سے جا ملے گا (اللہ اس سے خوش ہوگا) امام ابن الربیع یحیٰی بن ربیع علیہ الرحمۃ متوفی ۶۰۶ھ نے فرمایا کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سند سے روایت کیا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۱۱ھ نے بھی "مناهل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء" میں اس حدیث کو اسی طرح ذکر فرمایا (الی آخرہ)(۱)

تیسری حدیث "اِختِلَافُ اُمَّتِی رَحمَۃٌ"

(۱) مشکوۃ مناقب الصحابہ کشف الحق ۱/۱۴۷۔ اتحاف السادۃ المتقین ۲/۲۲۳، تلخیص الحبیر ۴/۱۹۰

کہ میری امت (کے علماء و فقہاء) کا (فقہی) اختلاف (میری امت کے لئے) رحمت ہے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام کے درمیان جو فقہی اختلاف ہیں سب کی باتیں امت کے لئے رحمت ہیں اور سب ہدایت پر ہیں فقہی اختلافی مسائل میں جھگڑا کرنے سے علماء کو گریز کرنا چاہئے ہاں عقائد میں جو اختلاف ہے اس میں آپس میں بیٹھ کر حوصلہ و بردباری کے ساتھ مذاکرے کئے جائیں تاکہ حق و باطل واضح ہو تو حق کو لیا اور باطل کو چھوڑا جائے اس سلسلے میں ہم تمام مکاتب فکر کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ تاکہ امت کے علماء و عوام میں جو فاصلے ہیں وہ ختم یا کم از کم کئے جائیں تاکہ امت مسلمہ کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کو ممکن بنایا جائے۔ اس عظیم مقصد یعنی اتحاد امت کے لئے راہ ہموار کرنے کے لئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد قاضی شریح رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد مسند قضاء پر حضرت قاضی شریح جلوہ گر ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی و فقہی جلالت و عظمت روز روشن سے بھی بڑھ کر نمایاں و مسلم ہے۔ آپ مجتہدین صحابہ کرام میں سے

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۵/۵۲۳

ہیں۔ آپ کے بعد آپ کی مسند قضاء پر حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا جلوہ گر ہونا انکی علمی وفقہی جلالت وعظمت کا عظیم الشان ثبوت ہے۔

قاضی شریح کیسے قاضی بنے؟

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت قاضی شریح اس عظیم الشان منصب قضاء پر کیسے فائز ہوئے کس نے آپ کو یہ منصب سونپا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی مسند قضاء پر کسی کا فائز ہونا معمولی بات نہیں تھی بلکہ یہ ایک غیر معمولی اور انتہائی اہمیت کی حامل چیز تھی لیکن اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کی خداداد صلاحیتوں نے آپ کو اس عظیم منصب پر فائز کرایا۔

قاضی شریح کا سب سے پہلا فیصلہ:

چنانچہ اس سلسلے میں امام وکیع محمد بن خلف بن حیان علیہ الرحمۃ متوفی ۳۰۶ھ اپنی کتاب "اخبار القضاۃ میں لکھتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی جگہ پر سیدنا قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے فائز ہونے کا سبب گھوڑے کا ایک جھگڑا تھا جو ایک شخص کے اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان واقع ہوا اس میں دونوں نے باہمی مشورہ سے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کی ذمہ داری سونپی اسوقت آپ قاضی نہ تھے جو آپ نے فیصلہ کیا وہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آیا۔ امیر المومنین قاضی شریح کی عقلمندی اور انصاف پسندی سے اسقدر متاثر ہوئے کہ

آپ کو قاضی بنادیا۔ (۱)

قاضی شریح کا امیر المومنین کے خلاف فیصلہ:

یہ پہلا فیصلہ تھا جو آپ نے بطور امتحان وآزمائش کے دیا یہ وہی گھوڑے کا مقدمہ تھا جسمیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور گھوڑے کے مالک کے درمیان جھگڑا ہوا تو اسمیں آپ نے اس شخص کے حق میں اور امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ان کی انصاف پسندی اور عقلمندی سے اسقدر متاثر ہوئے آپ کو عمر بھر کیلئے قاضی مقرر فرمادیا۔

واقعہ کی تفصیل:

اس مقدمہ کے واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے عرض کی کہ میں نے کہیں ضرورت کے لئے سفر پر جانا ہے میں پیدل نہیں چل سکتا مجھے بیت المال سے کرایہ پر گھوڑا دلادیں آپ نے ایک شخص سے جو کرایہ پر گھوڑے دیتا تھا۔ گھوڑا کرایہ پر لے کر اس ضرورت مند سائل کو دیدیا۔ وہ گھوڑا لے کر چلا گیا اتفاق کی بات کہ گھوڑا اس کے ہاتھ میں مر گیا گھوڑے کے مالک نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے گھوڑے کی قیمت کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ کی قضاء وتقدیر سے مرا ہے ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے تو نہیں مرا لہذا ہم پر اسکی قیمت کی ادائیگی لازم نہیں آتی تو اس شخص سے امیر المومنین عمر نے فرمایا آپ میرے اور اپنے درمیان کسی تیسرے

(۱) اخبار القضاۃ ۱/۱۸۹

شخص کا فیصلہ مانیں اس نے کہا چلیے شریح عراقی کے پاس چلتے ہیں تو امیر المومنین اور وہ شخص دونوں حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے اور اپنا مقدمہ پیش کر کے کہا کہ جو فیصلہ آپ کریں گے ہمیں منظور ہوگا قاضی شریح نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا اور فرمایا اے امیر المومنین ! آپ نے اس شخص سے ایک صحیح وسالم گھوڑا کرایہ پر لیا او آپ کے ذمہ ہے کہ جب اس سے ایک صحیح وسالم گھوڑا لیا تھا ویسے ہی صحیح وسالم گھوڑا اسے واپس کریں۔ یا اس کی قیمت ادا کریں قاضی شریح کا فیصلہ اگرچہ امیر المؤمنین کے خلاف تھا مگر انہیں پسند آیا تو آپ نے اس دن ان کو قاضی مقرر فرمادیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے جس سے گھوڑا کرایہ پر لیا تھا وہ اعرابی (دیہاتی) تھا۔ اسی نے عرض کی کہ اے امیر المومنین ! آپ اپنے اور میرے درمیان ایک مسلمان اہل علم شریح عراقی کو فیصلہ کا اختیار دلائیں جو فیصلہ وہ کرے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شریح عراقی کو نہیں جانتا ۔اس نے کہا کہ میں اسے لے آتا ہوں وہ آپ کو حضرت عمر کی خدمت میں لے گیا آپ نے واقعہ سنکر امیر المومنین کیخلاف فیصلہ دیدیا کہ امیر المومنین آپ کو اس کے گھوڑے کی قیمت دینا لازم ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ آپ نے جو قیمت دینے کا فیصلہ دیا ہے بالکل حق فیصلہ ہے۔ (پھر آپ کو مستقل طور پر قاضی مقرر کر دیا)(۱)

(۱) اخبار القضاۃ ۱/۱۸۹

یہ تھے اسلام کے قاضی جو امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دینے سے گریز نہیں کرتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور یہ کہ یہ مکمل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تھے۔ ان کے دل میں کوئی طمع اور لالچ نہیں ہوتا تھا ایک اللہ کو رازق سمجھتے اور اس کی مرضی کو مقدم رکھتے تھے اور اسی طرح خلیفہ برحق نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعی عمر رضی اللہ عنہ کی شان بھی دیکھئے کہ جس نے ان کے خلاف فیصلہ دیا اس کو قضاء کے عہدہ پر فائز کردیا (جج بنادیا) کیا آج کے مغربی جمہوری نظام میں اسکی کوئی مثال دیکھنے میں آسکتی ہے ؟ ہرگز نہیں ہاں البتہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس جج نے حکومت کے خلاف فیصلہ دیا وہ ہٹادیا گیا اور جس نے حق میں فیصلہ دیا وہ ترقی پا گیا۔

قاضی شریح کا امیر المومنین
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ

جیسے حضرت قاضی شریح اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حق پسندی اور انصاف پسندی کا واقعہ گذرا اسی طرح حضرت قاضی شریح نے ایک مقدمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خود ان کے خلاف فیصلہ دیا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تسلیم فرماکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حق وانصاف پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔

واقعہ یوں ہے کہ جنگ صفین سے واپس آئے تو آپ نے اپنی ایک گمشدہ زرہ ایک یہودی کے ہاتھ میں دیکھی جو اسے بیچتا پھر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے یہودی کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں یہ جو زرہ ہے یہ میری ہے میں نے اسے نہ بیچا اور نہ ہی کسی کو بخشش کی تھی بلکہ یہ مجھ سے گم ہو گئی تھی میں ہی اس کا مالک ہوں یہ مجھے دیدو۔ یہودی نے کہا کہ یہ میری ذاتی ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ دونوں' قاضی شریح کی عدالت میں آگئے یہودی بھی اور امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی۔ حضرت علی مرتضٰی نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ یہ ایک یہودی شخص ہے۔ اس کے ہاتھ میں یہ جو زرہ ہے یہ میری ہے۔ قاضی شریح بولے کیا آپ کے گواہ ہیں جو آپ کے دعوٰی کی تائید کریں؟ حضرت علی نے فرمایا ہاں ایک میرا غلام قنبر اور دوسرا میرا بیٹا حسن۔ قاضی شریح نے عرض کی کہ میرے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں درست نہیں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ" یعنی تعجب ہے کہ حسن ایک جنتی جوان ہے (پھر بھی اس کی گواہی آپ قبول نہیں فرمارہے) واضح رہے کہ اس مسئلہ میں کہ بیٹے کی گواہی باپ اور غلام کی گواہی آقا و مالک کے حق میں جائز ہے یا نہ صحابہ کرام وائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے بعض جائز اور بعض ناجائز قرار دیتے ہیں

یہودی نے اسلام قبول کرلیا:

جب یہودی نے دیکھا کہ حضرت علی مجھے اپنے قاضی کی عدالت میں خود ہی لائے ہیں اور اسی قاضی نے ان کے امیر المومنین ہونے کے منصب و مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر خود ان کے ہی خلاف فیصلہ دیدیا تو وہ اسلام کے نظام عدل

وانصاف اور اسلامی عدالت کی آزادی سے اسقدر متاثر ہوا کہ اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور عرض کی کہ یہ آپ ہی کی ہے۔(۱)

حافظہ یا کرامت:

سیدنا و مولانا امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں استفادہ کیلئے حاضر ہوا اور آپ سے مسائل پوچھنے شروع کئے اور امیر المومنین ان کے سوالوں کے جوابات دیتے رہے جب وہ پوچھ کر فارغ ہوئے تو حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ اکیلے نے ان سب کے برابر سوال کئے پھر مزید بھی سوال کئے امیر المومنین نے ان کو بھی جوابات دیئے۔ اس کے بعد ان سے پوچھا کہ جو کچھ آپ نے مجھ سے سوالات کئے اور میں نے جوابات دیئے کیا آپ کو وہ سب یاد رہیں گے؟ وہ سب آپ کو حفظ ہو گئے؟ قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہاں حضور، مجھے وہ سب یاد ہیں۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا وہ تمام سوالات اور ان کے جوابات من و عن سنا دیئے امیر المومنین نے فرمایا

"اِذْهَبْ أَنْتَ أَقْضَى الْعَرَبِ"

(۱) اخبار القضاۃ ۲/۱۹۰ ـ الصواعق المحرقۃ ۱۳۱

جاؤ تم پورے عرب میں سب سے بڑے قاضی ہو یعنی تم عرب اسلام کے چیف جسٹس ہو۔(۱)

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا یہ حافظہ ان کی کرامت ہی تھی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا حافظہ مبارکہ:

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ تو بہت بڑی شخصیت تھیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا' صحابہ کرام سے علم و عمل سیکھا' لیکن ماضی قریب کی شخصیت اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت ہمارے بلکہ دنیائے اہل سنت کے مرشد شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ مبارکہ بھی ایک عظیم کرامت تھی چنانچہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ "حیات اعلیٰ حضرت" میں "قوت حافظہ وحفظ قرآن شریف" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

قوت حافظہ و حفظ قرآن شریف:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضور اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایکبار پڑھکر مجھے سنا دیں دوبارہ مجھ سے سن لیں بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لینا ہے۔ اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا جس کا وقت غالباً

(۱) اخبار القضاۃ ۱/ ۱۹۰

عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا اس لئے کہ پہلے روز کا شانہ اقدس سے آتے وقت سورہ بقرہ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہو گئی الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی حضرت آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے مجھے وہ غلطی بتائی میں نے دوبارہ پڑھا فرمایا اب مجھ سے سنو وہی رکوع پڑھا پھر کے بعدہ صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔

انہیں کا بیان ہے میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے۔ اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں مقیم ہیں اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے مجھے پتہ بتا دیا جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے جب وہاں سے اجازت ملی تب آکر دروازہ کھولا دیکھا بڑا مکان ہے اور صرف دو ایک آدمی ہیں نماز مغرب پڑھ کر حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے ہم لوگ

کرسیوں پر بیٹھے بعدہ چار صاحب مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خانصاحب' صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب جناب مولوی حشمت علی خاں صاحب ایک اور کوئی صاحب یہ چار صاحب اب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں ان پر بیٹھ گئے اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی صاحب کو دیکر فرمایا آج تیس خط آئے تھے ایک میں نے کھول لیا ہے یہ ۲۹ گن لیجیے انہوں نے ۲۹ گن کر ایک لفافہ کھولا جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے وہ سب سنائے حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرمادیا وہ لکھنے لگے اور لکھ کر عرض کی حضور حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا وہ لکھ کر پھر حضور کہتے وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا جب یہ حضور کہتے وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے تو وہ اپنا خط سنانے لگتے اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا اور ان کو ہی ان کے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا وہ ارشاد فرمایا اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا یہ دیکھ کر مجھے حقیقۃً پسینہ آگیا اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت

میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں مگر اعلیحضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے میں نے اپنے عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا اسی طرح وہ ۲۹ خط پورے کئے گئے اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے اس کا یہ اہتمام تھا اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیحضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا اور شب کو اسی طرح کام کیا جاتا تھا۔

انہیں کا بیان ہے میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کا ماء الجبن ہوا جس میں ۲۰ مسہل ہوتے ہیں مگر کام مسلسل جاری رہا عزیزوں نے دیکھ کر منع کیا مگر نہ مانے انہوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں اور قریباً ۲۰ مسہل ہوں گے۔ آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا' دوسروں سے لکھوادیا کروں گا' اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طبیب صاحب نے کہا اس کو غنیمت سمجھ اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھدی گئیں مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے اور صرف میں۔ دروازہ بند کردیا گیا۔ اب جو فتویٰ لکھانا ہوتا اس کا کچھ مضمون لکھا کہ مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں مجھ سے فرماتے اتنے صفحے لوٹ لو اور

فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے اسے نقل کر دو میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کونسا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

فتاویٰ حامدیہ کو ایک نظر ڈال کر حفظ فرمالیا

ملک العلماء ظفر الدین قادری رضوی بہاری حیات اعلیٰ حضرت میں لکھتے ہیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے اثنائے گفتگو میں "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" کا ذکر نکلا حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ میرے کتب خانہ میں ہے اتفاق وقت باوجودیکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک عقود الدریہ منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے' جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیئگا۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جان نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی اس وجہ

سے رک جانا پڑا شب کو اعلیٰ حضرت نے عقود الدریہ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی ملاحظہ فرمالیا دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا جب اسباب درست کیا جانے لگا۔ تو عقود الدریہ کو جائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لیجانے کا تھا واپس کیوں فرما رہے ہیں لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لئے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا فرمایا کہ میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا فرمایا قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہو گی فتاویٰ میں لکھدوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔

حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی معجزے ہیں جو کرامات اولیاء کے عنوان سے آپ کی امت کے اولیاء سے ظاہر ہوئے اور ہوتے

ہیں بلکہ اکابر علماء اہل سنت و مشائخ باعظمت تو فرماگئے ہیں کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی اور انکی دینی و ملی خدمات کا گہری و تحقیقی نظر سے جائزہ لیا جائے تو ان کی ذات اللہ کی ایک عظیم آیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ نظر آتی ہے۔ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر چل رہا ہے بلاشبہ ان کی ذات والا صفات بھی خلفاء راشدین اور صحابہ کبار کے بعد ایک آیت الٰہیہ اور معجزہ مصطفویہ نظر آتی ہے۔

عورت کی آدھی دیت:

قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں کئی ایک حدیثیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں (قاضی شریح) نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ دیت کی تہائی تک عورت اور مرد برابر ہیں اس کے بعد عورتوں کی دیت آدھی ہے۔(۱)

مطلب یہ ہے کہ زخموں میں 'اعضاء میں' عورت اور مرد کی دیت برابر ہے یعنی کہ اگر عورت کے ایسے کئی ایک اعضاء کٹ گئے جن کی مجموعی دیت مرد کی نصف دیت سے کم ہے تو اس میں مرد و عورت کی دیت ایک جیسی یعنی برابر ہوگی جب نصف تک پہنچے گی تو عورت کی دیت وہاں سے اوپر (جان تک) مرد کی دیت کے نصف کے برابر ہوگی۔ گویا اعضاء کی دیت میں مرد و عورت میں کوئی

(۱) اخبار القضاۃ ۱/ ۲۰۴

فرق نہیں جب تک کہ عورت کے اعضاء کی دیت مرد کی دیت کے نصف یعنی پچاس اونٹ یا ان کی قیمت کو نہ پہنچے اور اگر پہنچے تو نصف ہوگی اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔(۱)

قرض کا ثواب:

قرض دینا ثواب ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب تک قرض واپس نہ آجائے اس وقت قرض دینے والے کو اتنی رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مَا اقْتَرَضَ رَجُلٌ اِلاَّ کَانَ الْمُقْرِضُ اَعظَمَ اَجرًا مِنَ الْمُقْتَرِضِ وَاِن اَحْسَنَ الْقَضَاءَ(۱)

کوئی بھی شخص کسی کو قرض دے قرض لینے والے کے مقابلہ میں قرض دینے والے کو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ اگرچہ قرض لینے والا خوبصورتی سے قرض لوٹادے۔

قرض کا ضابطہ شرعیہ:

یاد رہے کہ قرض کا ایک شرعی ضابطہ ہے وہ یہ ہے کہ قرض مجبوری اور شدید ضرورت کے وقت لیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر زندگی گذارنا یا ضرورت کا پورا ہونا ممکن ہی نہ ہو ایسی صورت میں ایک مجبور انسان کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے قرض لینا بھی ثواب اور ایسے شخص کو قرض دینا بھی ثواب ہے مگر قرض

(۱) اخبار القضاۃ ۱/ ۲۰۴۔ بدائع الصنائع ۷/ ۲۵۴

دینے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارے ملک کا خزانہ ضرور تمندوں کو قرض نہیں دیتا البتہ کروڑ پتیوں کو قرض دیتا ہے جو زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کے شوق میں قرض لیتے ہیں۔

پھر عجیب تماشا یہ ہے کہ وہ یا تو اپنے اثر ورسوخ سے یا پیسوں کے با اختیار افراد کو رشوت دے کر قرض معاف کرالیتے ہیں اور اس رقم سے کچھ رقم خرچ کر کے فیکٹری بنالیتے ہیں جبکہ اکثر رقم کھا جاتے ہیں کچھ اپنی جائیدادیں بنالیتے ہیں لینڈ کروزر اور پیجارو وغیرہ گاڑیاں اور کوٹھیاں اور زمینیں خرید لیتے ہیں اور وہ فیکٹری بیچ کر اس کا قرضہ خریدار کے ذمہ ڈال کر بیچ میں سے خود نکل جاتے ہیں۔ پاکستان کو یہی لوگ کھا رہے ہیں 'لوٹ رہے ہیں' تباہ وبرباد کر رہے ہیں اقتدار پر آنے والا گروہ خود بھی یہی کرتا ہے اور اپنے پیاروں کو بھی یہی سکھاتا ہے اور ان سے یہی کام کراتا ہے۔

اسمیں وزیروں 'مشیروں اور اسمبلیوں کے ممبروں کے نام سر فہرست ہیں پھر ان کے عزیز واقارب اور احباب وتعلقداروں کے نام ہیں۔ ان حالات میں پاکستان کا اللہ ہی حامی وناصر ہو۔

مجتہد سے خطا ہو سکتی ہے:

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا

"اِذَا حَکَمَ الحَاکِمُ فَا جتَہَدَ فَاَ خطَاءَ فَلَہٗ اَجرُ وَاحِدُ وَاِذَا حَکَمَ فَا جتَہَدَ فَاَصَابَ فَلَہٗ اَجرَانِ"

(ترجمہ) جب حاکم فیصلہ کرے اور دلیل کو پانے کی پوری کوشش کرے پھر بھی وہ دلیل سے چوک جائے اس کے لئے ایک ثواب ہے۔

اور جب حاکم فیصلہ کرے پھر دلیل کو پانے کی پوری پوری کوشش کرے اور دلیل کو پالے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔

سنن الدار قطنی للامام علی بن عمر الدار قطنی ۳۸۵ھ ۴/۲۱۱

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی سند میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو فریق اپنا مقدمہ لائے آپ نے ان کا مقدمہ سنا اور اسی وقت فیصلہ دیدیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ حضرت عمرو بن عاص نے میرے خلاف فیصلہ دیا ہے میرے نزدیک ان سے خطا ہوئی ہے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اِذَا قَضَی القَاضِیُ فَاجتَہَدَ فَاَصَابَ فَلَہٗ عَشرَۃُ اُجُورٍ وَاِذَا اجتَہَدَ فَاَخطَاَ کَانَ لَہٗ اَجرٌ اَو اَجرَانِ"(۱)

(ترجمہ) جب قاضی فیصلہ کرے اور دلیل کو پانے کی پوری پوری کوشش کرے پھر دلیل کو پالے تو اسے دس ثواب ملیں گے اور جب پوری پوری کوشش کرے پھر دلیل سے چوک جائے تو اس کے لئے ایک یا دو ثواب ہیں۔

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۸۷

تطبیق:

سوال یہ ہے کہ سنن دار قطنی والی حدیث میں حق کو پانے والے کے لئے دو ثواب اور حق سے چوک جانے والے کے لیے ایک ثواب بتایا گیا مگر امام احمد کی مسند والی حدیث میں دلیل کو پانے والے کے لئے دس ثواب اور نہ پاسکنے والے کے لئے ایک یا دو ثواب دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ ایک قاعدہ ہے کہ تھوڑے عدد کے ذکر سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر زید کے پاس دس روپے ہیں کوئی کہے کہ زید کے پاس دو روپے ہیں بلاشبہ اسکی یہ بات درست ہوگی کیونکہ جس کے پاس دس ہیں اس کے پاس دو بھی ہیں کیونکہ اس میں زیادہ کی نفی (انکار) نہیں ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے مجتہدین کے لئے پہلے دلیل کو پانے والوں کے لئے دو ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہوگی اور دلیل سے چوک جانے والوں کے لئے ایک ثواب کی لیکن بعد میں اللہ تعالٰی نے امت مجتہدین پر مزید لطف و کرم فرماتے ہوئے ثواب میں اضافہ فرمادیا کہ دلیل کو پانے والوں کے لئے دس ثواب اور نہ پاسکنے والوں کے لئے دو ثواب۔ واللہ اعلم۔

خطا سے مراد:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق یہ ہے کہ تمام آئمہ مجتہدین حق پر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہر امام کا قول حق ہے اور ہر مجتہد مصیب ہے اور کسی بھی امام کے قول پر عمل عین شریعت مطہرہ پر عمل ہے کہ

شریعت مطہرہ کے تین سو ساٹھ راستے ہیں۔ (الطبرانی کمافی المیزان) تو پھر حدیث میں جو خطا کا لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ امت مسلمہ کے تمام مجتہدین اور تمام فقہاء دین متین حق پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ہر عالم، فقیہ و مجتہد حق پر ہے اور مصیب ہے اور ہر فقیہ کے قول پر عمل عین حضور ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل ہے اور بلاشبہ شریعت مطہرہ کے تین سو ساٹھ راستے ہیں اور مجتہدین میں سے ہر مجتہد شریعت کے کسی نہ کسی راستہ پر چل رہا ہے خواہ وہ مجتہد صحابہ میں سے ہوں یا مابعد زمانہ کے ہوں جن میں سے بعض کا ذکر خیر امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، سیدہ عائشہ صدیقہ (حضرت قاضی شریح) حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام داؤد، امام لیث، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ، امام محمد بن جریر طبری، عمر بن عبدالعزیز، امام اعمش، امام اسحاق اور امام شعبی رضی اللہ عنہم۔ (المیزان ۱/۱۹۴)

ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے مجتہدین ہیں غرضیکہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے مطابق جسمیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا پڑھنا مگر دیر سے چلنے کی وجہ سے عصر کی نماز کا وقت راستہ میں ہو گیا اور صحابہ میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ نماز عصر راستہ میں پڑھ لی جائے بعض نے کہا وہاں جا کر قضا پڑھی جائے تا کہ حضور

ﷺ کے فرمان پر عمل ہو اور کچھ نے وہاں جاکر قضا پڑھی واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ عرض کیا گیا آپ نے فرمایا "کِلاَ کُمَا عَلیٰ خَیْرٍ" کہ تم دونوں نے ٹھیک کیا۔ (صحیح بخاری)

اور اس حدیث کے مطابق کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بات پر عمل کرو گے ہدایت پاؤ گے اور فرمایا کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے تو اگر سب کو حق پر نہ مانا جائے اور سب کو مصیب نہ مانا جائے تو ان میں اختلاف رحمت نہ ہوا لہٰذا احادیث میں جو خطا کا لفظ آیا ہے امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ، امام محمد بن حزم ظاہری رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف سے اس کا جواب نقل فرماتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِالْخَطَاءِ هٰنَا عَدَمُ مُصَادَفَةِ الدَّلِیْلِ كَمَا تَقَدَّمَ لاَ الْخَطَاءُ الَّذِیْ یُخْرِجُ صَاحِبَهٗ عَنِ الشَّرِیْعَةِ اِذْ لَوْ خَرَجَ بِهٖ عَنِ الشَّرِیْعَةِ لَمْ یَحْصُلْ لَهٗ بِهٖ اَجْرٌ (المیزان الکبریٰ ۱/۱۷۴) کہ اس سے مراد مجتہد کا دلیل کا نہ پاسکنا ہے نہ وہ خطا جس کے ذریعے وہ شریعت سے باہر ہو جائے کیونکہ اگر وہ اس خطا کے ذریعے شریعت سے باہر ہو جاتا ہوتا تو اس کے لئے کوئی اجر و ثواب نہ ہوتا۔

دلیل سے مراد:

رہا یہ سوال کہ اس دلیل سے مراد کونسی دلیل ہے جسے کوئی مجتہد نہ پانے کیوجہ سے خطا کا مرتکب سمجھا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل سے مراد عنداللہ وہ دلیل ہے جو اس کو مل جاتی تو وہ شریعت کے احسن پہلو کو پالیتا جس پر وہ

دس اجر کا مستحق ہوتا۔ تمام پہلو شریعت ہی کے ہیں احسن بھی اولیٰ بھی حسن بھی مستحب اور مباح بھی۔

قاضی شریح کی خطا:

مجتہدین کے صواب و خطا کا تذکرہ تو ایک ضمنی مفید گفتگو تھی اب آمدم بر سر مطلب جو کہنا چاہتا تھا وہ یہ کہ قاضی شریح کعبہ معظمہ کا طواف کررہے تھے اس دوران ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا کہ یہ ایک مقدمہ ہے اس کا فیصلہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اس طرح ہوگا اس نے عرض کی مجھے اس گھر (کعبہ معظمہ) کے رب کی قسم آپ نے میرے مقدمہ کا فیصلہ اس کے برعکس کر کے میرے خلاف کر دیا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا کر اس سے فرمایا کہ

"لَئِنْ رَاَیْتَ اَنِّیْ لاَ اُخْطِیءُ لَبِئْسَ مَارَاَیْتَ" (۱)

(ترجمہ) اللہ کی قسم! اگر تم نے میرے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں فیصلہ کرنے میں خطا نہیں کر سکتا تو تم نے بہت برا سمجھ رکھا ہے۔

فوائد:

اس واقعہ سے ہمیں کئی ایک فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ مجتہد سے، قاضی و جج سے فیصلہ کرنے میں خطا بھی ہوسکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی جج یا قاضی کو کبھی بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس سے خطا نہیں ہوسکتی۔ تیسرا یہ کہ قاضیوں اور ججوں کو متواضع و منکسر مزاج ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہئے کہ

(۱) اخبار القضاۃ ۱/۲۱۲

ضرورت مند ان سے بے تکلفی کے ساتھ ملاقات کر سکے اور کوئی ضروری بات کہنا چاہے تو کہہ سکے۔

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں یہ کہنا کہ میں خطا کر سکتا ہوں خطا کا اقرار نہ تھا کیونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر بالفرض ایسا ہی ہو جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو مجھ سے خطا ہو سکتی ہے۔ لیکن تم پر اس فیصلہ پر عمل کرنا لازم ہے۔

مدعی اور مدعی علیہ سے برابر سلوک:

قاضی شریح رضی اللہ عنہ اپنی عدالت میں بیٹھے مقدمہ کی سماعت فرما رہے تھے اس دوران اشعث بن قیس صحابی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آگئے تو حضرت قاضی شریح نے اٹھ کر انہیں خوش آمدید فرمایا اور فرمایا آیئے ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار انہیں اپنے ساتھ بٹھایا اس دوران آپ نے اپنے سامنے ایک شخص کو بیٹھا دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اے بندہ خدا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے عرض کی کہ میں ایک مقدمہ آپ کے پاس لایا ہوں۔ جس میں میں مدعی ہوں اور میرا فریق (مدعی علیہ) اشعث بن قیس آپ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ آپ نے اشعث بن قیس سے فرمایا کہ ہماری آپ کی دوستی ایک طرف آپ محترم ہیں مگر اس وقت آپ مدعی علیہ ہونے کی حیثیت سے میرے سامنے آکر پیش ہوں اور مدعی کے ساتھ برابر کھڑے ہوں انہوں نے اس کا برا منایا اور وہاں سے اٹھ کر فریق مقدمہ (مدعی) کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھنے لگے اور کہا کہ میں یہاں بیٹھا رہوں گا آپ مقدمہ کی سماعت کیجیے

حضرت قاضی شریح کو غصہ آگیا تو اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جناب والا کھڑے ہوں اس سے پہلے کہ آپ کو کھڑا کیا جائے آخر وہ اٹھے اور مدعی کے ساتھ سامنے آکر پیش ہو گئے۔ اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ جج کو اور منصف کو مقدمہ کے دونوں فریقوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا چاہیے بلاشبہ انصاف کے تقاضے پورے کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

ماہانہ وظیفہ

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ قضاً کا پانچ سو درہم ماہانہ وظیفہ لیتے تھے۔(۱)

قاضی کو مشورہ بھی لینا چاہیے:

ہمارے ہاں جج حضرات کسی اہل علم سے مشورہ لینے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اس لئے ان کے مقدمات بھی سالہا سال چلتے رہتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے۔

"فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (الانبیاء ۷)

اگر تم نہیں جانتے تو قرآن و سنت جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو۔

مشورہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا مشورہ بھی ان سے کرو جو قرآن و سنت کا علم رکھتے ہوں۔ اگر ہمارے ملک کے جج حضرات ایک دوسرے سے یا علماء دین سے مقدمات کے بارے میں رائے لے لیا کریں تو مشکلات جلدی آسان ہوں۔

(۱) اخبار القضاۃ ۱/۲۲۷

حضرت قاضی شریح اسقدر بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے مقدمات کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔(۱)

قاضی شریح کا قول ایک دلیل شرعی ہے:

امام شمس الآئمہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب "المبسوط" میں لکھتے ہیں۔

وَيَسْتَقِيْمُ الْاِحْتِجَاجُ بِقَوْلِ شُرَيْحٍ فِيْ هٰذَا وَنَحْوِهٖ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَلَّدُوْهُ الْقَضَآءَ وَسَوَّغُوْا لَهُ الْمُزَاحَمَةَ مَعَهُمْ فِي الْفَتْوٰى اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ خَالَفَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ رَدِّ شَهَادَةِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔(۲)

(ترجمہ) اور حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے قول کو شرعی مسائل میں دلیل شرعی ٹھہرانا درست ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں فیصلے کرنے کی ذمہ داری سونپی اور ان کی اس بات کو برداشت کیا کہ وہ فتوی میں ان کی مخالفت کریں کیا آپ یہ بات (نہیں جانتے کہ اور کتابوں کی لکھی) نہیں دیکھتے کہ قاضی شریح نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں) قبول نہ کی۔

مطلب یہ کہ قاضی شریح کے علمی مقام کا صحابہ کبار (بڑے بڑے صحابہ) کو بھی اعتراف تھا اسلئے وہ قاضی شریح کے فیصلوں کا احترام فرماتے تھے۔

(۱) اخبار القضاۃ ۲/۲۲۹

(۲) المبسوط ۱۱/۱۸

امام ابو حنیفہ اور قاضی شریح:

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سید امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی کئی ایک مسائل میں حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع فرمایا مثال کے طور پر اگر ایک شخص لاپتہ ہو گیا اس کے پیچھے اسکی بیوی ہے اس کے پاس مال بھی نہیں کہ جس سے اسکی بیوی گذارہ کرے اب اسکی بیوی قاضی کی عدالت میں کہتی ہے کہ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں اپنے خاوند کے آنے تک قرض لے کر گذارہ کروں اور وہ قرض میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا۔ کیا قاضی اسے ایسا کرنے کی اجازت دے یا نہ دے؟ حضرت قاضی شریح کا فیصلہ ہے کہ قاضی اسے اسکی اجازت نہ دے کہ وہ قرض اٹھائے جو خاوند کے ذمہ واجب الادا ہو اگر اٹھائے تو وہ اسکی ادائیگی کی خود ذمہ دار ہوگی خواہ اپنی طرف سے ادا کرے یا خاوند سے ادا کرائے لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پہلے فرماتے تھے قاضی اسکی بیوی کو قرض لینے کی اجازت دیدے۔

"ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى قَوْلِ شُرَيْحٍ وَقَالَ لَا يُجِيْبُهَا اِلٰى ذٰلِكَ" (۱)

ترجمہ:۔ پھر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کو ترک کر کے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کے فرمان کی طرف رجوع فرمایا کہ قاضی اسے اجازت نہ دے۔ (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جب اسے یہ خیال ہوگا کہ اس قرض کی ادائیگی تو اس کے خاوند کے ذمہ ہوگی تو بلا ضرورت وہ بھی خرچ کر ڈالے گی اور باربار قرض اٹھائے گی)

(۱) المبسوط

فہرست قرآن، احادیث، اقوال، اشعار اعلام، اماکن، ماخذ و مصادر

قرآن

احادیث

اقوال

اشعار

اعلام

۱	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۲	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۳	عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۴	عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۵	علی المرتضی رضی اللہ عنہ	۶	امیر معاویہ
۷	عبداللہ بن مسعود	۸	عبدالرحمن بن ابی بکر
۹	عبداللہ بن زبیر	۱۰	علی بن عبداللہ
۱۱	عبداللہ بن معاویہ	۱۲	عبداللہ بن عمر
۱۳	عمر بن عبدالعزیز	۱۴	عمرو بن العاص
۱۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۶	امام ابن سیرین
۱۷	حسان بن ثابت	۱۸	ابو حنیفہ امام اعظم
۱۹	امام مالک	۲۰	امام شافعی
۲۱	امام احمد بن حنبل	۲۲	حضرت عطاء
۲۳	امام بخاری	۲۴	امام لیث
۲۵	امام سفیان ثوری	۲۶	امام سفیان بن عیینہ
۲۷	امام اعمش	۲۸	امام اسحاق
۲۹	اشعث بن قیس	۳۰	امام محمد بن حزم طاھری
۳۱	امام محمد بن جریر طبری	۳۲	امام داؤد
۳۳	حضرت علقمہ	۳۴	حضرت مجاھد

۳۵	امام ثوری	۳۶	ابو اسحاق
۳۷	حجاج بن یوسف	۳۸	امام شعبی
۳۹	امام ابراھیم نخعی	۴۰	تمیم بن سلمہ
۴۱	یحیی بن معین	۴۲	امام احمد بن علی الاباء
۴۳	لبید	۴۴	قیس بن ابی حازم
۴۵	مرة الطیب	۴۶	ابو نعیم
۴۷	ام داؤد والشبیہ	۴۸	امام عبیدہ
۴۹	ابن عساکر	۵۰	ابو وائل
۵۱	کعب بن سور بن بکر الازدی	۵۲	ھبیرہ بن مریم
۵۳	ابن حجر مکی	۵۴	ابوالمعتمر بن اوس
۵۵	جاریہ بن قدامہ السعدی	۵۶	ابن ابی خالد
۵۷	حضرت مکحول	۵۸	سوار بن سعید
۵۹	حضرت مغیرہ	۶۰	حافظ منذری
۶۱	امام اصمعی	۶۲	ابن القیم الجوزیہ
۶۳	عبدالرزاق صنعانی	۶۴	حضرت واصل
۶۵	ابو عیینہ	۶۶	امام قرطبی
۶۷	شمس الدین سرخسی	۶۸	امام قرطبی
۶۹	ابن ابی یعلی	۷۰	امام حسن بن حی
۷۱	امام ہیثم	۷۲	ملا علی القاری

۷۳ امام رزین سر قسطی ۷۴ امام ابن الربیع یحیٰ بن ربیع

۷۵ امام وکیع محمد بن خلف بن حیان ۷۶ امام حسن

۷۷ قنبر ۷۸ عبدالوھاب

۷۹ علی بن عمر الدار قطنی ۸۰ احمد رضا خانصاحب بریلوی

۸۱ مولانا امجد علی ۸۲ مولان حشمت علی

۸۳ مولانا محمد حسین میر ٹھی ۸۴ ظفر الدین بھاری

۸۵ وصی احمد محدث سورتی ۸۶ مصطفیٰ رضا خانصاحب بریلوی

۸۷ سید ایوب علی

اماکن

۱ مدینہ منورہ ۲ یمن ۳ ایران

۴ فارس ۵ کوفہ ۶ دمشق

۷ بصرہ ۸ اصبہان ۹ رجبہ

۱۰ حمام اعین ۱۱ پیلی بھیت

ماخذ و مصادر

نام کتاب	مصنف کا نام	سن وفات
صحیح بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱

نام کتاب	مصنف کا نام	سن وفات
سنن ابو داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۳
المصابیح الجامع لاحکام القرآن	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۷۱
سنن الدار قطنی	علی ابن عمر الدار قطنی	۳۸
المصنف العبد الرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
الترغیب والترھیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
التاریخ الکبیر للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
البدایہ والنہایہ	اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی	۷۷۴
الاصابۃ فی تمیز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴
اسد الغابۃ	عزالدین بن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری	۶۳۰

حضرت امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

فہرست امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی "علی بن حسین بن علی المرتضیٰ" ہے یعنی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پوتے قریشی ہاشمی ہیں۔ زین العابدین (عبادت گزاروں کی زینت) کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی "سلامہ سلافہ" (سلامت) شاہ ایران یزدگرد کی شہزادی "شہربانو" ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیز (باندی۔ لونڈی) تھیں۔ انہیں غزالہ بھی کہا جاتا ہے۔ امام حسین کی شہادت کے بعد آپ کے غلام زبیر نے ان سے نکاح کیا، جس سے عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ ایران کے آخری بادشاہ "یزد جرد (یزدگرد) کی تین بیٹیاں تھیں جو ایران کے فتح ہونے کے موقع پر مال غنیمت میں آئیں۔ ایران سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا حضرت عمر نے ان میں سے ایک امام حسین رضی اللہ عنہ کو دی جس کا نام "سلامہ سلافہ" (شہربانو) تھا جس سے حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر کو ملی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے تیسری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد کو ملی جس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے جو اپنے زمانہ کے عظیم عالم قرآن وسنت تھے۔ اسی طرح حضرت سالم بھی عظیم الشان عالم تھے۔ آپ کو "علی اصغر" بھی کہا جاتا ہے آپ کے بڑے بھائی علی اکبر تھے جو اپنے

والد سیدنا امام حسین کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ اور چھوٹے شیر خوار جو شہید ہوئے ان کا نام علی اصغر نہیں "عبداللہ" تھا۔(۱)

پیش گوئی مصطفیٰ ﷺ

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں ان کے پاس امام زین العابدین تشریف لے آئے۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ان کے باپ حضرت امام حسین بن علی آئے تو حضور ﷺ نے انہیں ساتھ ملا لیا اور چوما اور اپنے پہلو میں بٹھایا پھر فرمایا کہ میرے اس بیٹے کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام "علی" ہوگا جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش میں سے آواز آئیگی "لِیَقُمْ سَیِّدُ الْعَابِدِیْنَ" کہ عبادت گزاروں کے سردار کھڑے ہوں تو وہ کھڑا ہوگا۔(۲)

ایثار سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام زمخشری نے "ربیع الابرار" میں لکھا ہے کہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا۔ مال غنیمت میں شاہ ایران (یزدگرد) کی تین بیٹیاں جو نوشیرواں عادل بادشاہ ایران کی پوتیاں تھیں، لائی گئیں اور جس قدر عورتیں مال غنیمت میں آئیں سب کو بیچا گیا تا کہ ان کی رقوم بیت المال میں جمع کرائی جائیں۔ حضرت عمر نے ان تینوں شہزادیوں کے بیچنے کا بھی حکم دیا تو

(۱) (البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۹)

(۲) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۷/۲۳۴

آپ کو مشورہ دیا گیا کہ یہ تینوں بہنیں ایران کے مشہور عادل بادشاہ نوشیرواں کے بیٹے کی شہزادیاں ہیں ان کو عام لونڈیوں کے ہمراہ بیچنے کی جائے علیحدہ کر کے بیچا جائے اس سے ایک ان کی عزت افزائی ہو گی' دوسرا رقم بھی زیادہ ملے گی۔ چنانچہ آپ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جو ان کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگائے گا یہ اسے دی جائیں گی۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ قیمت دے کر تینوں کو خرید لیا۔ اور ان میں سے ایک اپنے صاحبزادے امام حسین علیہ السلام کو' ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ اور ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد کو تحفے میں دی ان میں سے امام حسین کے کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین اور عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سالم اور محمد کے بیٹے قاسم پیدا ہوئے' یہ تینوں خالہ زاد بھائی ہیں اور تینوں ایسے عالم ہوئے کہ ان کے زمانہ میں ان کی کوئی مثل نہ تھا۔ (۱)

سبق:

اس واقعہ سے ایک سبق تو یہ ملا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بہت ہی عقیدت و محبت تھی اس لیے ان کے صاحبزادوں کو ایسا ہی قیمتی اور انمول تحفہ دیا جیسا کہ اپنے صاحبزادے کو عطا فرمایا۔ دوسرا یہ سبق ملا کہ ان پاک ہستیوں یعنی حضرت علی' حضرت عمر' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے درمیان جو خلافت کے جھگڑے مشہور کئے گئے ہیں وہ سراسر غلط اور صحابہ اور اہل بیت کے دشمنوں کی پھیلائی ہوئی جھوٹی کہانیاں

(۱) نور الابصار ص ۱۳۹

ہیں۔ تیسرا سبق یہ ملا کہ ہمارے اسلاف میں نفسہ نفسی (پہلے میں) والی بات نہ تھی وہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دے کر سکون و اطمینان محسوس کرتے تھے۔ در اصل ہمارے اسلاف و بزرگان نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کو ہی اپنی منزل مقصود بنا رکھا تھا اور وہ ہر اس بات پر عمل کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ سے انہیں پہنچتی تھی۔ اسی تعلیم کا ہی یہ ایک حصہ ہے " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا " کہ ایک دوسرے کو ہدیے دیا کرو اس سے تمہاری باہمی محبت بڑھے گی (بیہقی ۶/۱۶۹) اور فرمایا "تَهَادَوْا اِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ" یعنی آپس میں ہدیوں کا تبادلہ کیا کرو کیونکہ ہدیہ سینہ کے بغض و کینہ کو مٹا دیتا ہے (کنز العمال حدیث نمبر ۱۵۰۵۹) اس لیے ہمارے اسلاف آپس میں ہدیوں کے خوب تبادلے کرتے تھے۔ پھر ضروری نہیں کہ ہدیہ کا تبادلہ برابری کی سطح پر ہو ہر شخص اپنی حیثیت کا ہی ہدیہ دے اور جس کے پاس کچھ دینے کو نہ ہو وہ ہدیہ دینے والے کو دعائے خیر ہی دے دے۔ ؎

عطا اسلاف کا جذب دروں کر۔ شریک نصرۃ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں۔ میرے مولیٰ مجھے صاحب جنوں کر

علم حدیث:

آپ نے اپنے والد امام حسین' اپنے چچا امام حسن' حضرت جابر' حضرت ابن عباس' حضرت مسور بن مخرمہ' ابو ہریرہ' حضرت صفیہ و حضرت عائشہ' حضرت ام سلمہ (امہات المؤمنین) سے علم حدیث حاصل کیا۔

پھر آگے ان سے ان کے صاحبزادے (۱) زید بن علی بن حسین (۲)

عبید اللہ بن زید (۳) عمر (۴) ابو جعفر محمد بن علی بن باقر (۵) زید بن اسلم (۶) طاؤس جو ان کے ساتھیوں میں سے بھی ہیں (۷) امام زھری (۸) امام یحییٰ بن سعید الانصاری (۹) ابو سلمہ جو ان کے ساتھیوں میں سے بھی ہیں' انہوں نے اور ان حضرات کے علاوہ کئی ایک اور علماء و فقہاء و محدثین نے بھی ان سے علم حدیث و تفسیر و فقہ حاصل کیا۔

میدان کربلا میں:

سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اور بیمار تھے اس وقت آپ کی عمر تیئس سال تھی کم عمر بھی تھے اور بیمار بھی تھے اس لیے آپ کو شہید نہ کیا گیا۔

اللہ نے بچالیا:

قافلہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم جب کربلا سے عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ لے جایا گیا تو عبید اللہ بن زیاد نے آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے اسے اس ناپاک ارادہ سے باز رکھا اور آپ کو بچالیا۔ پھر یہ قافلہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم جب کوفہ سے دمشق (ملک شام) یزید کے پاس لے جایا گیا تو یزید نے بھی آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اس ناپاک ارادہ سے باز رکھا۔

ہیبت و رعب:

پھر اللہ تعالیٰ نے یزید کے دل میں حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ کی کچھ ایسی ہیبت اور رعب ڈالا کہ اس کے بعد وہ آپ کا

احترام کرنے لگا اور آپ کو اپنے ہمراہ بٹھاتا تھا اور آپ کو جب تک اپنے ساتھ کھانے پر نہ بٹھاتا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ پھر اس نے آپ کو قافلہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ مدینہ منورہ میں آپ کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ اور کیوں نہ کیا جاتا کہ آپ اولادِ مصطفیٰ ﷺ میں سے تھے اور صحابہ کرام و دیگر مسلمانوں کے نزدیک آپ نہ صرف محبوب بلکہ محبوب تر تھے۔

سیاسی بصیرت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی علوم کے ساتھ سیاسی بصیرت بھی وافر عطا فرمائی تھی بڑے بڑے لوگ آپ سے ہر قسم کے مشورے لیتے تھے حتیٰ کہ جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے آپ سے دمشق تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لے گئے تو اس نے آپ سے امور سلطنت سے متعلق کئی ایک مشورے لیے اور آپ نے اس کی راہنمائی فرمائی۔

علم و تقویٰ:

امام زھری فرماتے ہیں "مَارَأَيْتُ قُرَشِيًّا اَوْرَعَ مِنْهُ" میں نے قریش میں ان سے بڑھ کر پرہیزگار نہیں دیکھا۔

امام واقدی لکھتے ہیں کہ

كَانَ مِنْ اَوْرَعِ النَّاسِ وَاَعْبَدِهِمْ وَاَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

کہ امام زین العابدین اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر پرہیزگار' عبادت گزار اور اللہ کا خوف رکھنے والے تھے۔

عمامہ:

آپ سفید عمامہ (پگڑی شریف) باندھتے تھے اس کا شملہ پیچھے پیٹھ مبارک کے درمیان چھوڑتے تھے (مختصر تاریخ دمشق ۲۳۰/۱۷) بلاشبہ سفید عمامہ ہی سنت نبوی ہے اگرچہ کسی بھی رنگ کا عمامہ جائز ہے مگر افضل سفید ہے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابو محمد اور ابو عبداللہ تھی۔

ثقہ:

امام محمد بن سعد واقدی لکھتے ہیں کہ

"كَانَ ثِقَةً مَأمُونًا كَثِيرَ الْحَدِيثِ عَالِيًا رَفِيعًا وَرِعًا"

کہ آپ معتبر، امانت والے، بہت سی حدیثوں کے حافظ، بلند مرتبہ اور بلند درجہ والے بڑے پرہیزگار تھے۔

بے مثل شخصیت:

حضرت سعید بن مسیب، زید بن اسلم، مالک اور حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ

لَمْ يَكُنْ فِى اَهْلِ الْبَيْتِ مِثْلُهُ

اھل بیت میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔

یعنی آپ اپنے زمانہ کے بے مثل شخصیت تھے۔ ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

اولاد و نسل:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل شریف امام زین العابدین کے ذریعے ہی چلی آرہی ہے آپ کی بیوی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام عبداللہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ کے چودہ بچے تھے ان میں سے دس بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں آپ کی ایک بیوی ام عبداللہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہا اور پانچ لونڈیاں تھیں۔ اس بیوی میں سے آپ کے ایک صاحبزادے حضرت امام باقر تھے جنہیں ابو جعفر صادق بھی کہتے ہیں اور ایک لونڈی میں سے حضرت زید و عمر تھے دوسری لونڈی میں سے عبداللہ و حسن و حسین تین بیٹے، تیسری لونڈی میں سے بھی حسین اصغر، عبدالرحمٰن اور سلیمان تین بیٹے تھے اور چوتھی لونڈی میں سے علی و خدیجہ یعنی ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور پانچویں لونڈی میں سے فاطمہ، علیہ اور ام کلثوم تین بیٹیاں تھیں۔ (نور الابصار ۱۴۲) آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھ کر آنے والی نسلوں پر واضح کردیا کہ ہم اہل بیت عمر نام سے محبت رکھتے ہیں کہ یہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

حسن اخلاق

انسان کی اچھی عادتوں کو حسن اخلاق کہتے ہیں۔ اخلاق حسنہ کے معنی ہیں اچھی عادتیں۔ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا خَيْرُكُمْ فِى الْإِسْلَامِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا إِذَا فَقِهُوا (مسند امام احمد ۴۸۱/۲) کہ اسلام میں تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کی عادتیں اچھی ہوں جب کہ وہ شریعت کا علم سیکھیں۔

اور اچھی عادتوں میں حوصلہ' بردباری' وفاداری' اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کمالِ محبت' ان کے احکام کی اطاعت کا بھرپور جذبہ' نیکی سے لگاؤ' برائی سے نفرت' قرآن و نماز و دین سے محبت و عقیدت' خدمت خلق کا جذبہ' لوگوں سے محبت سے پیش آنا' اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے کسی کو ایذاء و تکلیف نہ پہنچانا بڑی اہمیت کی حامل خوبیاں ہیں۔ کوئی مسلمان ایک مکمل اور کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں یہ خوبیاں جمع نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت (قرآن و سنت) کے علم والے جب اپنی عادتیں رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع کرلیں تو سب سے بڑے درجے والے لوگ ہو جاتے ہیں۔

اے پسر دانی کہ حسن خلق چیست — سیرت مصطفیٰ را گیری زیست

(مثنوی قادری)

یعنی اے بیٹے! تمہیں معلوم ہو کہ حسن خلق کیا ہے؟ حسن خلق مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔

تعظیم و تکریم علم و علماء

حضرت امام زین العابدین جو خانوادۂ مصطفیٰ ﷺ کے ایک عظیم الشان چشم و چراغ تھے ان کو علم کا کس قدر شوق تھا اور وہ اپنے اساتذہ کا کس قدر ادب کرتے تھے آپ کے اساتذہ میں سے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ ان کا بہت ادب کرتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ ایک عظیم عالم

امام مالک فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک عظیم الشان عالم حضرت

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہم تھے جو محدث مدینہ منورہ امام عون بن عبد اللہ بن عتبہ کے بھائی تھے اور دونوں کے دادا حضرت عتبہ بن مسعود برادر حضرت عبد اللہ بن مسعود تھے رضی اللہ عنہما۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ و ابوہریرہ و ابن عباس و ابن عمر و ابو سعید خدری ایسے جلیل القدر صحابہ کرام سے علم حدیث پڑھا۔ اور مدینہ منورہ کے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں اور آپ کا ۹۸ھ میں وصال ہوا۔(۱)

علم حاصل کرنے والوں کو مشقت اٹھانا چاہیے

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ' نماز بہت لمبی پڑھتے تھے اگر کوئی آپ کو ملنے کے لیے آتا خواہ وہ کتنا ہی بڑے درجے والا کیوں نہ ہو تا اس کے لیے نماز میں اختصار یا تخفیف نہیں فرماتے تھے حضرت امام زین العابدین آپ سے علمی فیض لینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ جاننے کے باوجود کہ خانوادۂ رسول ﷺ کے چشم و چراغ ان سے علم کا فیض لینے حاضر ہوئے ہیں' اپنی نماز میں کوئی تخفیف و اختصار نہیں فرماتے تھے جس کی وجہ سے شہزادۂ مصطفیٰ ﷺ کو کافی دیر ان کا انتظار کرنا پڑتا' کچھ لوگوں نے ان سے شکوہ کیا کہ خانوادۂ اہل بیت کی بھی آپ پروا نہیں کرتے آپ نے فرمایا۔

لَا بُدَّ لِمَنْ طَلَبَ هٰذَا الْاَمْرَ اَنْ يُّعْنٰى بِهٖ

یعنی جو علم کا طالب ہو اسے تکلیف اٹھانا ضروری ہے(۲)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۴۷۸

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۴۸۸'۴۷۸

طبقات امام ابن سعد ۵/ ۲۱۵۔۲۱۶

مختصر تاریخ دمشق ۱۷/ ۲۳۲

کسی عار کے بغیر ہر ایک سے علم حاصل کریں

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ علم کی تلاش و جستجو میں کسی طرح کا شرم یا عار محسوس نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی اپنی خاندانی عظمت وشان کو حصول علم میں حائل ہونے دیتے آپ نے اپنے عمل سے مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت چھوڑی ہے کہ کسی عار وشرم کے بغیر ہر ایک سے علم حاصل کریں یہ نہ دیکھیں کہ پڑھانے والا کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے اسلام میں خاندان کے مقابلہ میں علم و تقویٰ کو زیادہ شرف حاصل ہے۔

علم کا شرف خاندان کے شرف سے اوپر ہے

قرآن وسنت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ علم کی شان نسب کی شان سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عالم غیر سید' سیدہ خاتون سے شادی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسے جو علم کا شرف حاصل ہے وہ سیدہ خاتون کے نسب کے شرف سے اوپر ہے اور اسی لیے ایک عالم دین' بادشاہ کی بیٹی سے بھی شادی کر سکتا ہے کیونکہ بادشاہ کی جو عزت ووقار ہے وہ دنیا کے لحاظ سے ہے اور دنیا کا وقار واعزاز فانی ہے جب کہ عالم دین کی جو عزت ووقار ہے وہ علم دین کے اعتبار سے ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں رہنے والا اعزاز ووقار ہے چنانچہ فتاویٰ درمختار میں ہے

" شَرَفُ الْعِلْمِ فَوْقَ شَرَفِ النَّسَبِ وَالْمَالِ " کہ علم کی شان نسب اور مال کی شان سے بڑھ کر ہے۔ علامہ شامی نے فتاویٰ میں اس مسئلہ کو قرآن سے نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ " کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی نہیں

ہو سکتے لہذا کوئی کتنا ہی بڑے خاندان کا کیوں نہ ہو ایک عالم دین کے برابر نہیں ہو سکتا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

" اِنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ اَقْوٰى مِنْ شَرَفِ النَّسَبِ " کہ علم کی شان' نسب کی شان سے زیادہ قوی ہے (۳ / ۹۲۔ ۹۳) اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت وراہنمائی ہے جو گدی نشینوں اور پیروں کی غیر عالم اولاد کو علماء دین کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔

امام نافع بن جبیر کا سوال

امام نافع بن جبیر بن مطعم فقیہ" ۹۹ھ نے امام زین العابدین سے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کی صحبت میں جا بیٹھتے ہیں جو آپ سے بہت ہی کم درجہ کے لوگ (غلام) ہیں آپ نے فرمایا نہیں میں تو ان لوگوں کی صحبت میں جا بیٹھتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے علم سے نواز کر بڑائی بخشی ہے جن کی صحبت کے فیضان سے مجھے علم دین میں اضافہ ونفع حاصل ہوتا ہے۔ بات یوں ہے کہ حضرت امام زین العابدین خانوادۂ مصطفیٰ ﷺ کے چشم وچراغ ہو کر علم دین کے حصول کے لیے غلاموں سے سیکھنے میں بھی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔

" وَكَانَ يُجَالِسُ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ " کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کی صحبت میں جا بیٹھتے اور کبھی ان کے بیٹے زید بن اسلم کی صحبت میں جا بیٹھتے تو ان سے کہا گیا کہ آپ تو "سید الناس" (لوگوں کے سردار ہیں) " تَجْلِسُ مَعَ هٰذَا الْعَبْدِ " اور اس غلام کے ہاں آکر بیٹھتے ہیں۔ آپ فرماتے " اِنَّمَا يَجْلِسُ الرَّجُلُ حَيْثُ يَنْتَفِعُ " کہ آدمی کو وہاں بیٹھنا چاہیے

جہاں اسے نفع حاصل ہو (اور دین کے علم سے بڑھ کر کون سا نفع ہو سکتا ہے) اور فرماتے ہیں۔

"اَلْعِلْمُ يُبْتَغٰى وَيُؤْتٰى وَيُطْلَبُ مِنْ حَيْثُ كَانَ" کہ علم ایک ایسی لازوال دولت ہے کہ انسان کو اس کی تلاش و جستجو کے لیے نکلنا اور علم والوں کے پاس چل کر جانا چاہیے خواہ علم کہیں ہو۔(۱)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ایک بڑے عالم وامام وحافظ القرآن والحدیث اور مفسر تھے۔ جنہوں نے علوم قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس سے حاصل کیے، حضرت عائشہ صدیقہ وابو موسیٰ اشعری وحضرت انس وحضرت ابو سعید خدری سے علم حدیث حاصل کیا آپ تو تمام علوم دینیہ کے جامع تھے اور ۹۵ھ میں شہید کئے گئے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسعود بن مالک سے فرمایا کہ کیا آپ مجھے حضرت سعید بن جبیر سے ملا سکتے ہیں؟ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم سے ایسے ایسے مسائل پوچھتے ہیں جن کا علم ہمیں نہیں ہوتا تو میں ان سے مزید علم حاصل کروں گا۔(۲)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۸۸، طبقات امام ابن سعد ۵ / ۲۱۶، مختصر تاریخ دمشق ۱۷ / ۲۳۳

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۹۸ طبقات ابن سعد ۵ / ۵۱۶

بہت بڑے عالم ہو گئے:

آخر ڈھونڈنے والے منزل پا ہی لیتے ہیں بشرطیکہ طلب سچی ہو اور سچی طلب کی نشانی مشقت برداری اور محنت برداری ہے حضرت امام زین العابدین نے ہر بڑے چھوٹے اور ہر اعلیٰ وادنیٰ سے علم سیکھنے میں بھی عار محسوس نہ کی اور لگے رہے مشقتیں اٹھاتے رہے آخر ایک دن آگیا کہ مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔

امام زہری

امام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری جنہیں امام زہری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تابعی ہیں کئی ایک صحابہ سے علم حاصل کیا اور کئی ایک تابعین سے بھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد اور امام اوزاعی ایسے اکابر کے استاذ ہیں انہوں نے جن تابعین سے علم حدیث حاصل کیا ان میں سے ایک حضرت امام زین العابدین (علی بن حسین رضی اللہ عنہ) بھی ہیں پھر حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے محمد بن علی بن حسین نے امام زہری سے علم حاصل کیا امام زہری رضی اللہ عنہ نے ۱۲۵ھ میں انتقال فرمایا آپ اپنے استاذ محترم امام زین العابدین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

" مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ وَلٰكِنَّهُ كَانَ قَلِيْلَ الْحَدِيْثِ "(۱)

میں نے ان کے زمانہ میں ان سے شریعت کا بڑا عالم نہیں دیکھا لیکن وہ

(۱) ابن عساکر ۱۲ / ۱۹ سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۸۹

تھوڑی حدیث والے تھے یعنی محتاط ہونے کی وجہ سے حدیث کم روایت کرتے تھے ان سے مسائل کا استخراج زیادہ فرماتے جیسے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور خلفاء راشدین کا بھی یہی طریقہ تھا ورنہ یہ مطلب نہیں کہ ان کو حدیثیں تھوڑی یاد تھیں بلکہ انہوں نے جس محنت سے اور جس قدر بہت سے جلیل القدر صحابہ وتابعین کرام سے علم حاصل کیا آپ کثیر الحدیث بھی تھے چنانچہ امام حافظ ابن سعدؒ طبقات میں فرماتے ہیں

وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثِقَةً مَأْمُوْنًا كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ عَالِيًا رَفِيْعًا وَرِعًا (۱)

کہ علی بن حسین زین العابدین معتبر وامین کثیر الحدیث (بہت حدیثوں والے) بلند مرتبہ اور بڑے پرہیزگار تھے۔

ادب مصطفیٰ ﷺ

یہ بھی خلفائے راشدین اور دوسرے قلیل الحدیث یعنی حدیث کم روایت کرنے والوں کا حضور ﷺ کی شان میں ادب کا اپنا ایک ذوق تھا کہ آپ کی حدیث مبارک روایت کرتے ہوئے کہیں ہم سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اس لیے وہ حدیث کی روایت کم اور اس سے مسائل کا استنباط واستخراج زیادہ کرتے تھے اور جن حضرات نے حدیثیں زیادہ روایت کیں جیسے حضرت ابو ہریرہ وعبد اللہ بن عمر اور دیگر محدثین ومجتہدین جنہوں نے اپنے تک پہنچنے والی زیادہ سے زیادہ

(۱) طبقات ابن سعد ۵/ ۲۲۲، سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۸۷

مستند حدیثیں روایت کر کے اپنے ذوق کے مطابق عالم اسلام پر احسان کیا۔ عربی کا ایک مقولہ ہے "وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ" کہ لوگ اپنے اپنے مطلوب ومحبوب کے بارے میں مختلف انداز وذوق رکھتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق اپنے عمل وکردار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف
یہ ذوق سکھاتا ہے ادب، مرغِ چمن کو
(اقبال)

پھر امام زہری فرماتے ہیں "لَمْ اُدْرِكْ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ اَفْضَلَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ" (۱)

کہ میں نے حضرت امام زین العابدین کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر اہل بیت مصطفیٰ ﷺ میں سے کسی کو نہیں پایا۔

ایک کنیز کا بیٹا بے مثل امام بن گیا

یہ ایک اللہ کی نعمت ہے جسے عطا کرے سیدنا امام زین العابدین علی بن الحسین کی ذات والا صفات کو دیکھئے کہ والدہ محترمہ کی طرف سے ایک کنیز (لونڈی) کے صاحبزادے ہیں مگر ان پر یہ بات صادق آتی ہے کہ ایک کنیز کا بیٹا اپنے زمانہ کا بے مثل امام بن گیا۔ چنانچہ امام عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا "لَمْ يَكُنْ فِيْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِثْلُهُ وَهُوَ ابْنُ اَمَةٍ" (۲)

(۱) طبقات ابن سعد ۵/ ۲۱۵ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۸۹
(۲) الجرح والتعدیل القسم الاول ۳/ ۱۷۹ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۸۹

ترجمہ: کہ حضور ﷺ کے اہل بیت کرام میں اپنے زمانہ میں امام زین العابدین جیسا کوئی نہ تھا حالانکہ وہ ایک کنیز کے صاحبزادے تھے۔

محبت اہل بیت کے سلسلے میں ہدایت

بلا شبہ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کے طفیل آپ کے صحابہ کرام واہل بیت عظام کے ساتھ محبت وعقیدت رکھے لیکن محبت کے معاملہ میں افراط وتفریط یعنی زیادتی اور کمی سے کام نہ لے ہر کام میں اعتدال اچھا ہے۔ یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں تفریط کی یعنی کمی کی تو گمراہ ہو گئے جب کہ نصاریٰ یعنی عیسائی صاحبان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ اقدس میں افراط کیا یعنی مبالغہ کیا اور ان کو خدا کا بیٹا ٹھہرا دیا تو وہ بھی گمراہ ہو گئے۔ اسی طرح صحابہ واہل بیت کی شان میں بھی افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے اور اسی طرح دوسرے بزرگوں کی شان میں بھی افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے۔

امام یحییٰ بن سعید

امام یحییٰ بن سعیدؒ جو اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم وفقیہ تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ان ہاشمیوں میں جن سے میں ملا، علم وعمل میں سب سے زیادہ افضل پایا۔ آپ فرماتے ہیں "يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَحِبُّونَا حُبَّ الْإِسْلَامِ فَمَا بَرِحَ بِنَا حُبُّكُمْ حَتَّى صَارَ عَلَيْنَا عَارًا"(۱)

کہ اے لوگو! ہم سے اسلامی محبت رکھو تمہاری (بے جا اور حد سے بڑھ کر) محبت تو ہمارے لیے باعث شرم ہو کر رہ گئی ہے۔ آپ کا یہ فرمان ان لوگوں

(۱) طبقات ابن سعد ۵ / ۲۱۴، حلیۃ الاولیاء ۳ / ۱۳۶، سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۸۹

کے لیے ہے، جو محبان اہل بیت کہلاتے مگر ان کی شانِ عالی میں نامعقول مبالغہ آرائی کر کے ان کی شرمندگی کا باعث بنتے تھے اور آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو شان اہل بیت میں بے جا مبالغہ کر کے ان کی پاک روحوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

عراقیوں کو نصیحت

آپ نے عراق والوں سے فرمایا

"يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، أَحِبُّونَا حُبَّ الْإِسْلَامِ وَلَا تُحِبُّونَا حُبَّ الْأَصْنَامِ فَمَا زَالَ بِنَا حُبُّكُمْ حَتَّى صَارَ عَلَيْنَا شَيْنًا"(۱)

ترجمہ: اے عراق والو! ہم سے اسلام کی محبت کرو اور تم ہم سے بتوں والی محبت نہ کرو (جیسے بت پرست بتوں سے محبت کرتے ہیں ان کو حد سے بڑھاتے ہیں کہ ان کو خدا بناتے اور ان کی پوجا کرتے ہیں) پھر فرمایا تم ہم اہل بیت سے (حد سے بڑھ کر) محبت کرتے چلے آئے ہو یہاں تک کہ تمہاری ہمارے ساتھ محبت ہمارے لیے باعث شرم ہو کر رہ گئی ہے۔

سبق:

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ ہوں یا اہل بیت یا کوئی اور بزرگ ان سے محبت کرنے میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کیا جائے کیونکہ بے جا مبالغوں سے ان کی روحوں کو تکلیف پہنچتی ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھا دیا کہ ان کو خدا کا بیٹا بنا دیا اسی لیے علماء نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں جو توصیف

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷ / ۲۴۲ سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۹۰

و تعریف کر سکتے ہو کر وان کی شان کی کوئی حد ہی نہیں ہے اسی لے جو جو چاہو آپ
کے محاسن و محامد اور کمالات بیان کرو مگر آپ کو نہ تو خدا کہو اور نہ خدا کا بیٹا۔

امام محمد باقر

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شادی ان کے چچا امام حسن رضی اللہ
عنہ کی صاحبزادی ام عبد اللہ سے ہوئی وہاں سے آپ کے ایک بیٹے حضرت امام
محمد باقر رضی اللہ عنہ تھے ان کی وہاں سے اور کوئی اولاد نہ تھی امام محمد باقر امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد تھے دونوں باپ اور بیٹے یعنی امام زین العابدین
کے صاحبزادے امام محمد باقر اور پوتے امام جعفر صادق علم و عرفان کے سمندر تھے
فقہ جعفریہ بھی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے امام جعفر صادق رضی
اللہ عنہ سے منسوب ہے۔

قرض حسن

مروان بن حکم ۶۵ھ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے
عرض کی کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ کے باپ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل شریف
ختم ہو رہی ہے کہ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے (یعنی امام محمد باقر) کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ
لونڈیاں خریدتے جن سے آپ کی نسل شریف بڑھتی۔ امام زین العابدین نے فرمایا
"مَا عِنْدِیْ مَا اشْتَرِیْ" میرے پاس اس قدر سرمایہ نہیں جس سے میں
لونڈیاں خرید سکوں۔ مروان نے عرض کی حضور میں آپ کو قرض حسنہ پیش کرتا
ہوں آپ لونڈیاں خرید لیں، شاید اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی نسل شریف بڑھائے۔
تو اس نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بطور قرض حسنہ پیش کیے۔ آپ

نے اس سرمایہ سے پانچ لونڈیاں خریدیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مروان بن حکم کی اہل
بیت کے حضور یہ خدمت قبول فرمائی کہ پانچوں لونڈیوں سے آپ کی اولاد ہوئی۔
آخر میں مروان نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو وہ قرض بھی معاف کر دیا
تھا۔(۱)

یہاں سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے لیے حکمرانوں کی پیش کش
و خدمت قبول کرنا جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مروان کو امام زین العابدین سے
عقیدت و محبت تھی۔

مختار ثقفی کا ہدیہ

مختار ثقفی نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے اسے
قبول فرمانا پسند نہ فرمایا اور ہدیہ کو واپس لوٹا دینا بھی خطرہ سے خالی نہ سمجھا تو اسے
اپنے پاس رکھ لیا۔ مختار کے قتل کے بعد جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا تو آپ
نے عبد الملک بن مروان کو پیغام بھیجا کہ مختار نے مجھے ایک لاکھ ہدیہ بھیجا میں نے
دل سے اسے قبول نہیں کیا وہ میرے پاس پڑا ہے میں نے مختار کی طرف سے بھیجا
ہوا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا۔ تو عبد الملک نے اپنا آدمی بھیجا کہ وہ ایک لاکھ درہم امام
زین العابدین سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لے پھر اسے میری طرف سے حضرت
کو پیش کرے اور کہلا بھیجا کہ "یَا ابْنَ الْعَمِّ خُذْ ھَا قَدْ طَیَّبْتُھَا لَکَ" اے چچا
کے بیٹے! یہ ایک لاکھ درہم میری طرف سے قبول کر لیجئے۔ انہیں میں نے آپ
کے لیے خوش دلی سے ہدیہ کیا اور پاکیزہ کیا۔ تو آپ نے ہدیہ قبول فرما لیا۔(۱)

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۵ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۰

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ حکمرانوں کا ہدیہ قبول کرنے سے پرہیز کرنا بہتر ہے نیز آپ نے مختار کے ظلم کے خوف سے اسے ہدیہ واپس نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے انسان کو ایسا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے اندیشہ ہو کہ اس سے انسان ظالم کے ظلم کا نشانہ بن سکتا ہے۔ جیسا کے قرآن میں ہے " وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ " کہ تم اپنے آپ کو ہلاکتوں اور تکلیفوں میں نہ ڈالو۔ (البقرۃ ۱۹۰) نیز ان حکمرانوں سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے جو گمراہ نہ ہوں جیسا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان کا ہدیہ قبول فرمالیا۔

عبدالملک بن مروان

خلیفہ عبدالملک بن مروان بڑا عالم و مجتہد تھا اس کی کنیت ابو الولید ہے حضرت ابوہریرہ و عثمان و ابو سعید و ام سلمۃ و معاویہ و ابن عمر اور بریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ سے حدیث پڑھی پھر اس سے حضرت عروہ و خالد بن معدان و امام زہری وغیرہ جیسے اکابرین نے پڑھی وہ اپنے والد مروان بن حکم کے بعد شام و مصر کا بادشاہ بنا پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ سے لڑائی کی اور ان کے بھائی مصعب بن زبیر کو شہید کر کے عراق پر غلبہ پالیا پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام سلطنت اسلامیہ کا خلیفہ بنا۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں عبدالملک سے بڑا قرآن و سنت کا عالم اور عبادت گزار نہ دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں

(۱) طبقات ابن سعد ۵ / ۲۱۳ سیر اعلام النبلاء ۴ / ۳۹۱ مختصر تاریخ دمشق لامام ابن عساکر ۱۷ / ۲۳۶ ..

کہ لوگ بیٹے جنتے ہیں مگر مروان نے باپ کو جنا نیز اسلامی سکہ اسی نے رائج کیا۔

اسلامی سکہ

عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانہ میں دینار کا سکہ رائج کیا اس پر " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " کی مہر چھپائی اسی کے ارد گرد لکھا تھا " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ " کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

عجیب تعویذ

اس مہر کے بارے میں ہے کہ یہ ایک مجرب تعویذ ہے۔ بخار کے لیے، جن بھوت کے سایہ و آسیب کے لیے، پریشانیوں سے بچنے کے لیے اور ہر ایک مقصد کے حصول اور دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے اسے موم جامہ کر کے صبح کی نماز کے بعد باوضو منہ کعبہ کو کر کے بسم اللہ پڑھ کر گلے میں ڈالیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت دیکھیں گے۔

ابو ہریرہ کی پیشگوئی

جب عبدالملک چھوٹا لڑکا تھا اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر پیشگوئی دی اور فرمایا " هٰذَا يَمْلِكُ الْعَرَبَ " کہ یہ عرب کا بادشاہ بنے گا۔

دعائے عجیب

عبدالملک کی ہمیشہ یہ دعا ہوتی تھی

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ ذُنُوْبِیْ عِظَامٌ وَہِیَ صِغَارٌ فِیْ جَنْبِ عَفْوِكَ یَا کَرِیْمُ فَاغْفِرْ ھَالِیْ" "اے اللہ! بے شک میرے گناہ بڑے ہیں اور وہ تیری در گزر کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں اے کریم! پس تو انہیں میرے لیے بخش دے۔
ماہ شوال ۸۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔(۱)

ہم نے عبد الملک بن مروان کا ضمنی طور پر تعارف اس لیے کرایا کہ اس کا اور اس کے باپ مروان کا ایک تو سیدنا امام زین العابدین کے ساتھ علمی تعلق ہے اور اس لیے بھی کہ دونوں حضرت سے عقیدت و محبت رکھتے اور ان کے حق میں ایثار سے کام لیتے تھے اور آپ بھی ان کے ایثار کی قدر فرماتے تھے "کَانَ اَحَبُّھُمْ اِلٰی مَرْوَانَ وَعَبْدِ الْمَلِكِ" "کہ امام زین العابدین مروان اور عبد الملک کو سب سے بڑھ کر محبوب تھے۔(۲)

آخرت کا ڈر

آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنھم اپنے زمانہ کے بہترین علماء و فقہاء اور سب سے بڑھ کر آخرت کا ڈر رکھنے والے تھے۔ بلاشبہ حضور اکرم ﷺ کے انوار کے سراپا مظہر تھے۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے گھر میں آگ بھڑک اٹھی آپ سجدہ میں تھے لوگوں نے شور مچایا کہ "یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ النَّارَ" "اے شہزادہ مصطفیٰ ﷺ! آگ سے بھاگیئے لیکن "مَا رَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰی طُفِئَتْ" "آپ نے سر مبارک سجدہ سے نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ خود بخود بجھ گئی۔ آپ سے عرض کی گئی کہ آپ آگ سے نہیں بھاگے سجدہ میں ہی رہے؟ فرمایا اور کیا ہی خوب فرمایا اور شہزادہ مصطفیٰ ﷺ ہی کی شان و عرفان کا

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/ ۲۳۴ (۲) سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۴۹

مظاہرہ فرمایا" اَلْھَتْنِیْ عَنْھَا النَّارُ الْأُخْرٰی" "مجھے دوسری (جہنم کی) آگ کی فکر نے اس (دنیا کی) آگ سے بے خبر کر دیا تھا۔(۱)

وضوو نماز

سیدنا امام زین العابدین جب وضو فرماتے تو بارگاہِ الٰہی کی حاضری کے خوف سے آپ کا رنگ پیلا پڑ جاتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی یعنی کانپنے لگ جاتے۔ آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا۔

"أَتَدْرُوْنَ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ اَقُوْمُ وَمَنْ اُنَاجِیْ"؟

ترجمہ: کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا اور کس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔(۲)

تلبیہ حج و خوفِ الٰہی

امام سفیان بن عیینہ و امام مالک رحمھما اللہ فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حج کا احرام باندھا تو آپ کا رنگ پیلا ہو گیا اور کانپنے لگے حتیٰ کہ تلبیہ بھی نہ پڑھ سکے عرض کی گئی حضور کیا تلبیہ نہیں پڑھیں گے؟ فرمایا میں ڈر رہا ہوں کہ میں کہوں "لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" اور جواب آئے "لَا لَبَّیْكَ لَكَ" کہ تمہارا تلبیہ منظور نہیں۔ عرض کی گئی کہ حضور والا تلبیہ تو ضروری ہے تو جب آپ نے تلبیہ پڑھا بے ہوش ہو گئے اور اپنی سواری سے گر پڑے۔ اور حج

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۷/ ۲۳۶، سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۲

(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۲۳۶، سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۲، طبقات ابن سعد ۵/ ۲۱۶، حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۳۳

کی ادائیگی تک آپ پر ایک عجیب سی رقت وگریہ کی کیفیت طاری رہی۔(۱)

ایک ہزار رکعت

آپ چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نوافل پڑھتے تھے اور آخری دم تک پڑھتے رہے۔

وکان یُسمّی زین العابدین لعبادته یعنی کثرت عبادت سے آپ کو زین العابدین (حضور ﷺ کی امت کے) عبادت گزاروں کی زینت کہا جاتا تھا۔(۲)

مشکل کے حل کے لیے مجرب دُعا

حضرت طاؤس بن کیسان رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۶ھ فرماتے ہیں کہ ایک رات حطیم کعبہ میں تھا تو امام زین العابدین بھی حطیم میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنے کھڑے ہوئے میں نے (دل میں) کہا کہ یہ بہترین گھرانے کی شخصیت ہے آج رات میں سنوں گا کہ کیا دعا مانگتے ہیں تو جب آپ نے سجدہ کیا تو میں نے سنا آپ کی دعا یہ تھی۔

اَللّٰهُمَّ عُبَیْدُكَ بِفِنَائِكَ مِسْكِیْنُكَ بِفِنَائِكَ فَقِیْرُكَ بِفِنَائِكَ سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاَعْجَزَ عَنْهَا وَلَا تَكِلْنِیْ اِلَی الْمَخْلُوْقِیْنَ فَیُضَیِّعُوْنِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ! تیرا چھوٹا سا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے تیرا مسکین تیرے دربار میں حاضر ہے تیرا محتاج تیرے دربار میں حاضر ہے تیرا مانگنے والا تیرے

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۲۳۶، ۲۴۳ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۲

(۲) مختصر ابن عساکر ۱۷/ ۲۴۳ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۲

دربار میں حاضر ہے اے اللہ! مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر کہ میں اس سے بے بس ہو جاؤں اور مجھے مخلوق کے حوالے نہ کر کہ وہ مجھے ضائع کر دیں۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا حفظ کرلی

فَوَاللّٰهِ مَا دَعَوْتُهَا فِیْ كَرْبٍ اِلَّا فُرِّجَ عَنِّیْ

تو اللہ کی قسم میں نے جب بھی کسی مصیبت میں ان الفاظ کے ذریعے دعا مانگی تو میری مصیبت دور کر دی گئی۔(۱)

سبق

اس سے سبق ملا کہ بزرگوں کی زبان میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ ان پر گزر جانے والی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی قبولیت حاصل کر لیتی ہے کہ اس کے ذریعے کوئی بھی مسلمان دعا مانگیں تو اس کو بھی فائدہ پہنچ کر رہتا ہے۔

راقم نے مثنوی قادری میں عرض کی ہے۔

گر بیاری بر زباں دعاءِ ولی
مشکلت را حق کند خود منجلی

ترجمہ: اگر تم اپنی زبان پر اللہ کے کسی ولی کی دعاء کے الفاظ لاؤ تو بے شک تمہاری مشکل اللہ تعالیٰ حل کر دے گا۔

غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے شہزادہ ہونے کی نسبت سے غریبوں، فقیروں، محتاجوں، مسکینوں، پریشان حالوں اور

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۲۴۳ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۲

ضرورت مندوں کا ویسے ہی خیال رکھتے، ان کی خدمت اور مدد فرماتے جیسے آپ کے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے۔ امام زین العابدین کی سخاوت و غریب نوازی و بندہ پروری کے بارے میں امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کا فرمان سنیئے۔ پہلے ہم امام سفیان عیینہ کا تھوڑا تعارف کرا دیں۔

امام سفیان بن عیینہ

امام سفیان بن عیینہ بڑے فقیہ و عالم و محدث ہوئے ہیں ان کے والد گرامی "عیینہ" کی تھے۔ حضرت امام سفیان بن عیینہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے استادوں میں سے ہیں ان کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں

لَوْ لَا مَالِكٌ وَسُفْيَانُ لَذَهَبَ عِلْمُ الْحِجَازِ

ترجمہ: اگر امام مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز (عرب مقدس) کی سرزمین سے علم رخصت ہو جاتا۔

کرامت

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حسین بن عمران بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر میں اپنے چچا حضرت سفیان کے ساتھ مزدلفہ میں تھا فرمانے لگے میں نے ستر حج کیے ہیں اور ہر بار یہاں میں دعا کر کے جاتا ہوں کہ

"اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ"

ترجمہ: کہ یا اللہ! یہاں کی میری اس حاضری کو آخری حاضری نہ کرنا

تو اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرماتا رہا ہے اور اب میرے ستر حج ہو چکے ہیں اب اللہ تعالیٰ سے مجھے شرم آ رہی ہے کہ میں اس سے بار بار یہی دعا کروں آخر

آپ نے دعا نہ فرمائی اور واپس مدینہ منورہ چلے گئے تو وہاں انتقال فرما گئے پھر نہ آ سکے۔ بروز ہفتہ یکم رجب ۱۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔(۱)

یہی امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ سیدنا امام زین العابدین رات کے اندھیرے میں اپنی پیٹھ پر روٹیوں کی بوری اٹھا کر مسکینوں کے گھروں میں پہنچاتے اور فرماتے تھے کہ میں رات کے اندھیرے میں یہ کام اس لیے کرتا ہوں کہ

"اِنَّ الصَّدَقَةَ فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ"

ترجمہ: رات کے اندھیرے میں اللہ کی راہ میں خیرات کرنا اللہ کی ناراضگی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (کیونکہ اس میں ریا کا احتمال نہیں ہوتا)(۲)

سخاوت کا طریقہ

اس واقعہ میں سخاوت اہل بیت کی مثال کے ساتھ ساتھ سخاوت کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے نیز اس واقعہ سے اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ یہ پاکیزہ لوگ سخاوت کرتے تھے تو پوشیدہ کرتے تھے ریاکاری اور نام و نمود سے دور بھاگتے تھے تاکہ ان کے ثواب میں کہیں کمی نہ آ جائے۔ یہ حکمرانوں اور امراء طبقہ کے لیے درس عبرت ہے جو لوگوں کو کھلے دن قطاروں میں لا کر کھڑا کر کے ٹی وی اور اخبارات میں اپنی اور ان کی تصویریں اور خبریں چھپوا کر جہاں ریاکاری، دکھلاوا کرتے ہیں وہاں غریبوں کی عزت نفس کی بھی توہین کرتے ہیں۔

---

(۱) تہذیب التہذیب ۴/ ۱۲۰

(۲) مختصر ابن عساکر ۱۷/ ۲۳۸ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۳، حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۳۵-۱۳۶

اندازِ سخاوت

مزے کی بات یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ آپ غریبوں کے گھروں میں رات کے اندھیرے میں روٹیاں بانٹتے تھے بلکہ امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے غریب لوگوں کو علم تک نہیں ہوتا تھا کہ رات کو کون آکر انہیں روزانہ کا خرچہ دے جاتا ہے نہ تو وہ اپنی شکل دکھاتا ہے اور نہ ہی اپنا نام بتاتا ہے جب آپ کا وصال ہوا اور ان کا خرچہ بند ہو گیا تب معلوم ہوا کہ یہ خاموشی سے اور خفیہ طریقہ سے غریبوں کی کفالت فرمانے والے امام زین العابدین ہی تھے جو اب ان سے جدا ہو گئے (۱)

پیٹھ پر نشان

امام عمرو بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کی پیٹھ مبارک پر نشان تھے۔ آپ کے گھر والوں سے ان نشانات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ نشان آٹے اور گندم وغیرہ کی بوریاں اٹھانے کے نشان ہیں جنہیں آپ خفیہ طور پر غریبوں اور بیواؤں کے ہاں خود اٹھا کر لے جاتے اور ان کے گھر ڈال آتے تھے۔

بخیلی کی تہمت

امام شیبہ بن نعامہ فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کا پورا ایک سو غریب گھرانہ تھا جن کی

(۱) حلیۃ الاولیاء ۳/۱۳۶ مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۸ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۳

امام زین العابدین مکمل طور پر خفیہ طریقہ سے کفالت فرماتے اور انہیں تمام گھر کے اخراجات عطا فرماتے تھے جب کہ آپ نے عمر بھر اسے کسی پر ظاہر بھی نہ ہونے دیا کہ آپ خفیہ طریقہ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ یہ سب صدقہ و خیرات چھپا کر کرتے کسی پر ظلم نہ ہونے دیتے تھے اس لیے بعض لوگوں کو وہم ہوا اور وہ کہنے لگے کہ امام زین العابدین دولت جمع کیے جا رہے ہیں۔ بخل کرتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے لیکن آپ کے وصال کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ امام زین العابدین کس قدر سخاوت فرماتے اور نام و نمود اور دکھلاوے سے بھی کس قدر دور رہتے تھے۔ (۱)

عالم باعمل

سیدنا امام زین العابدین ایک عالم باعمل تھے۔ عالم باعمل ہر وہ شخص ہے جو کوئی نیکی کی بات سنے یا پڑھے اگر اس پر عمل کرنا اس کے لیے ممکن ہو تو اس پر عمل کرے حضرت امام سعید بن مرجانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زین العابدین نے جب یہ حدیث پاک (اپنے شاگردوں) کو پڑھائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے کسی مومن غلام کو آزاد کیا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ سے آزاد کرے گا حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ تک کو غلام کی شرمگاہ کے بدلے دوزخ سے آزاد کرے گا" (متفق علیہ) تو آپ نے اس حدیث مبارک پر عمل کرنے کے لیے فوراً اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا جس کی قیمت عبداللہ بن

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۸ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۳ حلیۃ الاولیاء ۳/۱۳۶

(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۵

جعفر انہیں دس ہزار درہم دے چکے تھے (مگر آپ نے ابھی انہیں وہ غلام نہیں دیا تھا اور سودا قطعی طور پر ابھی طے نہ ہوا تھا)(۱)

بیمار کا قرضہ اتار دیا

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین محمد بن اسامہ بن زید کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے وہ آپ کو دیکھ کر رونے لگے آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ مجھ پر قرض ہے جس کی ادائیگی کی مجھے فکر ہے اور میرے پاس کچھ نہیں کہ میں قرض ادا کر سکوں آپ نے پوچھا کتنا قرضہ ہے؟ عرض کی پندرہ ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کیجئے آپ کا قرضہ میرے ذمہ ہے۔(۲)

سخاوت کا عجیب نکتہ

امام علی بن موسیٰ رضا اپنے والد امام موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے اور وہ اپنے والد امام محمد باقر (رضی اللہ عنہم) سے روایت فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا میرے والد علی بن حسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو میں بے حساب رقم خرچ کر کے اپنے پریشان حال بھائی کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہوں' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ میں اپنے کسی مسلمان بھائی کو دیکھتا ہوں تو اس کے لیے اللہ سے جنت مانگتا اور کہتا ہوں کہ یا اللہ! میرے اس دینی و اسلامی بھائی کو جنت عطا کر دے لیکن

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۴

(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۴ حلیۃ الاولیاء ۳/۱۴۱

اگر میرے مسلمان بھائی کو دنیا کی ضرورت پڑے اور وہ میرے پاس ہو اور میں اسے نہ دوں تو جب قیامت قائم ہو گی اور سب لوگ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے جن میں سے ایک میں بھی ہوں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے بندے! تو اپنے بھائی کے لیے مجھ سے جنت مانگتا تھا خود اس کو دنیا کے چند سکے دینے میں کنجوسی کرتا تھا۔ "لَوْ كَانَتِ الْجَنَّةُ بِيَدِكَ لَكُنْتَ بِهَا أَبْخَلَ وَأَبْخَلَ" اگر ان چند سکوں کی بجائے تیرے ہاتھ میں جنت ہوتی تو تو اپنے بھائیوں کو جنت دینے میں بڑا ہی بخیل ہوتا بڑا ہی بخیل ہوتا۔(۱)

مقام ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما

امام زین العابدین کی نظر میں حضرت ابو بکر و عمر کا مقام کیا تھا؟

امام ابو حازم مدنی فرماتے ہیں کہ "مَا رَأَيْتُ هَاشِمِيًّا أَفْقَهَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ" کہ میں نے علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی ہاشمی کو قرآن و سنت کا بڑا عالم نہ دیکھا اور میں نے ان سے سنا کہ ان سے پوچھا گیا کہ

"كَيْفَ كَانَتْ مَنْزِلَةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے ہاں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کیا مقام و مرتبہ تھا؟

"فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْقَبْرِ" تو آپ نے اپنے ہاتھ سے حضور ﷺ کی قبر انور کی طرف اشارہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا "بِمَنْزِلَتِهِمَا مِنْهُ السَّاعَةَ"

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۴

کہ جیسے ان کا مقام حضور علیہ السلام کے ہاں اب ہے۔(۱)

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کا وہی عقیدہ تھا جو ان کے بارے میں اہل سنت کا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مقام و مرتبہ ہے پھر سیدنا عثمان غنی اور پھر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما یعنی خلافت کے مطابق۔

حضرت ابو بکر صدیق سے محبت کرو

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں ایک شخص آیا اور ان سے حضرت ابو بکر کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا" عَنِ الصِّدِّيْقِ تَسْئَالُ؟" کیا تم مجھ سے صدیق کے بارے میں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے یعنی تو مر جائے۔

"قَدْ سَمَّاهُ صِدِّيْقًا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَمِنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَمَنْ لَّمْ يُسَمِّهِ صِدِّيْقًا فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ اِذْهَبْ فَاَحِبَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَتَوَلَّهُمَا فَمَا كَانَ مِنْ اِثْمٍ فَفِيْ عُنُقِيْ"

ترجمہ: بے شک ابو بکر کا نام صدیق انہوں نے رکھا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے اور مہاجرین و انصار نے۔ تو جو ان کو صدیق نہ کہے

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۰ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۴-۳۹۵

اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے (پھر اس شخص سے فرمایا اے بندہ خدا) جا! بس ابو بکر و عمر سے محبت کر اور ان سے عقیدت و دوستی رکھ' تو اس میں جو گناہ ہوا تو میری گردن میں ہوگا یعنی قیامت کے دن میں اس کا ذمہ دار ہوں۔(۱)

کمالِ انکساری

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں کچھ لوگ آئے تو انہوں نے آپ کے سامنے آپ کی تعریفیں کیں۔ آپ نے فرمایا ہم کہاں ان تعریفوں کے قابل ہیں۔

حَسْبُنَا اَنْ نَّكُوْنَ مِنْ صَالِحِيْ قَوْمِنَا.

ترجمہ: ہمیں تو اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے نیکوں میں سے ہیں۔(۲)

ابو بکر و عمر و عثمان سے کمال محبت

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد ماجد علی بن الحسین (امام زین العابدین) نے مجھے بتایا کہ عراق سے کچھ لوگ مجھے ملنے آئے اور میرے ہمراہ بیٹھے تو حضرت ابو بکر و عمر کا نام لے کر ان کو گالیاں دینے لگے پھر حضرت عثمان کو تو بہت ہی برا کہنے لگے "فَشَتَمْتُهُمْ" تو اس کے بدلے میں نے بھی ان عراقیوں کو گالیاں دیں۔(۳)

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۱ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۵

(۲) سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۵

(۴) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۱ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۵

واضح ہو کہ آپ کی گالیاں آپ کی شان کے لائق ہی ہوں گی عوام کی گالیوں کی طرح ہرگز نہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی

قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان نے ذوالفقار علی بھٹو کے زمانہ میں جلسہ میں ایک بات سنائی کہ مجھے پولیس والوں نے بھٹو حکومت کے اشارے پر کراچی میں پریشان کیا اور ہمارا جلسہ خراب کیا تو مجھے ان پر بہت غصہ آیا تو میں نے بھی انہیں خوب گالیاں دیں۔ جلسہ سے فراغت کے بعد ایک صاحب نے قائد اہل سنت سے پوچھا کہ ہمیں اپنی ان گالیوں میں سے جو آپ نے پولیس والوں کو دیں کوئی ایک گالی بطور نمونہ تو سنا دیجئے آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا بس میری گالیاں یہی ہو سکتی تھیں "تمہیں شرم نہیں آتی تم بڑے نالائق ہو، تم بڑے گھٹیا اور ذلیل لوگ ہو جنہوں نے ہمیں ناحق تنگ کیا"

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ چونکہ بڑی شخصیت تھیں اس لیے ان کی گالیاں بھی اتنی ہی شریفانہ ہوں گی سوقیانہ یا بازاری قسم کی گالیوں کا تو ایسی پاک ہستیوں سے تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فارسی کا ایک مقولہ ہے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کہ ہر شخص کی سوچ اور بات اسکی شان کے ہی لائق ہوتی ہے۔

تکبر کی مذمت

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد حضرت

علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

إِنَّ الْجَسَدَ إِذَا لَمْ يَمْرَضْ أَشَرَ وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ يَأْشَرُ

ترجمہ: کہ جب (کسی انسان کا) جسم بیمار نہ ہو تو وہ تکبر کرتا ہے اور ایسے جسم میں کوئی بھلائی نہیں جو تکبر کرے۔(۱)

حضرت امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ بیماری کو اللہ کی طرف سے رحمت سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے تو بیماری اسے کمزور کر دیتی ہے اور کمزوری انسان کی تواضع وانکساری کا سبب ہوتی ہے اس کے برعکس جو کبھی بیمار نہ ہو وہ تکبر کرتا ہے اور تکبر والا انسان اللہ کے ہاں بھلائی سے محروم ہوتا ہے۔

مقام سخیاں اور علماء دین

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

سَادَةُ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا الْأَسْخِيَاءُ وَفِي الْآخِرَةِ أَهْلُ الدِّيْنِ وَأَهْلُ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ لِأَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ.

ترجمہ: دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہیں اور آخرت میں لوگوں کے سردار علماء دین وبزرگی اور علم والے لوگ ہوں گے کیونکہ علماء پیغمبروں کے وارث ہیں۔

سخیوں کی شان ومقام

دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہیں کیونکہ اسلامی معاشرہ اس وقت تک استوار اور قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ مال دار لوگ سخاوت نہ فرمائیں۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۶، حلیۃ الاولیاء ۳/۱۳۴

غریبوں کی مدد، مجاہدین کی اعانت، مساجد کی تعمیر، دینی درسگاہوں کا قیام، سب اہل دل مالداروں کی سخاوت کی برکت سے ہوتا ہے اس لیے سخیوں کی قدر کرنے کا حکم ہے کہ ان کے دم قدم اور ان کے ایثار سے دین و دنیا کی بہاریں دکھائی دیتی ہیں اس لیے مختلف حدیثوں میں فرمایا

۱ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ (بغوی ۱/ ۳۴۰)
ترجمہ: سخی جنت کے قریب ہے۔

۲ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ عَنِ النَّارِ (مجمع الزوائد ۳/ ۱۲۷)
ترجمہ: سخی اللہ کے قریب ہے دوزخ سے دور ہے۔

۳ اَلسَّخِیُّ الْجَھُوْلُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَابِدِ الْبَخِیْلِ (۱)
ترجمہ: بڑا جاہل (مگر) سخاوت کرنے والا اللہ کو عبادت گزار بخیل سے زیادہ پسند ہے۔

۴ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ (۲)
ترجمہ: سخی اللہ کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے۔

سخی کو قبر و حشر میں عذاب نہ ہوگا

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَلسَّخِیُّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَاِنِّیْ لَاَدْفَعُ عَنِ السَّخِیِّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَشِدَّةَ الْقِیَامَةِ وَالسَّخِیُّ یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ وَاَنَا عَنْهُ رَاضٍ۔ (۳)

(۱) اتحاف السادۃ المتقین ۸/ ۱۹۶، کنز العمال حدیث نمبر ۱۶۲۱، والکامل لابن عدی ۳/ ۱۰۳۹

(۲) جامع ترمذی مطبوعہ مصر حدیث نمبر ۱۹۶۱، مجمع الزوائد ۷/ ۱۲۷، اتحاف السادۃ المتقین ۹/ ۳۲۹، تفسیر الدر المنثور للسیوطی ۶/ ۱۹۷

(۳) تذکرۃ الموضوعات ۶۳، الفوائد المجموعۃ للشوکانی ۸۱

ترجمہ: سخی مجھ سے ہے اور میں سخی سے ہوں اور بے شک میں سخی سے قبر کا عذاب اور قیامت کی سختی دور کروں گا اور سخی زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ میں اس سے راضی ہوتا ہوں۔

ھو منی وانا منہ کا مطلب

اللہ تعالیٰ اپنے سخی بندے کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکر صدیق اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمان ہے کہ وہ مجھ سے ہیں اور ان میں سے ہوں، اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں ان کا دوست میرا دوست اور میرا دوست ان کا دوست، ان کا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن ان کا دشمن ہے۔ صحیح العقیدہ سخی جو اللہ کی رضا کے لیے سخاوت کرتا ہو بلا شبہ رضا الٰہی کے لیے اس سے محبت کرنے پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

سیادتِ علماء

علماء بھی لوگوں کے سردار ہیں۔ حدیث میں لفظ "سادۃ" کا آیا ہے جو سید کی جمع ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سیادۃ (سید ہونے) کی دو قسمیں ہیں یا دو صورتیں ہیں ایک نسب کے لحاظ سے اور دوسری علم کے لحاظ سے یعنی سیادت نسبیہ اور سیادت علمیہ۔ ان دونوں میں سیادت علمیہ کا مقام اونچا ہے۔ پھر حدیث میں یہ جو فرمایا گیا کہ علماء آخرت میں لوگوں کے سردار ہوں گے اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ آج (دنیا میں) لوگوں کے سردار نہیں بلکہ ہیں بلکہ حقیقی اور کامل

معنوں میں تو علماء ہی لوگوں کے سردار ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے ان کو پیغمبروں کا وارث فرمایا ہے کسی اور کو نہیں۔ لیکن قیامت کے دن اور آخرت میں ان کی ہی سیادت کا ظہور ہو گا کسی اور کی سیادت کسی طرح نہ ہو گی۔ اس لیے فرمایا گیا کہ علماء آخرت میں لوگوں کے سردار ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان " لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ " ہے کہ آج کس کی بادشاہی ہے کہیں سے کوئی جواب نہ آئے گا خود ہی فرمائے گا۔ "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" اللہ واحد غالب کی بادشاہی ہے جب کہ دنیا میں بھی اس کی بادشاہی ہے مگر دنیا میں اور بھی بادشاہی کے دعویدار ہیں جب کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی بادشاہت کا دعویدار نہ ہو گا۔ اسی طرح آج بھی اگرچہ علماء لوگوں کے سردار ہیں مگر کل روز آخرت میں چونکہ اللہ کے فضل اور رسول اللہ ﷺ کے کرم سے علماء کے سوا لوگوں کا اور کوئی سردار نہ ہو گا لہٰذا اس خصوصیت کی بنا پر فرمایا گیا ہے کہ علماء آخرت میں ان لوگوں کے سردار ہوں گے۔

امام زین العابدین اور ایک پر اسرار شخص

امام ابو حمزہ ثمالی فرماتے ہیں کہ میں امام زین العابدین کے دروازہ پر گیا مگر دستک دینا خلاف ادب سمجھا تو وہیں بیٹھ گیا کہ جب خود ہی باہر تشریف لائے تو میں نے سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور میرے لیے دعا فرمائی پھر اپنی حویلی (احاطہ) کی ایک دیوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے ابو حمزہ! تم نے اس دیوار کو دیکھا؟ میں نے عرض کی ہاں شہزادہ رسول (ﷺ) ایک دن میں اس دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کچھ غمگین بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص کو میں نے اپنے

سامنے کھڑا پایا بہت ہی خوبصورت چہرے اور خوبصورت لباس والا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر مجھ سے کہنے لگا (اے زین العابدین) تمہیں کیا ہوا تم مجھے غمگین دکھائی دے رہے ہو کیا دنیا کا غم ہے؟ یا آخرت کا غم؟ اگر دنیا کا غم، معاشی تنگی اور روزی کی فکر ہے تو یہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے دنیا تو ایسی چیز ہی نہیں ہے کہا نہیں مجھے دنیا کی کوئی فکر نہیں۔ کہا پھر کیا آخرت کا غم ہے؟ اگر آخرت کا معاملہ ہے تو وہ آپ پر واضح ہے وہ اللہ کا سچا وعدہ ہے آخرت آ کر رہے گی سب سے بڑا بادشاہ (اللہ) سب پر غالب، اس روز فیصلہ فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کی بھی فکر نہیں بلاشبہ آخرت کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ پھر پوچھا کے اے علی بن حسین! پھر آپ کو کیا غم در پیش ہے؟ میں نے کہا کہ ابن زبیر کے فتنہ کا ڈر ہے۔ فرمایا

اللہ کی شان

یَا عَلِیُّ هَلْ رَاَیْتَ اَحَدًا سَاَلَ اللّٰهَ فَلَمْ یُعْطِهٖ؟ قُلْتُ لَا

ترجمہ: اے علی بن حسین! کیا تو نے کوئی ایسا انسان دیکھا ہے جس نے اللہ سے مانگا ہو پھر اللہ نے اسے نہ دیا ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا آپ نے کوئی ایسا انسان دیکھا۔

فَخَافَ اللّٰهَ فَلَمْ یَكْفِهٖ؟ قُلْتُ لَا۔ ثُمَّ غَابَ عَنِّیْ

ترجمہ: کہ وہ اللہ سے ڈرے پھر اللہ اسے کافی نہ ہو؟ میں نے عرض کی نہیں۔ اس کے بعد وہ شخص غائب ہو گیا پھر وہ مجھے غیب سے پکارتا اور کہتا ہے کہ

یَا عَلِیُّ هٰذَا الْخَضِرُ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَاجَاكَ

ترجمہ : اے علی! یہ خضر علیہ السلام ہے اس نے آپ سے باتیں کیں۔(۱)

اس سے کئی ایک مسائل معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ انسان خلوص و یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اس کو اللہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا
مانگنے کا جو طریقہ ہے اس طرح مانگو

اگر کوئی بندہ صحیح العقیدہ بھی ہو، خلوص و یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی طلب و دعا بھی کرے اگر بالفرض پوری نہ ہو تو اس میں یا تو کوئی حکمت ہو گی جس سے وہ بے خبر ہے یا دعا کی قبولیت میں بندے کی کوئی کوتاہی حائل ہو گی اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "اے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ" میں دیکھئے۔ چوتھا یہ کہ جو بندہ اللہ سے ڈرے اس کے احکام کی پیروی کرے ہر محاذ و موقع پر اسے اللہ کافی ہوتا ہے۔

شانِ ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں عراق کے کچھ لوگ آئے اور سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کی شان میں نازیبا باتیں اور گستاخیاں کرنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ لوگو تم مجھے بتاؤ کہ کیا تم مہاجرین اولین ہو جن کی شان میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۸

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (سورہ حشر آیت ۸)

ترجمہ : (اللہ کی رحمت) ان بے سرو سامان ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔ عراقی بولے، نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر ۹)

ترجمہ : اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں اپنے گھر بنالیئے وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو (مکہ سے) ان کی طرف ہجرت کر گئے اور وہ اپنے دلوں میں اس (مالِ غنیمت) میں سے جو ان (ہجرت کرنے والوں) کو دیا گیا کوئی حاجت (طلب) نہیں پاتے اگرچہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں عراقی بولے، نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں۔

حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے فرمایا خبردار!

تم نے بلاشبہ ان دو (جنتی) گروہوں میں سے ہونے سے برائت اور بے زاری کا اظہار کر دیا۔ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اس تیسرے گروہ میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ حشر آیت ۱۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد (قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان) آئے (جن کا حال یہ ہے کہ) وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے بارے میں کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی بے حد مہربان بہت رحم والا ہے۔ پھر آپ نے عراقیوں سے فرمایا چلو کھڑے ہو جاو اور مجھ سے دور ہو جاؤ اللہ تمہیں تمہارے گھروں کے قریب نہ جانے دے (یعنی راستہ میں ہی ہلاک ہو جاؤ) بلاشبہ تم اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو اور اسلام والوں سے نہیں ہو۔(۱)

اس سے کئی اور مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور ظاہر ہے کہ انہیں یہ محبت اپنے خاندان سے ہی ورثہ میں ملی تھی لہذا معلوم ہوا کہ ان کے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور جد امجد

(۱) تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۱۷/۲۳۱

(دادا) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ان تین سے محبت تھی۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سارے صحابہ مہاجرین و انصار سب جنتی ہیں تیسرا یہ کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے ساتھ جن کو عقیدت محبت نہیں ہے انہیں اصل رسول اللہ ﷺ سے ہی محبت نہیں ہے وہ نہ صرف صحابہ کرام کا بے ادب ہے بلکہ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ اور ان کی بارگاہ میں نامقبول ہے۔ چوتھا یہ کہ جو ان سے محبت رکھیں اور حضور ﷺ کے اہل بیت سے بھی محبت رکھیں وہ جنتی ہیں یہی اہل سنت و جماعت ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہے ؎

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضرت عثمان غنی ناحق شہید کیے گئے

امام یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

وَاللّٰهِ مَا قُتِلَ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰی وَجْهِ الْحَقِّ

ترجمہ: اللہ کی قسم حضرت عثمان ان پر اللہ کی رحمت ہو ناحق شہید کیے گئے۔(۱)

اطاعت صرف رسول اللہ ﷺ کی فرض ہے

امام فضیل بن مرزوق فرماتے ہیں کہ میں سیدنا امام جعفر صادق کے دو چچاؤں یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے دو بھائیوں عمر بن علی بن حسین اور حسین بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۷ طبقات ابن سعد ۵/۲۱۶

هَلْ فِيكُمْ اِنْسَانٌ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مُفْتَرِضَةٌ طَاعَتُهُ تَعْرِفُوْنَ لَهُ ذٰلِكَ؟ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ لَهُ ذٰلِكَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً؟

ترجمہ: اے اہل بیت! کیا تم اہل بیت میں سے کوئی انسان ہے جس کی اطاعت فرض ہو اور تم اس کے لیے یہ (حق اطاعت) جانتے پہچانتے ہو؟ اور جس شخص نے اس کے لیے یہ (حق اطاعت) نہ جانا پھر گیا تو وہ جاہلیت (کفر) کی موت مرا؟

فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا هٰذَا فِيْنَا مَنْ قَالَ هٰذَا فَهُوَ كَذَّابٌ

ترجمہ: ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا' نہیں' اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی ایسا انسان نہیں۔ جس نے یہ بات کی ہے وہ بہت ہی جھوٹا ہے۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ اہل بیت میں سے کوئی ایسی شخصیت نہیں ہوئی جس کی اطاعت فرض ہو۔ راقم ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ اسی طرح صحابہ کرام میں سے بھی کوئی ایسی شخصیت نہیں ہوئی جس کی اطاعت امت پر فرض ہو۔ اطاعت صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی فرض ہے۔ صحابہ کرام واہل بیت عظام وبزرگان دین واہل ایمان ودین' مؤمنین ومؤمنات اور مسلمین ومسلمات بھائیوں وبہنوں واعزہ واقارب کی محبت بھی اطاعت رسول اللہ ﷺ کا ہی حصہ ہے لہذا اطاعت اللہ اور رسول اللہ ہی کی ہے باقی حکمران ہوں یا آئمہ دین ہوں ان کی اطاعت بھی اس وقت فرض ہے جب وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم دیں کیونکہ رسول اللہ کا فرمان 'لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (مسند احمد ۱/۱۳۱) اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی بات نہ مانو۔

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۲

دوسری حدیث میں ہے لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ (مسند امام احمد ۵/۳۲۵) کہ اس کی بات نہ مانو جو اللہ کی بات نہ مانے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حجت قرآن وسنت ہی ہے۔

حجت قرآن وسنت ہی ہے

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ (۱)

ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں ہیں جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے (ان پر عمل کرتے رہو گے) ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسری اس کے رسول اللہ ﷺ کی سنت۔

وصیت:

یہی حضرت امام فضیل بن مرزوق فرماتے ہیں کہ: میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چچا امام محمد باقر کے بھائی حضرت عمر بن سیدنا امام زین العابدین سے سوال کیا۔

رَحِمَكُمُ اللّٰهُ هٰذِهِ مَنْزِلَةٌ اَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ وَاَنَّ عَلِيًّا اَوْصٰى اِلَى الْحَسَنِ وَاَنَّ الْحَسَنَ اَوْصٰى اِلَى الْحُسَيْنِ وَاَنَّ الْحُسَيْنَ اَوْصٰى اِلٰى اِبْنِهِ عَلِيِّ بْنِ

(۱) مشکوۃ ص ۳۱ حوالہ مؤطا امام مالک

اَلْحُسَیْنِ وَاَنَّ عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ اَوْصٰی اِلَی ابْنِہٖ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ؟

ترجمہ: اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ ایک اہم مقام ہے، جہاں آپ سے کچھ پوچھنا ضروری ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بعد (خلافت یا امامت کی) علی کے حق میں وصیت فرمائی اور حضرت علی نے اپنے بعد امام حسن کے بارے میں امام حسن نے حسین کے بارے میں حضرت حسین نے اپنے بیٹے علی بن حسین (زین العابدین) کے بارے میں اور علی بن حسین نے اپنے بیٹے محمد باقر کے حق میں وصیت فرمائی؟

حضرت عمر بن زین العابدین نے فرمایا "وَاللّٰہِ لَقَدْ مَاتَ اَبِیْ فَمَا اَوْصٰی بِحَرْفَیْنِ مَا لَھُمْ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ" "اللہ کی قسم میرے باپ وفات پا گئے انہوں نے دو حرف بھی وصیت کے نہیں فرمائے۔ وصیت کی بات پھیلانے والوں کو کیا ہو اللہ انہیں ہلاک کرے پھر فرمایا "وَاللّٰہِ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ اِلَّا مُتَاَکِّلِیْنَ بِنَا" اللہ کی قسم یہ لوگ ہماری (اہل بیت کی) محبت و عقیدت کا جھوٹا دعویٰ کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ (اس من گھڑت وصیت کا پھیلانے والا) خنیس الحر ہے اور کیا تم جانتے ہو خنیس الحر کیا ہے، کون ہے؟ میں نے عرض کی المعلی بن خنیس؟ فرمایا ہاں المعلی بن خنیس۔ پھر فرمایا

"وَاللّٰہِ لَقَدْ اَفْکَرْتُ عَلٰی فِرَاشِیْ طَوِیْلًا اَتَعَجَّبُ مِنْ قَوْمٍ لَبَّسَ اللّٰہُ عُقُوْلَھُمْ حَتّٰی اَضَلَّھُمُ الْمَعْلٰی بْنُ خُنَیْسٍ"

ترجمہ: اللہ کی قسم میں اپنے بچھونے پر بہت دیر تک سوچتا رہا اس قوم پر تعجب

کرتا رہا جن کی عقلوں کو اللہ تعالیٰ نے خلط ملط کر دیا یہاں تک کہ معلیٰ بن خنیس نے انہیں گمراہ کر دیا۔(۱)

معلیٰ بن خنیس

امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ معلیٰ بن خنیس کوفہ کا رہنے والا رافضیوں کے بڑوں میں سے ایک شخص ہے اسی نے یہ عقیدہ گھڑا کہ امت پر اہل بیت کی اطاعت فرض ہے۔(۲)

وصی مصطفیٰ ﷺ

ہم اہل سنت سیدنا علی مرتضیٰ اور دیگر تمام اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ کو وصی مصطفیٰ ﷺ سمجھتے ہیں اور حضور ﷺ کی وصیت خلافت کی نہیں بلکہ محبت کی وصیت ہے وہ یہ ہے کہ "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ" کہ میں جس کا محبوب ہوں علی اس کے محبوب ہیں (مشکوٰۃ ۳ / ۷۲۰ / بحوالہ احمد و ترمذی) اس سے پہلے والی حدیث میں ہے فرمایا "ھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ" کہ علی ہر مومن کا ولی یعنی دوست اور محبوب ہے۔ فرمایا "اَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ" کہ میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو اس کے علاوہ اس طرح کی وصیت حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بھی فرمائی ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے بھی محبت کرنے کا حکم فرمایا بلکہ ہر مومن صحیح العقیدہ سے محبت کرنا ایمانی تقاضا ہے بلکہ جس چیز کو پیارے مصطفیٰ ﷺ سے نسبت ہو گئی اس کے ساتھ بھی عقیدت و محبت ایمان کا تقاضا ہے اسی میں آثار اور تبرکات شریفہ بھی

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/ ۲۴۳ (۲) لسان المیزان ۶/ ۶۳

ایک مسلمان کے نزدیک محبوب و مقدس سمجھے جاتے ہیں شفاء شریف میں ہے۔

"رُوِیَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا یَدَهٗ عَلٰی مَقْعَدِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰی وَجْهِهٖ"

ترجمہ: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے منبر شریف کے پاس آتے جس جگہ حضور ﷺ تشریف رکھتے ہوتے تھے اس جگہ پر ہاتھ رکھتے اور اسے اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ (۱)

غور فرمائیے کہ جو صحابہ کرام حضور ﷺ کے ایک لکڑی کے منبر شریف سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے وہ آپ کے اہل بیت سے کس قدرت عقیدت رکھتے ہوں گے لہذا اصحابہ کرام واہل بیت عظام کے درمیان لڑائیوں اور جھگڑوں کی تمام کہانیاں من گھڑت ہیں جو دشمنانِ اسلام نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے گھڑی ہیں انسان کو چاہیئے کہ وہ لکیر کا فقیر بننے کی بجائے اپنی عقل سے صحیح کام لے اور حقائق کو تسلیم کرلے جعلسازوں کی جعلسازیوں سے دور رہے۔

قرآن کے بارے میں عقیدہ

امام زُہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین زین العابدین سے قرآن کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا "کِتَابُ اللّٰهِ وَكَلَامُهٗ" کہ قرآن، اللہ کی کتاب اور اس کا کلام ہے۔

مختار ثقفی پر لعنت

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے

(۱) الشفاء ۲/۴۴، سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۶

ہوئے مختار بن ابی عبید ثقفی پر لعنت بھیج رہے تھے تو کسی نے عرض کی کہ اے ابو الحسین! آپ اس پر لعنت کیوں بھیج رہے ہیں وہ تو اہل بیت کی محبت میں ہی مارا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

"اِنَّهٗ كَانَ كَذَّابًا يَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُوْلِهٖ"

ترجمہ: بے شک وہ جھوٹا تھا وہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ گھڑتا تھا۔ (۱)

مختار ثقفی

مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب قبیلہ ثقیف کے سرداروں میں سے تھا۔ نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی تھی آپ نے فرمایا۔

يَكُوْنُ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَّمُبِيْرٌ (۲)

کہ ثقیف میں ایک بہت جھوٹا پیدا ہوگا اور ایک مہلک (قاتل) پیدا ہوگا۔ امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ ۷۴۸ھ فرماتے ہیں فَكَانَ الْكَذَّابُ هٰذَا ادَّعٰى اَنَّ الْوَحْيَ يَاْتِيْهِ وَاَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَكَانَ الْمُبِيْرُ الْحَجَّاجَ قَبَّحَهُمَا اللّٰهُ۔ (۳)

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۳، سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۷ طبقات ابن سعد ۵/۲۱۳

(۲) صحیح مسلم مطبوعہ مصر حدیث نمبر ۲۵۴۵، مسند امام احمد ۲/۲۶، ترمذی مطبوعہ مصر حدیث نمبر ۲۲۲۰، ۳۹۴۴

(۳) سیر اعلام النبلاء ۳/۵۳۸-۵۳۹

ترجمہ:

کہ حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق کذاب یہی مختار ثقفی ہے اس نے دعوی کیا تھا کہ اس کے پاس وحی آتی ہے اور یہ کہ وہ غیب جانتا ہے اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق "مبیر" (مہلک) حجاج بن یوسف ثقفی ہے اللہ ان کا برا کرے۔ بے شک ولی کو بھی غیب کا علم ہو سکتا ہے مگر مختار گمراہ تھا اور گمراہ ولی نہیں ہو سکتا۔

محب اہل بیت

اس سے ثابت ہوا کہ محبانِ اہل بیت وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے عقائد صحیح ہوں دوسرے لوگوں کا دعوی حب اہل بیت درست نہیں ہے نیز جن کا گمراہی پر جو کفر کی حد تک ہو مرنا ثابت ہو ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ تیسرا یہ کہ جو حضور ﷺ کے بعد وحی کے نزول کا دعوی کرے وہ کافر ہے ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جب وہ آسمان سے اتریں گے ان پر وحی نازل ہوگی۔ (۱)

مسند امام احمد ۴/۱۸۱ المستدرک للحاکم ۴/۴۹۲

اہل بیت اور تقیہ

امام محمد باقر بن امام زین العابدین فرماتے ہیں "إِنَّا لَنُصَلِّیْ خَلْفَهُمْ يَعْنِي الْأُمَوِيَّةَ مِنْ غَيْرِ تَقِيَّةٍ وَأَشْهَدُ عَلَى أَبِيْ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ خَلْفَهُمْ مِنْ غَيْرِ تَقِيَّةٍ۔

ترجمہ: بے شک ہم کسی تقیہ (ڈروخوف) کے بغیر بنو امیہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور میں اپنے باپ امام زین العابدین کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کسی تقیہ کے بغیر بنو امیہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت عظام تقیہ نہیں کرتے تھے۔ یہ کہنا کہ حضرت علی نے تقیہ کرتے ہوئے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی یہ بھی ان پر بہتان ہے انہوں نے جو کچھ کیا سچے دل سے اور خلوص سے کیا۔

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو

محمد بن فرات کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زین العابدین کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی اس کے بعد میں نے کچھ لوگوں کو نماز کے بارے میں باتیں کرتے سنا آپ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی۔

شِيْعَتُكُمْ لَا يَرَوْنَ الصَّلٰوةَ خَلْفَ بَنِيْ أُمَيَّةَ

کہ تمہارے گروہ کے لوگ ہیں جو بنی امیہ کے (اماموں کے) پیچھے نماز ناجائز کہتے ہیں آپ نے فرمایا۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۷ طبقات ابن سعد ۵/۲۱۳

هٰذَا وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ بِدْعٌ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلُّوْا خَلْفَهٗ فَاِنْ يَّكُنْ مُحْسِنًا فَلَهٗ حَسَنَتُهٗ وَاِنْ يَّكُنْ مُسِيْئًا فَعَلَيْهِ۔

ترجمہ :

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ ایک نئی چیز (بدعت) ہے جس نے قرآن پڑھا (اس پر ایمان رکھتا ہے) اور قبلہ کو منہ کرتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھ لو پس اگر وہ نیک ہوگا تو اس کی نیکی اس کے لیے مفید ہوگی اور اگر گنہگار ہے تو اس کا گناہ اسی پر بوجھ ہوگا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ ہر صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے اس میں اگر کوئی خامی ہو تو محبت سے اصلاح کرنی چاہیے۔ آپس میں لڑنا جھگڑنا۔ مسجدوں کو دنگا و فساد کی جگہ نہیں بنانا چاہیے۔ ہاں ایسے امام کے پیچھے کہ جس کے عقائد خدانخواستہ کفریہ حد تک یا گمراہ کن حد تک خراب ہوں یا وہ اس قسم کے عقائد والوں کو اپنا بزرگ و پیشوا مانتا ہوں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پڑھ لی تو لوٹالی جائے۔ کیونکہ امام و مقتدی کا ہم عقیدہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن بنو امیہ کے بعض لوگوں کے عمل قابل اعتراض تھے لیکن عقائد میں سب ایک تھے اس لیے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ان کے عقائد وہی ہیں جو ہمارے ہیں کہ وہ بھی قرآن پر ایمان رکھتے اور قرآن کی تعلیمات کو برحق جانتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں ان سے کوئی کفریہ باتیں یا گمراہی کی باتیں، سرزد نہیں ہوئیں اگرچہ خطاکار ہوں۔ ہوا کریں ان کی نیکیاں ان کے لیے

مفید اور ان کے گناہ و خطا ان پر بوجھ۔ ہم مسلمان جان کر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔

قوم پرستی

اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت عظام بڑے فراخ دل اور بڑے امن پسند تھے ان کے دلوں میں بنی امیہ کے بارے میں ایک قبیلہ کی حیثیت سے کسی طرح کا کینہ اور بغض نہ تھا۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی سنہری تعلیمات نے ان پاک ہستیوں کو قبیلہ و برادری اور قوم پرستی کی لعنت سے پاک کر دیا تھا لیکن افسوس کہ آج عرب اور غیر عرب اور دیگر تمام مسلمانوں میں اور بالخصوص پاکستان میں قوم پرستی، مہاجر و غیر مہاجر، پنجابی و سندھی و پٹھان، راجپوت، شیخ، آرائیں اور سید وغیرہ کی قوم پرستی کی لعنت جڑ پکڑ چکی ہے حتی کہ ایک برادری دوسری برادری سے رشتہ کا لینا دینا درست نہیں مانتی جب کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات آیت ۱۰)

ترجمہ : تمام مسلمان آپس میں بھائی ہی ہیں۔

مگر ہم ایمان کے رشتہ کے مقابلہ میں قوم و برادری کے رشتہ پر یقین کر کے اسلام سے دور ہو چکے ہیں ہماری بے شمار بیٹیاں محض اس لیے بیٹھی بوڑھی ہو گئیں اور ان کی شادیاں نہ ہو سکیں کہ نام نہاد برادری میں ان کے رشتے نہ مل سکے۔ جب کہ اسلام نے برادری کے بت کو توڑ کر ہمیں اسلامی و ایمانی رشتے سے جوڑ دیا مگر افسوس ہے کہ ہم نے اسلام کو مان تو لیا مگر اسے معاشرتی زندگی میں

جگہ نہ دی۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟
(اقبال)

مذہبی وسیاسی فرقہ بندی

اسی طرح جیسے قوم مسلم مختلف برادریوں میں بٹ کر ایمانی واسلامی برادری کو پس پشت ڈالنا ایمان واسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ بالکل اسی طرح مذہبی وسیاسی ہر قسم کی فرقہ بندی بھی اسلام کے خلاف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلمان ایک جماعت ہو جائیں یہ فلاں پارٹی یہ فلاں پارٹی بے شمار پارٹیاں بنانا ملک وملت اور اسلام کے لیے تباہ کن ہے۔ اور ان کی نحوست نے پاکستان کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے اور اب مزید فتنے انہی پارٹیوں کی کثرت سے سر اٹھائے ہوئے ہیں۔

بردباری اور سخاوت

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک آدمی آپ سے ملا اور آپ کو گالیاں دینے لگا امام صاحب کے غلاموں اور عقیدت مندوں نے اسے پکڑ کے مارنا چاہا آپ نے منع فرمایا اور فرمایا اسے چھوڑ دو انہوں نے اسے چھوڑ دیا پھر آپ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "مَا سَتَرَ

اللّٰهُ عَنْكَ مِنْ اَمْرِنَا اَكْثَرُ" یعنی ہمارے معاملہ سے اللہ نے تم پر جو پوشیدہ رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے یعنی ہماری خطائیں جو تمہیں نظر نہیں آتیں ہماری ان خطاؤں سے بڑھ کر ہیں جو تمہیں نظر آتی ہیں جن کی بنا پر تم ہمیں برا کہہ رہے ہو۔

پھر فرمایا کیا تمہاری کوئی حاجت ہے جو ہم پوری کریں اسے کچھ حیا سی آگئی اور شرمندہ ہو گیا آپ نے اپنے اوپر سے چادر جو آپ نے اوڑھی ہوئی تھی اتار کر اس کی طرف ڈال دی اور ساتھ ہی خادم سے فرمایا کہ اسے ایک ہزار درہم دیدو اس کے بعد وہ شخص آپ کو دیکھ کر کہا کرتا تھا "اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ ﷺ"

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کی اولاد سے ہیں۔(۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت کرام میں کمال درجہ کی بردباری تھی اور ان کی سخاوت بھی کمال درجہ کی تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا وجود اپنے مخلصوں اور غیروں سب کے لیے رحمت تھا اور یہ بھی کہ ان میں کمال تواضع تھی اور یہ کہ وہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مظہر تھے اور یہ کہ خوشامد کرنے والوں کو تو سب نوازتے ہیں کمال کرم تو یہ ہے کہ اپنے مخالف پر بھی احسان وکرم کا مظاہرہ کیا جائے۔

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۴۳

عفو و در گزر

عبداللہ بن عطاء سے مروی ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ایک غلام سے کوئی غلط کام ہو گیا جس سے وہ سزا کا مستحق ٹھہرا آپ نے اپنے ہاتھ مبارک میں کوڑا لیا تاکہ اسے سزا دیں اور ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (الجاثیة ۹)

ترجمہ: ایمان والوں سے فرماؤ! ان لوگوں سے در گزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ ایک قوم (کافروں) کو ان کے کئے کی سزا دے غلام نے عرض کی 'حضور' میں تو ان میں سے نہیں ہوں میں تو اللہ کی رحمت کا امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

"فَاَلْقَی سَوْطَهٗ وَقَالَ اَنْتَ عَتِیْقٌ"

ترجمہ: تو آپ نے اپنا کوڑا پھینک دیا۔ اور اس سے فرمایا (جا) تو آزاد ہے۔ اس سے اہل بیت عظام کے عفو و در گزر کی جہاں عمدہ مثال ملتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے علم بردار اپنے غلاموں پر کس قدر مہربان و شفیق تھے' یہی وجہ ہے کہ ان کے غلاموں کو ان کی غلامی پر بھی فخر ہوتا تھا۔

کمال بردباری

آپ کے چچازاد امام حسن بن حسن اور آپ (علی بن حسین) کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوا تو آپ کے چچازاد بھائی حضرت حسن بن حسن (رضی اللہ

عنہما) آپ کے پاس آئے آپ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو حسن بن حسن نے آپ کے سامنے آپ کو ہر وہ نازیبا بات کہی جو کہہ سکتے تھے امام زین العابدین خاموشی سے سنتے رہے کوئی جواب نہ دیا حسن واپس چلے گئے جب رات ہوئی تو امام زین العابدین ان کے دروازے پر تشریف لے گئے اور دستک دی تو حضرت حسن بن حسن باہر تشریف لائے اور امام زین العابدین نے ان سے عرض کی "میرے بھائی جان جو کچھ آپ نے میرے سامنے مجھے برا بھلا کہا اگر اس میں آپ سچے ہیں تو آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اللہ مجھے معاف فرمائے اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو میں آپ کو معاف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔

"السلام علیکم" یہ کہا اور واپس لوٹے حضرت حسن بن حسن بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور راستہ میں آکر آپ کو پکڑ لیا اور آپ سے چمٹ گئے اور اس قدر روئے کہ امام زین العابدین کو ان پر رحم آگیا اور وہ آپ سے کہنے لگے کہ آپ مجھے معاف کر دیں ورنہ میں اپنے آپ کو وہ سزا دوں گا جسے آپ میرے حق میں پسند نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا "اَنْتَ فِیْ حِلٍّ مِمَّا قُلْتَ لِیْ" کہ آپ نے مجھے جو برا بھلا کہا تھا میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام زین العابدین میں کمال کی بردباری اور عفو و در گزر کی صفت تھی اور یہ کہ اہل بیت عظام میں کمال کی تواضع

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۲۴۴/۱۷ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۳۹۷

وانکساری پائی جاتی تھی اور یہ کہ ہمارے لیے اس میں سبق ہے کہ اگر ہم دو مسلمان بھائیوں یا خاندانوں میں کوئی جھگڑا وغیرہ ہو جائے تو ہمیں اس کیفیت کو اپنے درمیان دیر تک نہیں رکھنا چاہیے بلکہ فوراً ایک دوسرے سے مل کر اس کی تلافی کر کے صلح کر لینی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَالصُّلْحُ خَيْرٌ" اور صلح بہتر ہے۔

لونڈی کی خطا

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہاتھ میں پانی کا لوٹا لیے امام صاحب کو نماز کا وضو کرا رہی تھی اتفاقاً اس کے ہاتھ سے لوٹا گرا اس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے عرض کیا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" (میرے نیک بندے غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں) آپ نے فرمایا میں نے غصہ ضبط کر لیا اس نے کلام پاک کا اگلا حصہ پڑھا "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" (قصور وار لوگوں کے قصور بھی معاف کرنے والے) آپ نے لونڈی سے فرمایا اللہ تجھے معاف کرے (میں نے معاف کر دیا) اس نے کلام کا بقیہ حصہ پڑھا "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے) آپ نے لونڈی سے فرمایا "اِذْهَبِيْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ" جا تو آزاد ہے۔(۱)

غلاموں کی بے خوفی

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو بلایا اس نے جواب نہ دیا

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۰

دوبارہ بلایا تو جواب نہ دیا تیسری بار بلایا تو اس نے جواب دیا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے پہلے میری آواز نہیں سنی تھیں؟ اس نے عرض کی سنی تھی' فرمایا پھر مجھے جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے عرض کی "اَمِنْتُكَ" آپ سے بے خوفی کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مَمْلُوْكِيْ يَاْمَنُنِيْ

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے جس نے میرے غلام کو مجھ سے بے خوف کر دیا۔(۱)

یہ ہے آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا کمال اسلام وایمان کہ اس فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مجسمہ تصور و مکمل عملی تفسیر تھے کہ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے لوگ سلامت اور امن سے رہیں یعنی لوگوں کو اس سے کوئی خوف و خطر نہ ہو۔ نہ کسی کو زبان سے تکلیف پہنچائیں اور نہ ہی ہاتھ سے۔(۲)

غصہ سے کوسوں دور

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ غصہ سے کوسوں دور تھے حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے میری موجودگی میں آپ کو برا بھلا کہا آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو وہ آپ کے ساتھ چل پڑا اور سمجھا شاید آپ اس سے اپنا بدلہ لیں گے جب آپ اس کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا اے بندہ خدا

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۰ (۲) مسند احمد ۲/۲۲۳

جو کچھ تو نے میرے بارے میں کہا اگر سچ ہے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اگر وہ غلط ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ (اس پر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور آپ واپس تشریف لے آئے) (۱)

سخی گھرانا

اہل بیت کا پورا گھرانہ ہی سخی تھا کوئی ایک فرد نہیں بلکہ سب کے سب سخاوتِ مصطفیٰ ﷺ کے مظہر تھے۔ حضور ﷺ کا رنگ جس پر چڑھ گیا وہ آپ کی صورت وسیرت کا عکس بن گیا سیدنا ابوبکر صدیق کو دیکھئے کہ آپ نے اپنے آپ کو مرضیٔ مصطفیٰ ﷺ میں فنا کر دیا اور اپنا تن من دھن سب قربان مصطفیٰ ﷺ کر ڈالا اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و امام حسن و امام حسین و امام زین العابدین رضی اللہ عنہم اور آپ کے گھر والے حتیٰ کہ آپ کی ہمشیرہ بی بی سکینہ کے بارے میں امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حج کے لیے گھر سے روانہ ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ بی بی سکینہ رضی اللہ عنہا نے ایک درھم بھجوایا کہ انہیں میری طرف سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا آپ نے انہیں راستہ میں ہی غریبوں میں بانٹ دیا۔

صحابۂ مصطفیٰ ﷺ اور محبت اہل بیت

حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہل بیت کے ساتھ بے حد محبت تھی ایک بار امام زین العابدین بیمار ہوئے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت آپ کی بیمار پرسی کو حاضر ہوئی انہوں نے عرض کی "كَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا ابْنَ

(۱) نور الابصار ۱۳۹

رَسُوْلِ اللّٰہِ فَدَتْكَ اَنْفُسُنَا ؟" اے شہزادۂ رسول اللہ ﷺ آج آپ نے کس حال میں صبح کی طبیعت مبارک آج کیسی ہے؟ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا "فِیْ عَافِیَةٍ وَاللّٰهُ الْمَحْمُوْدُ" الحمد للہ عافیت میں ہوں۔ پھر صحابہ کرام سے خیر وعافیت پوچھتے ہوئے فرمایا "فَكَیْفَ اَصْبَحْتُمْ اَنْتُمْ جَمِیْعًا" آپ سب نے کس حال میں صبح فرمائی آپ حضرات کے مزاج شریف کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کی "اَصْبَحْنَا وَاللّٰهِ لَكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحِبِّیْنَ وَادِّیْنَ" اے شہزادۂ رسول ﷺ اللہ کی قسم آپ سے محبت ومودت کے حال میں ہم نے صبح کی ہے۔

صلہ محبت اہل بیت

آپ صحابہ کرام کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا "مَنْ اَحَبَّنَا لِلّٰهِ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلٍّ ظَلِیْلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ وَاٰتَاهُ اللّٰهُ رِزْقَهٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ" جس نے ہم سے اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کی اللہ قیامت کے دن جب کہ اس کے سایۂ کرم کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اسے جنت کے گھنے سایوں میں جگہ دے گا اور اسے دنیا میں وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ (۱)

بیٹے کا خون معاف کر دیا

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاں کچھ دوستوں کی دعوت کی آپ کا غلام تنور میں سے سیخ پر گوشت بھون کر لا کر پیش کر رہا تھا آپ کا

(۱) ملخص نور الابصار ۱۴۰

ایک چھوٹا سا معصوم بیٹا بھی وہاں ساتھ ہی نیچے بیٹھا تھا سوءِ اتفاق کہ تنور سے نکلی ہوئی آگ سے نہایت سرخ ہوئی ہوئی سیخ غلام کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے اس معصوم چھوٹے صاحبزادے کے سر پر جا گری جس سے وہ بری طرح زخمی ہو گیا آپ کو پتہ چلا تو معصوم بیٹے کی طرف اچھلے کہ اسے بچالیں مگر وہ زخم کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیارا ہو گیا غلام کا خوف کے مارے برا حال ہو رہا تھا آپ نے اس کی طرف نظر اٹھائی اور اس کے خوف کی حالت کو دیکھا جس سے اس کا برا حال ہو رہا تھا فرمایا۔

اِنَّکَ حُرٌّ اِنَّکَ لَمْ تَعْمَدْہُ وَاَخَذَ فِیْ جِھَازِ ابْنِہٖ

ترجمہ: جا تو آزاد ہے بے شک تو نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا پھر بچے کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے۔(۱)

اللہ اکبر! کس شان کے یہ لوگ تھے یہ کیا تھے بس پیکر سیرت مصطفیٰ ﷺ تھے نہ صرف غلام کو لختِ جگر کا خون معاف کر دیا بلکہ اس صدمہ اور خوف سے غلام کا جو برا حال ہو رہا تھا اسے آزاد فرما کر اس کے حال کو بہتر حال سے بدل دیا۔

رونے کی آواز

امام ابراہیم بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دن آپ اپنے گھر سے باہر احباب کی جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک گھر سے رونے کی آوازیں آئیں آپ جلدی سے اندر تشریف لے گئے اور یکدم خاموشی ہو گئی کچھ دیر بعد آپ باہر

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۴

تشریف لائے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی حادثہ (کسی کا گھر میں انتقال ہوا)؟ فرمایا ہاں تو سب حاضرین نے اس پر تعزیت کی اور آپ کے کمالِ صبر پر سب کو تعجب ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

اِنَّا اَھْلُ بَیْتٍ نُطِیْعُ اللّٰہَ فِیْمَا نُحِبُّ وَنَحْمَدُہٗ فِیْمَا نَکْرَہُ

ترجمہ: بے شک ہم اہل بیت ہیں کہ جو بات ہمیں پسند ہو اس میں ہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو ناگوار بات ہمیں پیش آجائے اس پر ہم اللہ کی حمد بجالاتے ہیں بے صبری نہیں کرتے۔(۱)

حکمرانوں اور دیگر شارع عام روکنے والوں کے لیے سبق

آج حکمرانوں کا وطیرہ ہو گیا ہے کہ جس شارع، سڑک یا راستہ سے گزریں گے اسے اپنے لیے بند کرا دیں گے جب تک وہاں سے گزر نہ جائیں بیچارے عوام کو وہاں روک کر رکھا جاتا ہے خواہ کسی کو کتنی ہی جلدی کیوں نہ ہو کوئی مجبوری اور ایمرجنسی کیوں نہ ہو شارع عام اور سڑکوں پر گویا حکمرانوں کا ہی حق ہے عوام کا کوئی حق نہیں ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جو اپنی تقریبات شارع عام پر منعقد کر کے اور جلوس نکال کر شارع اور سڑکوں کو بند کرا دیتے ہیں دوسروں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ حکمرانوں کے لیے جائز ہے اور نہ ہی کسی اور کے لیے کہ وہ عام گزرگاہ و سڑک وغیرہ کو جو سب کے لیے مشترک ہے کچھ دیر تک اپنے لیے مخصوص کر لیں اور لوگوں کو اس وقت تک گزرنے نہ دیں جب تک خود نہ گزر جائیں یا جب تک اپنی

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۰

تقریب مکمل نہ کرلیں۔ ایسا کرنے والوں سے اس کا بھی روز قیامت حساب لیا جائے گا۔ آیئے اس سلسلہ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اور سیرت عالیہ سے جو سیرت مصطفیٰ ﷺ کا عکس و مظہر تھی' راہنمائی حاصل کریں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ إِذَا سَارَ عَلَى بَغْلَتِهِ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَقُلْ لِأَحَدٍ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ وَكَانَ يَقُوْلُ الطَّرِيْقُ مُشْتَرَكٌ لَيْسَ لِيْ أَنْ أُنَحِّيَ أَحَدًا عَنِ الطَّرِيْقِ۔

ترجمہ: علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) جب اپنی سواری خچر پر بیٹھ کر مدینہ کی گلیوں میں سے گزرتے تھے تو یوں نہیں فرماتے کہ "لوگو راستہ چھوڑو راستہ چھوڑو مجھے گزرنے دو" فرماتے تھے کہ راستہ مشترک ہوتا ہے میرے لیے جائز نہیں کہ میں اپنی وجہ سے کسی کو راستہ سے ہٹاؤں۔ (۱)

یہ ہے خدا خوفی اور یہ ہے لوگوں کے حقوق کا احساس۔ اسی کا نام اسلام ہے اور اس کا نام فکرِ عوام و احساسِ عوام ہے در اصل ملک کا اقتدار ایسے ہی لوگوں کا حق ہے اس لیے قرآن کریم میں فرمایا" أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ "کہ زمین کے اقتدار کے حق دار میرے نیک بندے ہیں (انبیاء۔ ۱۰۵) مگر افسوس کہ ہم اقتدار کی ذمہ داری اہل کی بجائے نااہلوں کو سونپ کر ملک و ملت اور عوام کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۶ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۸

خوبصورت لباس

سیدنا امام زین العابدین سردی کے موسم میں پچاس دینار قیمت کی اون (Wool) کی قیمتی چادر اوڑھتے تھے جب گرمی کا موسم آتا تو اسے کسی غریب کو دے دیتے (تاکہ آئندہ سردی کے موسم میں وہی اسے اوڑھے) یا اسے بیچ کر اس کی وصول شدہ قیمت اللہ کے نام دے دیتے اور آپ گرمی کے موسم میں مصر کا بنا ہوا قیمتی اور خوبصورت جوڑا تہبند اور اوپر اوڑھنے کی چادر زیب تن فرماتے اور ان کے علاوہ بھی خوبصورت لباس پہنتے اور قرآن کی یہ آیت تلاوت فرماتے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (اعراف ۳۲)۔

ترجمہ: تم فرماؤ کہ کس نے حرام قرار دیا اللہ کی خوبصورتی کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے بنایا۔ (۱)

یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل علم حضرات اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق بہتر لباس اور خوبصورت لباس اور اسی طرح بہتر رہن سہن اور بہتر سواری وغیرہ استعمال کرنا علم کی قدر افزائی کے لیے ضروری ہے اگر علماء کرام کا رہنا سہنا اور دیگر ضروریات دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں کم درجہ کی ہوں گی تو عوام اپنے بچوں کو اس طرف لگانے میں گھبرائیں گے اور بہتر ہوں گی تو لوگوں کا شوق ہوگا کہ وہ بھی اپنے بچوں کو عالم بنائیں کہ علم کی برکت سے وہ بھی معیاری زندگی گزار سکیں گے اور عزت پائیں گے۔ ایسا کرنے میں در اصل دین کی ترقی اور علم دین کی عزت افزائی ہے اس لیے حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ علماء کے وظائف بھاری مقرر کیجئے تاکہ وہ معاش سے بے نیاز ہو کر دین کی خدمت کریں۔ (۲)

(۱) مختصر تاریخ دمشق ۱۷/۲۴۶ (۲) کتاب الخراج امام ابو یوسف ۱۱۳

عجیب شان

شہزادہ ہشام بن عبد الملک نے اپنے والد عبد الملک کی خلافت یا اپنے بھائی ولید بن عبد الملک کی خلافت کے زمانہ میں حج کیا جب طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دینا چاہا مگر لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکا تو اہل شام نے اسے کرسی پر بٹھا کر کرسی کو اٹھا لیا اور اسے طواف کرانے لگے اس دوران ہشام نے دیکھا کہ حضرت امام زید العابدین تشریف لے آئے آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا اور جسم اقدس پر چادر اوڑھے ہوئے تھے (احرام کی حالت میں تھے) سب سے زیادہ نورانی چہرے والے اور پروقار نظر آرہے تھے اور بہترین خوشبو والے۔ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی مبارک پر کثرت سجود کا نشان مبارک نمایاں تھا' طواف کرنے لگے تو جب آپ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے اس کی طرف بڑھتے تو لوگ آپ کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے راستہ چھوڑ دیتے اور آپ آرام سے اور بہ آسانی حجر اسود کا بوسہ لیتے اس پر ہشام کو رشک آنے لگا اور لوگوں پر غصہ بھی کہ لوگوں نے اس کی باری تو اسے حجر اسود تک پہنچنے ہی نہیں دیا لیکن اس ہستی کے ادب واحترام اور ہیبت وعظمت کی وجہ سے اس کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک شامی مرد نے ہشام سے پوچھا کہ جناب کو معلوم ہے کہ یہ کون شخص ہے جس کی ہیبت وعظمت کا یہ حال ہے کہ لوگ اس کے آگے سے ہٹ جاتے اور اس کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور وہ آرام واطمینان سے حجر اسود کا بوسہ لے لیتا ہے؟ ہشام نے آپ کو پہنچانے کے باوجود تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا کہ معلوم نہیں یہ کون ہیں' تاکہ اہل شام کے دلوں میں

آپ کی طرف رغبت پیدا نہ ہو۔ حسن اتفاق سے کہ شاعر ومداح اہل بیت حضرت فرزدق وہاں موجود تھے کہنے لگے لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کون ہیں؟ اس شامی نے کہا اے ابو فراس یہ کون ہیں؟ فرزدق نے فی البدیہ ایک قصیدہ کہہ کر امام زین العابدین کا تعارف کرادیا۔

اس قصیدہ مبارک کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

(١) "هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهٗ۔ وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَامُ"

ترجمہ: یہ وہ ہستی ہے جن کے قدموں کے نشان کو وادی بطحاء پہچانتی اور اسے بیت اللہ جانتا اور حرم اور حرم سے باہر کی سرزمین بھی اس سے واقف ہے۔

(٢) هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمْ۔ هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ۔

ترجمہ: یہ اللہ کے تمام بندوں میں بہتر (رسول اللہ) کے شہزادے ہیں۔ پرہیزگار' ستھرے' پاکیزہ' اور عظمت کے بلند پہاڑ ہیں۔

(٣) اِذَا رَأَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا۔ اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ

ترجمہ: جب قریش اسے دیکھتے ہیں تو ان کا کہنے والا کہتا ہے کہ اس ہستی کی خوبیوں پر کرم ختم ہو جاتا ہے۔

(٤) هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ کُنْتَ جَاهِلَهٗ ۔ بِجَدِّهٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوْا۔

ترجمہ: یہ علی بی فاطمۃ الزہراء کا بیٹا ہے اگر تو اسے نہیں جانتا۔ اس کے جد امجد

کے ذریعے نبیوں کے سلسلہ کو ختم کیا گیا۔

یہ کل اٹھائیس اشعار پر مشتمل ایمان افروز قصیدہ ہے یہ سن کر ہشام، فرزدق پر سخت ناراض ہوا اور اسے جیل بھیجنے کا حکم دیا تو ان کو مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام عسفان میں بند کر دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین کو علم ہوا تو آپ نے اپنے شاعر کی طرف بارہ ہزار درھم ہدیہ کے طور پر بھیجے اور معذرت چاہتے ہوئے پیغام بھیجا کہ اگر ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہوتے تو ہم آپ کی خدمت زیادہ کرتے لیکن فرزدق نے یہ کہہ کر وہ درہم واپس کر دیئے اور قبول نہ کیے کہ میں نے جو کچھ کہا محض اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لیے کہا ہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وہ درھم یہ فرما کر پھر فرزدق کے پاس بھیج دیئے کہ تجھے اس حق کی قسم کی جو میرا تجھ پر ہے یہ ہدیہ قبول کر لیجیے تو فرزدق نے وہ ہدیہ قبول کر لیا۔(۱)

آپ کیوں روتے ہیں؟

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بہت روتے تھے آپ سے عرض کی گئی کہ حضور آپ اس قدر زیادہ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک بیٹا یوسف علیہ السلام گم ہو گیا جس کے مرنے کا ان کو یقین بھی نہ تھا اس کے باوجود وہ اس کے فراق میں اس قدر روتے تھے کہ رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں لیکن تم سوچو تو سہی۔

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۶تا۲۴۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۹

"وَقَدْ نَظَرْتُ اِلٰی اَرْبَعَۃَ عَشَرَ رَجُلاً مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُذْبَحُوْنَ فِیْ غَدَاۃٍ وَاحِدَۃٍ فَتَرَوْنَ حُزْنُھُمْ یَذْھَبُ مِنْ قَلْبِیْ اَبَدًا"۔

ترجمہ: اور بلاشبہ میں نے میدان کربلا میں اپنے گھر کے چودہ مردوں کو ایک ہی دن میں اپنی آنکھوں سے ذبح ہوتا ہوا دیکھا تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ان کا غم کبھی میرے دل میں سے جا سکتا ہے؟۔(۱)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی پسندیدہ دعا

حضرت امام زین العابدین اکثر و بیشتر یہ دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تُحَسِّنَ فِیْ لَوَائِحِ الْعُیُوْنِ عَلَانِیَتِیْ وَتُقَبِّحَ فِیْ خَضِیَّاتِ الْعُیُوْنِ سَرِیْرَتِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تو میرے ظاہر کو ظاہری نظروں میں خوبصورت بنا دے اور میرے باطن کو نظروں کے باطن میں برا بنا دے۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَسَاْتُ وَاَحْسَنْتَ اِلَیَّ فَاِذَا عُدْتُ فَعُدْ عَلَیَّ

ترجمہ: اے اللہ جیسا کہ میں نے خطائیں کیں اس کے باوجود تو مجھ پر احسان فرماتا رہا تو جب مجھ سے پھر خطائیں سرزد ہوں تو مجھ پر احسان فرمانا۔(۲)

(۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۳۹

(۲) مختصر تاریخ ابن عساکر ۱۷/۲۵۵ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۹۶ حلیۃ الاولیاء ۳/۱۳۴

مشکل کے حل اور مصیبت کے دور ہونے کی مجرب دعا

ضمنی طور پر قارئین کے فائدہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دعا نقل کی جاتی ہے آپ کو جب کوئی مشکل آتی تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے تھے۔

يَا كٓهٰيٰعٓصٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ بِهَا تَزُوْلُ النِّعَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ بِهَا تَحِلُّ النِّقَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ بِهَا تَكْثُرُ الْاَعْدَاءُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ بِهَا تُحْبَسُ غَيْثُ السَّمَاءِ

ترجمہ: اے کاف ھا یا عین صاد (کلام والے) میں ان گناہوں سے تیری پناہ (و بخشش) چاہتا ہوں جن کی وجہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں اور میں ان گناہوں سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں جن کی وجہ سے آسمان سے مینہ برسنا روک لیا جاتا ہے۔

صاحب "قرۃ العین فی مقتل الحسین" لکھتے ہیں کہ یہ دعاء حل مشکلات اور دافع مصائب کے لئے مجرب ہے اس کی برکت سے مشکل حل اور مصیبت دور ہوتی ہے۔(۱)

جمع بین الصلوتین

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سفر کی حالت میں ظہر و عصر کے اور مغرب و عشاء کے درمیان جمع کرتے تھے یعنی سفر میں یہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھتے اور فرماتے تھے۔

(۱) نور الابصار ۱۴۰

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذٰلِكَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ وَلَا خَائِفٍ

ترجمہ: کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں اسی طرح کرتے تھے جب کہ آپ کو نہ کوئی جلدی ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی ڈر۔(۱)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ نمازیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں فرض کی ہیں لہذا ان حدیثوں کی تاویل کی جائے گی یعنی اس جمع سے جمع صوری مراد لی جائے گی۔ بہر صورت اس مسئلہ میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے اور امت کے علماء کا فقہی مسائل میں اختلاف امت کے لیے رحمت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

امت میں فقہی اختلاف رحمت ہے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے(۲)

اور میرے امت کا اختلاف رحمت ہے۔(۳)

طبرانی کے حوالہ سے المیزان الکبری میں امام عبد الوہاب الشعرانی حدیث نقل کرتے ہیں کہ میری شریعت کے تین سو ساٹھ راستے ہیں جو شخص ان میں سے کسی پر بھی چلے گا نجات پا جائے گا۔ اس لیے محققین کا مذہب ہے کہ

(۱) (طبقات ابن سعد ۵/۲۱۹)
(۲) کشف الخفاء ۱/۶۸ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱/۲۸ تذکرۃ الموضوعات ۹۰
(۳) المغنی ۱/۲۸ اتحاف السادۃ المتقین ۱/۲۰۴ تذکرۃ الموضوعات ۹۰

سب آئمہ مجتہدین حق پر ہیں ہر فقیہ کا فرمان شریعت ہے ان فقہاء امت وعلماء ملت کے اقوال میں سے کسی بھی قول پر عمل کرنے والا شریعت پر ہے۔ (کمافی المیزان الکبریٰ)

کراماتِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اہل سنت کے عقیدہ میں کراماتِ اولیاء برحق ہیں چنانچہ شرح عقائد میں ہے اور کسی بزرگ کی سب سے بڑی کرامت اس کا استقامت کے ساتھ شریعت پر چلنا ہے۔

تاہم اصطلاح میں جسے کرامت کہا جاتا ہے یعنی مافوق العادۃ وہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ توسراپا کرامات تھے اہل بیت کرام کی شان یہ ہے کہ وہ سراپا کرامت ہی ہوتے ہیں۔ تاہم بطور مثال آپ کی کچھ کرامات کاذکر کرتے ہیں تاکہ اس سے دلوں کو تازگی نصیب ہو۔

پہلی کرامت

امام عبداللہ بن زاھد سے مروی ہے کہ جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوئے توانہوں نے حجاج بن یوسف کو جواس وقت مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کا گورنر تھا خط لکھا جس میں اسے تاکید کی کہ حضور ﷺ کے خاندان والوں کی عزت واحترام کرنا ان میں سے کسی کو ایذا نہ پہنچانا ان میں سے کسی کا خون نہ بہانا۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ جس نے حضور ﷺ کے خاندان کو ایذا پہنچائی یاان میں سے کسی کا خون بہایا اس کی حکومت زیادہ دیر قائم نہیں رہی۔ والسلام۔

اس خط پر اپنی مہر لگا کر قاصد کے ذریعے حجاج بن یوسف کی طرف روانہ

کردیا۔ سیدنا امام زین العابدین کو اسکے اس خط کا کشف کے ذریعہ علم ہو گیا۔ یعنی اللہ نے عبدالملک کا یہ عمل قبول کرتے ہوئے امام زین العابدین پر منکشف فرمادیا تو آپ نے اسی وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان کو خط لکھا جس میں فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَّا بَعْدُ الخ

ترجمہ: اللہ بے حد مہربان بہت رحم والے کے نام سے علی بن حسین کی طرف سے عبدالملک بن مروان امیر المؤمنین کے نام۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے فلاں مہینہ کے فلاں دن ہمارے (اہل بیت کے) حق میں حجاج بن یوسف کو جو خط لکھا جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے آپ کا یہ عمل قبول فرمالیا۔ آپ نے مہر لگا کر لپیٹ کر مدینہ منورہ سے اپنا یہ خط اسی وقت عبدالملک کو اپنے ایک غلام کے ذریعے شام بھیج دیا۔ غلام یہ خط لے کر جب عبدالملک کے دربار میں پہنچا اور اس کے حوالہ کیا تو اس نے پڑھا اور اس کی تاریخ دیکھی تو یہ وہی تاریخ تھی جس میں اس نے اپنا خط شام سے حجاج کے نام روانہ کیا تھا اور دونوں خطوں کو بھیجنے کی تاریخ بھی ایک تھی دن بھی حتیٰ کہ وقت بھی ایک تھا تو خلیفہ آپ کی اس کرامت سے بہت متاثر ہوا اور اس کے عقیدت میں اور اضافہ ہوا اور اس نے آپ کے غلام کے ساتھ بہت سے تحائف کپڑے لباس چادریں اور دیگر سازوسامان اور نقد درھم اونٹ پر لاد کر بھیجے اور پیغام بھیجا کہ حضور مجھے اپنی نیک دعاؤں سے یاد فرماتے رہا کریں۔ (۱)

(۱) نورالابصار ۱۳۱

دوسری کرامت

دوسری کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت زید جن کی نسبت سے سادات زیدی مشہور ہیں' کے شہید ہونے کی پیشگوئی دی تھی چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ حضرت زید بن علی خلیفۂ وقت ہشام بن عبد الملک کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے آپ نے ہشام کی بغاوت کرتے ہوئے لوگوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ خلیفہ ہونے پر کتاب وسنت کا نظام اسی طرح نافذ کریں گے جیسے خلفاءِ راشدین کا تھا ظالموں کے خلاف جہاد' کمزوروں کی مدد' محروموں کو ان کا حق واپس کرائیں گے' مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف کریں گے اور اہل بیت کا حق بھی انہیں دیں گے (تاریخ ابن خلدون ۳ / ۹۸) کچھ کوفیوں نے اپ کو تعاون کا یقین دلایا آپ لشکر لے کر نکلے اور مقابلہ میں حاکم عراق یوسف کا لشکر آگیا لڑائی ہوئی تو اس میں حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما شہید ہوگئے آپ کی تاریخ شہادت ۲ صفر ۱۲۲ھ ہے آپ کی عمر شریف بیالیس سال تھی۔ (۱)

تیسری کرامت

یہ ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان' امام زین العابدین سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ آپ مدینہ منورہ کی بجائے اس کے پاس دمشق (ملک شام) میں رہیں مگر آپ کو یہ بات پسند نہ تھی ایک آدھ بار تو آپ تشریف لے گئے مگر بار بار جانا پسند نہ تھا۔ آخر اس نے اپنے آدمی بھیجے کہ امام زین العابدین کو زبردستی اٹھا لائیں قاصدوں نے امام صاحب کو مکہ میں پایا اور ساتھ چلنے کو کہا

(۱) نور الابصار ص ۱۴۱ سیر اعلام النبلاء ۵ / ۳۸۹

امام صاحب نے انکار فرمایا تو انہوں نے آپ کو بیڑیوں میں جکڑ لیا اور لوگوں کو آپ سے ملنے سے منع کر دیا۔

امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے ملنے کی پہریداروں سے اجازت لی اور حضرت کی خدمت میں اس کمرہ میں گیا جس میں آپ کو بند کیا گیا تھا تو مجھے آپ کے مبارک پاؤں میں بیڑیاں دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور میں رونے لگا اور عرض کی کہ اے شہزادہ رسول کریم ﷺ آپ کی یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی جا رہی جب آپ نے میرے شدید رنج اور رونے کی حالت دیکھی تو فرمایا۔

یَا زُهْرِيُّ لَا تَجْزَعْ اَنَّ هٰذَا الْحَدِيْدَ لَا يُؤْذِيْنِيْ

ترجمہ: اے زہری پریشان نہ ہو یہ لوہے کی بیڑیاں مجھے تکلیف نہیں دیتیں۔

اللہ اکبر' اولادِ مصطفیٰ ﷺ واہلِ بیت آقائے دوجہاں کے کیا ہی حوصلے ہیں اس کے بعد آپ نے اپنے مبارک پاؤں سے بیڑیاں اتار کر میرے سامنے رکھ دیں اور فرمایا کہ یہ لوگ مجھے عبد الملک بن مروان خلیفہ کے پاس لے جانے والے ہیں میں ذات عرق (ایک جگہ کا نام ہے) سے آگے ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ کے قاصد آپ کو اٹھا کر دمشق روانہ ہوگئے چار دن کے بعد خلیفہ کے وہی قاصد جو آپ کو اٹھا کر لے گئے تھے واپس مکہ آگئے اور ہم سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھنے لگے اور کہنے لگے کہ ذات عرق پر ہم پہنچے اور ہم نے وہاں رات بسر کی اچانک ہم نے دیکھا کہ خالی بیڑیاں وہاں پڑی تھیں۔ اور امام صاحب ہم سے غائب ہوگئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی فکر ہوئی میں سیدھا عبد الملک کے

پاس دمشق روانہ ہو گیا اور کئی ہفتوں کے بعد وہاں جا پہنچا اور خلیفہ سے ملا تو اس نے مجھ سے امام زین العابدین کے بارے میں پوچھا میں نے عرض کی کہ آپ ان کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں خلیفہ نے بتایا کہ عجیب بات یہ ہے کہ میرے قاصدوں نے جس روز انہیں ذات عرق میں غائب پایا اسی روز وہ یہاں دمشق میں میرے محل کے اس دروازہ سے داخل ہو کر میرے پاس آظاہر ہوئے۔ اور مجھ سے فرمایا مَا اَنَا وَاَنْتَ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے عرض کی اُرِیْدُ اَنْ تُقِیْمَ عِنْدِیْ کہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے پاس رہیں اور یہاں سے نہ جائیں۔ (۱)

اس سے آگے واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا البتہ کرامت یہ ہے کہ بیڑیوں سے اپنے آپ کو نکال لیا اور دوسری کرامت یہ کہ قصر خلافت کے دروازے پر پہریداروں کو نظر نہ آئے اور اس کے خاص دروازے سے خلیفہ تک پہنچ گئے۔ تیسری کرامت یہ کہ لمبی مسافت تھوڑی سی دیر میں طے فرمالی یہ سب کرامات ہیں سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی۔

ایک سوال اور جواب

سوال یہ ہے کہ پہلے بزرگوں کی کرامات سنتے اور پڑھتے ہیں مگر اس دور میں علماء بھی ہیں، باعمل بھی ہیں، صحیح العقیدہ بھی ہیں، مگر ان سے ویسی کرامات دیکھنے میں نہیں آتیں؟ جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جوں جوں زمانہ عہد نبوی سے دور اور قیامت سے قریب ہوتا جائے گا خیر و برکتیں کم اور شر و فساد زیادہ ہوتے جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ملفوظات شریفہ میں ہے کہ ایک

(۱) المنتظم ۶/۳۳۰-۳۳۱

روایت معتبرہ میں ہے کہ قرب قیامت میں فسادِ زمانہ کی نحوست سے اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی کرامات کو مخفی کر دے گا بلا شبہ اولیاء اللہ تو موجود ہیں بلکہ صحیح العقیدہ عالم باعمل اللہ کا ولی خاص ہے اگر اللہ کے یہ اولیاء نہ ہوں تو اہل زمین ہلاک ہو جائیں۔

رافضہ اور امام زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما

امام عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ رافضہ (حضرت ابو بکر و عمر کے منکرین) کا ایک گروہ حضرت امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تَبَرَّءْ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ حَتّٰی نَنْصُرَکَ۔

ترجمہ: آپ ابو بکر و عمر سے بیزاری کا اظہار کریں تاکہ ہم آپ کی مدد کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا

"بَلْ اَتَوَلاَّ ھُمَا"

ترجمہ: بلکہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔

انہوں نے کہا

اِذًا نَرْفُضُکَ ترجمہ: پھر تو ہم آپ کو چھوڑتے ہیں (نَرْفُضُ رَفْضٌ سے ہے جس کا معنی ہے چھوڑنا علیحدہ ہو جانا)

"فَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ لَھُمْ "اَلرَّافِضَۃُ""

ترجمہ: تو اسی وجہ سے ان کا نام رافضہ رکھا گیا کہ انہوں نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کو اس لیے چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی کہ آپ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کرنے کی بجائے ان سے محبت و دوستی کا اظہار

فرمایا(سیر اعلام النبلاء ۵ / ۳۹۰) آپ کی خدمت میں ایک اور گروہ آیا اس نے کہا کہ ہم ابو بکر سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کی مدد کے لیے حاضر ہیں آپ نے انہیں قبول فرمالیا(نور الابصار ص ۱۹۶) یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں وہ مقبول و منظور ہیں جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں علامہ مومن "نور الابصار" میں فرماتے ہیں کہ صحیح زیدی اور اہل بیت کا ماننے والا وہی ہے جو حضرت ابو بکر و عمر سے محبت رکھے کیونکہ حضرت زید اور ان کے باپ دادا ان سے محبت رکھتے تھے۔

مقام امام زید بن علی رضی اللہ عنہما

سیدنا امام زید بن علی حسین بن علی بن ابی طالب کی کنیت ابو الحسن ہے آپ امام محمد باقر و عبد اللہ و عمر و علی و حسین (رضی اللہ عنہم) کے بھائی ہیں۔ آپ نے اپنے والد امام زین العابدین' اپنے بھائی امام محمد باقر' عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا پھر آگے ان سے ان کے بھتیجے امام جعفر صادق و شعبہ و فضیل بن مرزوق و مطلب ابن زیاد اور ابن ابی الزناد نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ سے مروی احادیث سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں آپ کو امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔ آپ تابعی ہیں کئی ایک صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔(۱)

امام شمس الدین ذہبی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

وَكَانَ ذَا عِلْمٍ وَجَلَالَةٍ وَصَلَاحٍ هَفَا وَخَرَجَ فَاسْتُشْهِدَ

حضرت زید بن علی صاحب علم و عظمت اور نیک تھے آپ سے لغزش ہو گئی اور آپ خلیفہ کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوئے اور شہید ہو گئے۔

(۱) نور الابصار ص ۱۹۵

شہادت کے بعد آپ کے جسم مبارک کو چار سال تک سولی پر لٹکائے رکھا گیا۔(۱)

مگر آپ کے جسم مبارک پر مکڑی نے جالا بن دیا تاکہ آپ کا ستر نظر نہ آئے آپ کے جسم مبارک کو سولی پر لٹکانے والے سولی پر لٹکاتے اور آپ کا رخ دریائے فرات کی طرف کرتے مگر سولی کی لکڑی قبلہ کی طرف پھر جاتی جس سے آپ کا منہ مبارک قبلہ کی طرف ہو جاتا۔

زیارتِ مصطفیٰ ﷺ

جریر بن حازم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ آپ اس لکڑی کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں جس پر آپ کے جسم مبارک کو لٹکایا گیا تھا آپ رنجیدہ حالت میں فرماتے ہیں "هٰكَذَا تَفْعَلُوْنَ بِوَلَدِيْ" تم میرے اولاد کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے ہو؟۔(۲)

وفات امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

حضرت امام زین العابدین منگل کی رات ۱۴ ربیع الاول ۹۴ھ کو دنیا سے رخصت ہو گئے ایک قول ہے کہ ۹۲ھ کو اور ایک قول میں ۹۳ھ اور ایک قول ۹۵ھ کا بھی ہے امام ذہبی لکھتے ہیں کہ پہلا قول ہی صحیح ہے۔(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۴۰۰) اور بقیع میں دفن ہوئے (مختصر تاریخ دمشق ۱۷/ ۲۵۶) لیکن علامہ مؤمن بن حسن بن مؤمن الشبلنجی المصری علیہ الرحمۃ جو ۱۳۲۲ھ تک حیات تھے

(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۸۹

(۲) مختصر تاریخ دمشق ۹/ ۱۵۹ سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۹۰

اپنی کتاب مستطاب "نور الابصار فی مناقب اہل بیت نبی المختار ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۴ھ ۱۲ محرم الحرام کو ہوئی اس کی عمر شریف ستاون سال تھی اور یہ کہ ابن الصباغ المالکی المکی نے کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا اس سے آپ کی وفات ہوئی اور آپ کو زہر دینے والا ولید بن عبد الملک تھا (واللہ اعلم) اور امام ابن سعد نے بھی طبقات میں آپ کی وفات کا سن ۹۴ھ لکھا ہے۔(۱)

مسواک اور تہجد

امام ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ اپنی مشہور تاریخ کی کتاب "المنتظم" میں لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین ہر نماز کے ساتھ مسواک فرماتے تھے رات کو برتن میں پانی بھر کر اسے ڈھانپ کر رکھ دیتے پچھلی رات اٹھ کر اس سے وضو فرماتے اور تہجد ادا فرماتے۔ آپ تہجد کبھی نہیں چھوڑتے تھے حتیٰ کہ رات کے سفر میں اونٹ پر بیٹھے بیٹھے بھی تہجد پڑھ لیتے تھے۔

چار شخصوں پر تعجب

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ مجھے چار شخصوں پر بہت ہی تعجب آتا ہے۔

۱ اس شخص پر جو متکبر اور مغرور ہے جسے اس بات کا خیال ہی نہیں آتا کہ وہ گذشتہ کل ایک نطفہ تھا اور آئندہ کل بے جان ہو کر مٹی میں دبایا جا چکا ہوگا۔

(۱) طبقات ۵/ ۲۲۰

۲ اس شخص پر جو اللہ کے بارے میں شک کرتا ہے حالانکہ اس کی مخلوق کو بھی دیکھ رہا ہے۔

۳ اس شخص پر جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتا ہے حالانکہ اپنے پہلی بار زندہ ہونے کا مشاہدہ بھی کر رہا ہے۔

۴ اس شخص پر جو اس فانی دنیا کے لیے جہاں اس نے چند سال رہنا ہے بڑے ذرائع و وسائل اور اخراجات کرتا پھر رہا ہے لیکن جہاں جا کر ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے کچھ نہیں کر رہا ہے۔(۱)

خوش آمدید

امام زین العابدین کے پاس اگر کوئی سوالی اور مانگنے والا جاتا تو آپ اس کا بہت احترام فرماتے اور اسے خوش آمدید کہتے اور فرماتے تھے " مَرْحَبًا بِمَنْ يَحْمِلُ زَادِيْ اِلَى الْاٰخِرَةِ "اس کو خوش آمدید جو میری آخرت کا سامان اٹھا کر جا رہا ہے۔(۲)

واضح ہو کہ چونکہ آپ عالم تھے، جانتے تھے کہ کون مستحق ہے اور کون نہیں ہے آپ اسے ہی دیتے تھے جس کے بارے میں آپ کو شریعت کی روشنی میں یقین ہوتا کہ اس کا دینا اپنے لیے آخرت کی طرف بھیجنا ہے۔

اس لیے عوام جو قرآن و سنت پر عبور نہیں رکھتے ان کو چاہیے کہ وہ صحیح العقیدہ علماء دین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ علماء اس بات کو بہتر جانتے ہیں کہ کون سا شعبہ ہے جہاں ترجیحاً خرچ کر کے سخاوت کرنے

(۱) المنتظم ۶/ ۳۲۸ (۲) المنتظم ۶/ ۳۲۸

والے کے لیے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کا اہتمام کرتا ہے۔

حج و جہاد و عدم ایذاء رسانی

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں

وَكَانَ يَحِجُّ وَيَغْزُوْ وَلَا يَضْرِبُ رَاحِلَتَهٗ (۱)

ترجمہ :

آپ حج کو جاتے اور جہاد بھی کرتے اور اپنی سواری کو نہیں مارتے تھے۔

حج و جہاد کی عظیم الشان نیکیوں کے علاوہ آپ کی اس وصف و خوبی پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ اپنی سواری کے جانور کو بھی نہیں مارتے تھے۔ یہ کسی انسان کو نہیں جانور کو بھی اپنے ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچانا ایک ایسی عظیم الشان وصف اور عادت ہے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ سے ورثے میں ملی تھی۔ کاش کہ ہم مسلمان جو اہل بیت مصطفیٰ ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں اپنے اندر یہ خوبی پیدا کرتے۔ ہماری ایذا رسانیوں سے دوسرے تو در کنار ہماری اولاد، ہماری بیویاں، ہمارے بہن بھائی تک محفوظ نہیں ہیں پھر ہم کیسے مسلمان ہیں؟

حلِ مشکلات کے لیے اسم اعظم

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ میں نے ہر نماز کے بعد ایک سال تک اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ حل مشکلات کے لیے مجھے اپنا اسم اعظم سکھا دے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہی تھا کہ میری آنکھ لگ گئی میں دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان مردِ خدا میرے سامنے تشریف فرما ہے۔ اس

(۱) المنتظم ۶/۳۳۰

نے مجھ سے فرمایا بلاشبہ تمہاری دعا قبول ہو گئی میں تمہیں اسم اعظم سکھاتا ہوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ اَللّٰه، اَللّٰه، اَللّٰه، اَللّٰه، اَللّٰه، الَّذِیْ لَا اِلٰهَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

پھر فرمایا کیا تم سمجھ گئے یا میں دوبارہ کہوں؟ میں نے عرض کی دوبارہ فرمائیے اس نے دوبارہ فرمایا۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں

فَمَا دَعَوْتُ بِهَا فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا رَأَيْتُهٗ وَاِنِّیْ لَا رْجُوْ اَنْ يُّدَخِّرَ اللّٰهُ لِیْ عِنْدَهٗ خَيْرًا۔ (۱)

ترجمہ : تو میں نے کسی بھی مشکل کے حل کے لیے کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے اس کا ورد کیا، میری مشکل حل ہوئی اور مقصد پورا ہوا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اپنے ہاں بہتر اجر کا ذخیرہ فرمائے گا۔

قرض دیتے مگر واپسی کا تقاضا نہ کرتے

آپ جب کسی کو قرض دیتے تو واپسی کا تقاضا نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ خود واپس نہ کرتا۔ (۲)

گویا آپ رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل پیرا تھے کہ اللہ کو وہ بندہ پسند نہیں جو دینے میں دیر اور واپس لینے میں جلدی کرے اور اس فرمان پر عمل

(۱) المنتظم ۶/۳۲۹ (۱) المنتظم ۶/۳۳۰

پیرا تھے کہ مقروض جب تک قرض واپس نہ کرے گا قرض دینے والے کو قرض کے برابر رقم روزانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہنے کا ثواب ملتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی

اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے جب کوئی ضرورت مند مانگنے آتا تو آپ اس کی ضرورت کے مطابق اسے قرض دیتے اور اس سے واپس کا تقاضا نہ فرماتے تاکہ آپ کو قرض کے برابر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا رہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میں سائل کو ویسے خیرات کے طور پر دینے کی بجائے اس کی ضرورت کے مطابق اسے اس لیے قرض دیتا ہوں کہ ایک تو اسے کسی اور سے مانگنا اور در بدر پھرنا نہ پڑے اور یہ کہ مجھے اسی قدر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے ورنہ اس قدر رقم روزانہ خرچ کرنا میری استطاعت میں نہیں۔

عاریۃً دی ہوئی چیز

امام زین العابدین سے اگر کوئی چیز عاریۃً یعنی کچھ دیر کے لیے کوئی چیز مانگتا مثلاً اگر کوئی کپڑا مانگتا تو آپ اسے کپڑا عنایت فرما دیتے مگر اس سے واپس نہیں لیتے تھے۔ اسی طرح دوسری چیز بھی۔

وعدہ کی پابندی

وعدہ کی پابندی کا یہ حال تھا کہ جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آجاتا تو "لَم یَأکُلْ وَلَم یَشْرَبْ حَتّٰی یَفِیَ بِوَعْدِہٖ" اس وقت تک نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے

جب تک کہ وعدہ نہ پورا کر دیتے۔ آپ ایسا کیوں نہ کرتے آخر اولادِ رسول اللہ ﷺ آپ کی سیرت شریفہ پر عمل کر کے دنیا کو نمونہ بن کر نہ دکھائے گی تو اور کون دکھائے گا؟ دو ہی ہستیاں تو ہیں (۱) صحابہ کرام (۲) اہل بیت مصطفیٰ ﷺ امت کی عملی راہنمائی جیسے انہوں نے کی الحمد للہ امت اس کی بدولت نہایت ہی روشن واضح اور سیدھے راستہ پر گامزن ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

منافق کی چار نشانیاں

منافق کی چار نشانیاں ہیں (۱) جب جھگڑے تو گالیاں دے (۲) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۳) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۴) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (مشکوۃ باب الکبائر و علامات النفاق ۱/ ۲۳ مطبوعہ بیروت) اہل بیت سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔

عجیب اتفاق

امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ایک ہی زمانہ میں تین چچازاد بھائی ہوئے ہیں جن کے نام علی ہیں اور ان کے تین بیٹے اور تینوں کے نام محمد اور سارے باپ بیٹے علماء اور سادات ہیں۔

۱ حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) ان کے بیٹے کا نام محمد (باقر)

۲ علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم ان کے بیٹے کا نام محمد

۳ علی بن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے کا نام بھی محمد

تینوں علی نام کے باپ اور تینوں محمد نام کے بیٹے علماء و فضلاء اور سادات

کرام ہیں۔(۱)

حضور ﷺ کی محبت

اس سے واضح ہے کہ ان پاک ہستیوں کو حضور اکرم ﷺ سے کس قدر محبت تھی کہ بیٹوں کے نام محمد رکھ کر حضور ﷺ کی یاد کو اپنا سامان زیست بنالیا جب کہ بیٹے کا نام احمد، محمد، محمود ہوگا تو اسے بلاتے ہی حضور ﷺ کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ اور یاد مصطفیٰ ﷺ یاد خدا عزوجل ہے۔ سچی محبت والا تو یاد محبوب کے اسباب ڈھونڈتا ہے 'بیٹوں کے نام حضور ﷺ کے نام پر رکھنا آپ کی یاد کا ایک ہمیشہ کا سبب اور بہانہ ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

گدائے کوچہ مصطفیٰ ﷺ

ڈاکٹر مفتی محمد سرور (عرف) غلام سرور قادری

(۱) المنتظم ۶/۳۳۳

حرف آخر

(ایک مبارک خواب)

حدیث شریف میں ہے

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالرُّؤْيَا السُّوْءُ مِنَ الشَّيْطَانِ الخ

کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کے طرف سے ہے۔(۱)

راقم نے جب یہ کتاب مبارک سیرت سیدنا امام زین العابدین ختم کی رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک سنہری رنگ کا خوبصورت اور بہت طاقتور گھوڑا ہے ایسا خوبصورت گھوڑا راقم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ سوار ہیں اور آپ کے پیچھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے پیچھے ایک نوجوان ہیں۔ تینوں نے نہایت خوبصورت لباس پہنا ہوا اوپر سنہری رنگ کے جبے زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ رعب و جلال اور حسن و جمال کا نہ پوچھیے۔ راقم کے دل میں خیال آیا کہ یہ نوجوان حضرت ابن عباس ہوں گے لیکن نداء آئی' نہیں یہ امام زین العابدین ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ ساتھ ہی آنکھ کھل گئی الحمد للہ علی ذالک۔

اس میں کئی ایک بشارات ہیں

۱ ایک یہ کہ راقم جو دین کی خدمت انجام دے رہا ہے وہ اللہ کے کرم سے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں مقبول ہے۔

(۱) الجامع الصغیر ۲/۲۵

۲ دوسری یہ کہ خاص کر سیرت امام زین العابدین لکھنے سے حضور اکرم ﷺ خوش ہوئے ہیں

۳ تیسری یہ کہ سیدنا ابو بکر صدیق کا دکھایا جانا ان کی خوشی کی دلیل ہے اور یہ کہ یہ شخصیات صحابہ کرام اہل بیت سے نہ صرف محبت رکھتے ہیں بلکہ ان کی روحیں بھی اہل بیت کی تعریف سے خوش ہوتی ہیں۔

امام زین العابدین کی زیارت ہونا ان کی خوشی کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ ہم اہل سنت کا عقیدہ جو اہل بیت اور صحابہ کرام سے ہے وہ بارگاہِ اللہ تعالیٰ و مصطفیٰ ﷺ میں مقبول ہے

یہ خواب گویا اعلیٰ حضرت کے اس شعر مبارک کی عملی تعبیر کا مشاہدہ ہے

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

۴ چوتھی بشارت ان کے لیے بھی ہے جو اس ناچیز کے ساتھ کریمانہ و محبانہ و مشفقانہ تعلق رکھتے اور خاص کر جن کی مالی معاونت اس ناچیز کو ایسی خدمات انجام دینے کا حوصلہ دے رہی ہے۔ کہ ان کی خدمات اور نیک جذبات بارگاہ خدا و مصطفیٰ ﷺ میں مقبول و منظور ہیں

سمجھا لہو کی بوندا گر تو اسے تو خیر
دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد واله وصحبه اجمعین

حضرت امام ابن سیرین

رضی اللہ عنہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

فہرست امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ

نام ونسب

امام شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن سیرین الانصاری الانسی البصری ،
آپ حضور اکرم ﷺ کے خادم صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام تھے آپ کے والد سیرین ''جرجرایا'' کے قیدیوں میں سے تھے۔

جرجرایا

جرجرایا ''واسط'' اور ''بغداد'' کے درمیان شرقی جانب ''نہروان اسفل'' کے مضافات میں سے ایک شہر ہے

آزادی

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سیرین کو اپنی غلامی میں لے لیا تھا پھر ایک مخصوص میعاد تک چند ہزار درھموں کی ادائیگی کی شرط اور وعدہ پر انہیں آزادی دیدی تھی تو سیرین نے تجارت شروع کردی اور تھوڑے سے عرصہ میں کافی مال جمع کرلیا اور آپ نے میعاد سے پہلے ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مکمل ادائیگی پیش کردی لیکن حضرت انس نے جب دیکھا کہ سیرین نے تجارت کرکے بہت مال جمع کرلیا ہے تو انہوں نے اس خیال سے سیرین سے ادائیگی وصول کرنے سے انکار کردیا اگر سیرین عدم ادائیگی کی وجہ سے ان کی غلامی میں رہیں گے اور ان کے بعد وہ ان کے مال کے وارث ہوں گے اس پر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاکر حضرت انس

رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ پیش کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ادائیگی سیرین سے وصول کرلیں تو انہوں نے وصول کرلی۔ یوں حضرت سیرین کو غلامی سے مکمل آزادی نصیب ہوگئی۔

(سیر اعلام النبلا ۴/۲۰۶)

مسئلہ قرض

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوگیا کہ اگر کوئی مقروض مقررہ میعاد سے پہلے قرض ادا کرنا چاہے تو قرض خواہ اسکے قبول کرنے سے انکار نہیں کرسکتا اور مقروض کو اس بات پر مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ مقرر میعاد پر ہی قرض ادا کرے بلکہ مقروض قرض خواہ کو مجبور کرسکتا ہے کہ وہ میعاد کا انتظار کئے بغیر مقروض سے اپنا قرض وصول کرلے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو قرض کی ادائیگی میں جلدی کرنا چاہیے اگر میعاد سے پہلے توفیق ہوجائے تو پہلے ہی ادا کرکے گلوخلاصی کرالینی چاہئے' کیونکہ قرض کا بوجھ اچھا بوجھ نہیں ہے جس قدر بھی جلد ہوسکے انسان ادا کردے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ قرض لینے میں دیر اور ادا کرنے میں جلدی کرو۔

ولادت ابن سیرین

امام محمد ابن سیرین کے بھائی امام انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میرے بھائی محمد بن سیرین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور میں ان کے بعد اگلے سال پیدا ہوا۔ لیکن طبقات ابن سعد اور تاریخ بغداد میں حضرت عمر کی بجائے حضرت عثمان کی خلافت کا

ذکر ہے امام ذہبی تعلیقات میں امام خالد بن خداش سے وہ حماد سے وہ انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ میرے بھائی محمد بن سیرین حضرت عمر کی خلافت کے اختتام میں ابھی دو سال باقی تھے پیدا ہوئے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں جسے میں نے اپنے اساتذہ سے لکھا اسی طرح پایا۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت کا ہے۔ امام شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ دوسری رائے زیادہ صحیح لگتی ہے کیونکہ اگر امام محمد بن سیرین کی پیدائش سے متعلق پہلی بات اولی وافضل ہوتی تو امام ابن سیرین امام حسن کے ہم عمر ہوتے جب کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ امام بن سیرین امام حسن سے کئی سال چھوٹے ہیں لیکن پہلی رائے کے حق میں امام عارم کا قول گواہی دیتا ہے جو وہ حماد بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین کچھ اوپر اسی سال زندہ رہے اور دوسرے قول کے حق میں امام میسرہ کا قول گواہی دیتا ہے کہ جو وہ معلی بن ھلال سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یونس بن عبید نے بیان کیا کہ امام محمد بن سیرین نے اٹھتر برس کی عمر میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۷)

علم غیب

حماد بن زید، ھشام سے اور وہ امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ابوالولید نے ہمیں حج کرایا اور وہ ہمیں مدینہ منورہ سے لے کر گذرا تو ہمیں مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت کے پاس لے گیا اور ہم سیرین

کے ساتھ بیٹھے تھے تو ابوالولید نے حضرت زید بن ثابت کو بتایا کہ ساتوں سیرین کے بیٹے ہیں اس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ہم بھائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دو ایک ماں سے ہیں اور یہ دو ایک ماں سے اور یہ دو ایک ماں سے اور یہ ایک ماں سے " فما أخطأ " اس بارے میں انہوں نے کچھ خطا نہ کی اور بالکل صحیح صحیح فرمایا امام محمد بن سیرین کے سگے بھائی یحیٰ بن سیرین تھے اور ایک قول یہ ہے کہ معبد محمد بن سیرین کے سگے بھائی تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۷۔ ۲۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/۵۸۔
۳۔ طبقات ابن سعد ۷/۱۹۳۔ ۴۔ تاریخ بغداد ۵/۳۳۲۔۳۳۳۔

زید بن ثابت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں۔ آپ کے بہت سے فضائل وکمالات ہیں آپ کا بغیر جانے پوچھے امام محمد بن سیرین کے تمام بھائیوں کے بارے میں بتا دینا کہ کون کس اور کون کس کا سگا بھائی ہے یہ علم غیب ہے جو حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی امت کے خاص خاص صحابہ واولیاء کو دیا گیا اور دیا جاتا ہے۔

زیارت صحابہ

سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے تمیں صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے علم حدیث حاصل کیا پھر آپ سے بڑے بڑے اہل علم نے

فیض حاصل کیا اور حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے علم کا فیض پایا۔

حلیہ مبارک

عمر بن شبہ کہتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن عطیہ نے بتایا کہ میں نے امام محمد بن سیرین کو دیکھا اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا آپ کا قد شریف درمیانہ سے کچھ چھوٹا تھا اور آپ کا پیٹ مبارک بڑا تھا۔ سر مبارک کے بال بہت ہی گھنے تھے آپ کنگھا کرتے تو سر کے درمیان مانگ نکالتے تھے۔

خوش طبعی و خوش اخلاقی

خوش رہنا، خوش طبعی کرنا، لوگوں سے خوش روئی سے پیش آنا اور خوش خلقی سے ملنا سنت ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں سے خوش روئی اور خوش اخلاقی سے ملنا عبادت اور سخاوت ہے ایک صحابی نے کہا کہ یارسول اللہ! اگر کوئی غریب ہو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ بیچارہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت اور ثواب سے محروم رہا؟ آپ نے فرمایا نہیں وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب حاصل کر سکتا ہے وہ اس طرح کہ اپنے مسلمان بھائی سے جب بھی ملے، خندہ پیشانی، خوش روئی اور مسکراتے ہوئے ملے اس سے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ امام محمد بن سیرین بھی نہ صرف خوش اخلاق تھے بلکہ خوش مزاج وخوش طبیعت بھی تھے بلکہ بہت ہی خوش طبیعت تھے۔ ”کان محمد بن

سیرین کثیر المزاج والضحك یخضب بالحناء“ کہ امام محمد بن سیرین بہت ہی مذاق کرنے اور ہنسنے والے تھے اور وہ مہندی لگاتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸۔ ۲۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۱۳۔

حدیث بالمعنی اور بالفاظ

امام ابن عون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”کان محمد یأتی بالحدیث علی حروفه وکان الحسن صاحب معنی“ (سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸) کہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ حدیث کو اسکے حروف والفاظ کے ساتھ من وعن اسی طرح روایت کرتے تھے جس طرح حضور ﷺ سے روایت ہو کر ان تک پہنچی تھی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، حدیث کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ اپنے حروف والفاظ میں بیان فرماتے تھے۔ اس میں ایک بات تو یہ ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت امام محمد بن سیرین کا حافظہ کمال کا تھا کہ جیسے حدیث سنتے تھے اسے من وعن اسی کے حروف والفاظ میں یاد کر لیتے تھے۔ دوسری یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عالم وفاضل جو عربی گرائمر پر بقدر ضرورت عبور رکھتا اور ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ کے استعمال سے معنی ومفہوم میں جو تغیر اور تبدیلی پیدا ہوتی ہے اس سے اچھی طرح باخبر ہو اس کے لیے حدیث کو اس کے اصل حروف والفاظ کی جگہ اپنے حروف والفاظ میں اسی طرح احتیاط سے روایت کرنا جائز ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اسکی مراد بدستور قائم رہے۔

سب سے بڑھ کر سچا

سچ سچ ہی ہوتا ہے سچ بولنے اور سچائی پر عمل کرنے والوں کی ہمیشہ قدر کی گئی ہے بلکہ سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے والے عوام کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں سچ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ

الصدق ینجی والکذب یھلک

سچ انسان کو پریشانیوں سے بچاتا اور جھوٹ انسان کو برباد کرتا ہے امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ، نہ صرف سچ کہتے اور سچ پر عمل فرماتے تھے بلکہ آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی سچا انسان نہ تھا۔ چنانچہ امام عون بن عمارہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ھشام نے حدیث سناتے ہوئے فرمایا کہ'' حدثنی اصدق من ادرکت محمد بن سیرین '' کہ مجھ سے یہ حدیث اس شخص نے بیان فرمائی جو ان سب، میں جنہیں میں نے پایا، زیادہ سچے ہیں اور وہ محمد بن سیرین ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸)

محمد بن سیرین اور طاؤس

حبیب بن شہید کہتے ہیں کہ میں حضرت امام عمرو بن دینار کے پاس تھا تو انہوں نے فرمایا'' واللہ ما رأیت مثل طاؤس '' اللہ کی قسم میں نے (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید) حضرت طاؤس جیسا نہیں دیکھا تو ایوب سختیانی جو وہاں بیٹھے تھے۔ نے فرمایا'' واللہ لو رأی محمد بن سیرین لم یقلہ '' کہ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے محمد بن سیرین کو بھی دیکھا ہوتا تو یوں نہ کہتے۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۷)

سبق

اس سے ہمیں ایک تو یہ سبق ملتا ہے کہ حضرت طاؤس ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت تھی کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والے اور ان سے فیضیاب ہونے والے ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انھیں بے مثال شخصیت قرار دیتے تھے۔ انسان کو کوشش کر کے اپنے آپ کو ایسا باکمال اور ایسی عمدہ و اعلیٰ خوبیوں والا بنانا چاہیے کہ اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس کے ساتھی کہیں کہ ہم نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ دوسرا سبق یہ ملا کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی ایسی تعریف وتوصیف کرنا جو حقیقت پر مبنی ہو درست اور جائز ہے۔ تیسرا یہ سبق ملا کہ امام ایوب سختیانی جنھوں نے حضرت طاؤس اور حضرت محمد بن سیرین (رحمہما اللہ) دونوں کو دیکھا اور دونوں سے اکتساب فیض کیا تھا' کے نزدیک

امام محمد بن سیرین حضرت طاؤس کے مقابلہ میں علم وعرفان میں کم نہ تھے بلکہ ہوسکتا ہے بڑھ کر ہوں۔

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن عون کو فرماتے سنا

"ما رایت مثل محمد بن سیرین"

کہ میں نے محمد بن سیرین جیسا نہیں دیکھا

امام خلیف بن عقبہ کہتے ہیں

"کان ابن سیرین نسیج وحدہ"

کہ امام ابن سیرین اپنی مثال آپ ہی تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸)

انسان اور آدمی

آدمی اور آدمی میں تو کوئی فرق نہیں کہ آدمی آدم کی اولاد کو کہتے ہیں۔ایک آدمی ظاہری صورت میں دوسرے آدمی جیسا ہے مگر انسان اور آدمی میں فرق ہے۔انسان اسے کہتے ہیں جس کے دل میں اپنے خالق و مالک اپنے رب ورازق پر یقین کامل ہونے کے ساتھ اس سے انتہائی انس و محبت بھی ہو ایسی محبت کہ ایسی محبت اور کسی سے نہ ہو اور اس کی محبت میں سب برابر نہیں اس لئے انسان بھی سب برابر نہیں، کیونکہ جسے اپنے خالق و مالک اور اپنے رب ورازق کا علم وعرفان جس قدر زیادہ ہوگا وہ اس کے ساتھ اسی قدر زیادہ محبت کرے گا اور اسکی اطاعت وفرمانبرداری میں زیادہ ہی سرشار ہوگا گویا انسان باطنی خوبیوں کا نام ہے اور آدمی ظاہری صورت کا۔ چنانچہ

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

گر بصورت آدمی انساں بدے احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

کہ اگر انسان محض آدمی کی صورت کا نام ہوتا تو احمد اور ابوجہل میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

باطنی

انسان باطنی صفات (خوبیوں کا نام ہے جن میں سرفہرست علم ہے کیونکہ علم ہی سے انسان اپنے اندر دوسری خوبیاں پیدا کرتا ہے جب علم آتا ہے اور جس قدر آتا ہے اسی قدر انسان میں دوسری خوبیاں بھی پیدا ہوتیں اور بڑھتی چلی جاتی ہیں۔بس جس انسان میں یہ دو خوبیاں جمع ہوجائیں یعنی علم وتقویٰ اس میں باقی تمام باطنی صفات وخوبیاں خود بخود پیدا ہوجائیں گی۔

سخاوت، بردباری، عدل وانصاف ومساوات وشکر گذاری واحسان واحترام اخوت ومحبت، صبر وتحمل وغیرہ ایسی نورانی صفتیں اس میں جمع ہوتی چلی جائیں گی حسد اور تکبر سے پرہیز بھی باطنی صفات میں شامل ہیں اس کے بغیر باطنی صفات کی تکمیل نہیں ہوتی۔

یہ جو امام طاؤس اور امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہما کے بارے میں گذرا کہ میں نے ان جیسا نہ دیکھا اس سے یہی باطنی صفات مراد ہیں کہ ان میں یہ باطنی صفات جس قدر دیکھنے میں آتی تھیں اسی قدر دوسرے انسان میں دیکھنے میں نہ آتی تھیں۔

قرآن وسنت کا سب سے بڑا عالم

امام حماد بن زید عثمان بتی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا"لم یکن بالبصرة احد اعلم بالقضاء من ابن سیرین" کہ بصرہ میں امام ابن سیرین سے بڑھ کر کوئی قضاء کا عالم نہ تھا۔

ا۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۱۹۶۔

۳۔تاریخ بغداد للخطیب ۵/۳۳۷۔ ۴۔ابن عساکر ۱۵/۲۱۷۔

قضاء

دوفریقوں کے درمیان قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کا نام قضاء ہے قضاء کا سب سے بڑا عالم وہی ہوگا جو قرآن وسنت کا سب سے بڑا عالم ہوگا۔اس لئے ہم نے اس کا عنوان"قرآن وسنت کا سب سے عالم" لکھا ہے۔

کم سننا

حضرت امام بن سیرین دماغی کام بہت زیادہ کرتے تھے اگر وہ بادام، روغن بادام وغیرہ مقوی دماغی چیزیں استعمال نہ کریں تو ان کے دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں نیند میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور کانوں میں سننے کی قوت میں بھی کمی آجاتی ہے حضرت ابن سیرین کے دماغ میں خشکی کی وجہ سے کانوں کی سننے کی قوت بھی کم ہوگئی تھی اس لیے امام شعبی، آپ کو"الاصم" بھی کہتے تھے یعنی بہرہ۔ چنانچہ امام شعیب بن حباب سے مروی ہے کہ امام شعبی ہمیں فرماتے تھے"علیکم بذالك الاصم"

کہ تم اس بہرے یعنی ابن سیرین کا دامن پکڑے رہو۔

ا۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۱۹۵۔

۳۔تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۱۷۔

حسن بصری سے بڑھ کر

حضرت امام ابن یونس فرماتے ہیں"وکان ابن سیرین افطن من الحسن فی اشیاء" کہ امام ابن سیرین کئی ایک چیزوں میں امام حسن بصری سے زیادہ سمجھ رکھتے تھے۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۸۔۲۔ تاریخ بن عساکر ۱۵/۲۱۷

علم ریاضی (حساب) کے ماہر

امام عوف الاعرابی فرماتے ہیں"کان ابن سیرین حسن العلم بالفرائض والقضاء والحساب" کہ امام ابن سیرین علم وراثت، علم قضاء اور علم ریاضی کے خوب ماہر تھے۔

ا۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۹۔ ۲۔تاریخ کبیر امام بخاری ۱/۹۱

۳۔الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۳/۲۸۰۔

علم فرائض

علم فرائض، علم وراثت کو کہتے ہیں یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے کسی کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کے وارثوں کے حصوں کا پتہ چلتا ہے اس علم کی بڑی اہمیت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں تعلموا الفرائض وعلموہ الناس یا ابا ہریرة فانه نصف العلم

۱۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵ ۲۔ المستدرک للحاکم ۴/۳۳۲

حضرت امام ابن سیرین اس علم کے بھی ماہر تھے۔ علم ریاضی یعنی علم الحساب کی مہارت علم وراثت میں کام آتی ہے جو حساب کا ماہر نہ ہوگا وہ علم فرائض کا بھی ماہر نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی

اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا الشاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، بہت سے علوم وفنون میں بے مثال مہارت رکھتے تھے خصوصاً علم ریاضی میں تو بہت ہی کمال کی مہارت رکھتے اس لئے علم وراثت پر بھی انتہائی کمال کا عبور رکھتے تھے حتیٰ کہ جو حساب کئی کئی صفحات لکھ کر جاننا پڑتا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی چند لمحوں میں بغیر لکھے انگلیوں پر گن کر بتادیتے تھے امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ بھی اپنے زمانہ میں علم ریاضی کے عظیم ماہر تھے جیسے قرآن وسنت کے عظیم الشان عالم وعارف تھے۔

سب سے بڑے مجتہد اور سب سے بڑے پرہیزگار

امام حماد بن زید، امام عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امام مورق عجلی سے سنا آپ فرماتے ہیں "وما رأیت احداً افقه فی ورعه ولا اورع فی فقهه من محمد بن سیرین" کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی پرہیزگاری میں محمد بن سیرین سے بڑا فقیہ اور اپنی فقہ میں ان سے بڑا پرہیزگار ہو۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۹ ۲۔ طبقات امام ابن سعد ۷/۱۹۶ ۳۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/۵۶۔

اپنے آپ پر سب سے بڑھ کر قابو پانے والا

کہتے ہیں کہ بہادر وہ جو غصہ پر کنٹرول کرے، قابو پائے، عام لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کسی مد مقابل کو گرا کر اس پر غلبہ پالے وہ بڑا بہادر ہے وہ بڑی قوت وطاقت والا ہے مگر حقیقت میں بڑا بہادر، بڑی طاقت وقوت والا اور بڑی ہمت وجرأت والا وہ شخص ہے جو اپنے آپ پر قابو رکھے۔ اپنے آپ کو غیر شرعی خواہشات سے روکتا ہو، اپنے غصہ پر قابو رکھتا ہو۔ ایسے شخص کو عربی میں "املك لنفسه" کہتے ہیں۔ جو شخص "املک لنفسه" ہے وہ مجاہد ہے اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد ہے بلکہ جہاد اکبر ہے۔ وہ سرحد پر کافروں سے لڑنے والوں اور جام شہادت نوش کرنے والوں سے کہیں بڑھ کر شہادت کا ثواب پانے والا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر" (تاریخ بغداد ۱۳/۴۹۳) کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہیں۔

چھوٹا اور بڑا جہاد

اس حدیث میں سرحدوں پر کفار سے جنگ کرنے کو چھوٹا جہاد فرمایا گیا اور گھر بیٹھے علم دین کی خدمت قرآن وسنت کی تعلیمات کو فروغ دینے، ان پڑھوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے لوگوں کو شریعت پر عمل کرنے کی تلقین کرنے، ان کے نفس کا تزکیہ کرنے اور انہیں اپنے نفس کی بجائے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا پر چلنے کے درس دینے کو جہاد اکبر ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مریں ان کی موت بدرجہ اولیٰ شہادت کی موت ہے بلکہ شہید

سے افضل کی موت ہے یہ عالم دین صحیح العقیدہ اللہ کا محبوب ہے اس کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے اس کے ساتھ دامے درمے قدمے وسخنے تعاون کرنے والے اس کے ساتھ افضل جہاد میں اور اس کے ثواب میں شریک ہیں۔

عالم دین کے قلم کی روشنائی اور شہید کا خون

صحیح العقیدہ عالم دین کے قلم کی روشنائی اللہ کے ہاں شہید کے خون سے زیادہ درجہ اور زیادہ وزن رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لووزن مداد العلماء علی دم الشہداء لرجح مداد العلماء''۔

(العلل المتناھیۃ ۱/۷۱)

''عالم دین کے قلم کی روشنائی کا اللہ کے ہاں شہید کے خون سے افضل ہونے کی وجہ اس کا قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے نفس پر قابو پانا ہے' جو عالم دین ہوگا وہ ضرور ''املك لنفسه'' ہوگا سیدنا امام محمد بن سیرین اپنے زمانہ میں قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے خصوصاً بصرہ میں ان جیسا قرآن وسنت کا عالم نہ تھا لہذا وہ اپنے نفس پر زیادہ قابو پانے والے تھے اور یہی اللہ کی مرضی ہے چنانچہ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں عرض کی ہے۔

گر تو خواہی مرضیٔ پروردگار
نفس را گوشمال وخوار دار

کہ اگر تم اللہ پروردگار کی مرضی چاہتے ہو تو نفس کی گوشمالی کرو اور

اسے ذلیل وخوار رکھو۔ نفس کی گوشمالی اور اسے ذلیل خوار رکھنے کا مطلب اسے غیر شرعی خواہشات سے روک کر اس پر قابو پانا ہے اور یہی سبق ہے جو امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کی سیرت سے ہمیں ملتا ہے۔ چنانچہ امام عاصم فرماتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین کا امام ابو قلابہ کے ہاں تذکرہ ہوا تو امام ابو قلابہ فرمانے لگے'' اصرفوه كيف شئتم فلتجدنه اشد كم ورعا واملككم لنفسه''

۱۔ ابن عساکر ۱۵/۲۱۱ ۲۔ ابن سعد ۷/۱۹۶ ۳۔ تاریخ بغداد ۵/۳۳۴۔
۴۔ الاتاریخ الکبیر للبخاری ۱/۹۰،۹۱۔ ۵۔ سیر اعلام النبلا ۴/۶۰۹۔

کہ تم جیسے چاہو انہیں آزما کر دیکھ لو، تم ضرور انہیں اپنے میں سب سے بڑھ کر پرہیزگار اور سب سے بڑھ کر اپنے آپ پر قابو پانے والا پاؤ گے۔ سبحان اللہ' کمال خوبی یہ ہے کہ دوسرے آپ کی خوبیوں کا علانیہ اعتراف واظہار کریں۔

نیزے کی تیز نوک پر

نیزے کی تیز نوک یا تلوار کی دھار پر قدم رکھنا ایک محاورہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں اس قدر ہمت وجرأت والا ہے کہ نیزے کی نوک یا تلوار کی دھار پر قدم رکھنے سے بھی نہیں ڈرتا بعض لوگ نفس کی غیر شرعی خواہشات کی تکمیل کے لیے بڑی بڑی برائیاں اور بڑے بڑے گناہ بڑی دیدہ دلیری اور بڑی بے باکی وبے خوفی سے کر جاتے ہیں بلکہ بڑے بڑے خطرات سے گذر کر برے کام کر جاتے ہیں ایسے لوگ بڑے احمق وبے وقوف اور نہایت نادان

ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایسا کر کے اپنی دنیا خراب کرتے اور اپنی آخرت بھی برباد کرتے ہیں لیکن ان کے برعکس بعض لوگ ایمان و اسلام کے جذبے سے ایسے سرشار ہوتے ہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو راضی کرنے اور انہیں خوش کرنے کے لیے اور دین اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیتے ہیں وہ اللہ کی مرضی وخوشنودی کے حصول کے لیے کسی کی ملامت، کسی کی ناراضگی اور کسی کے طعن و تشنیع اور کسی کے ڈر اور خوف سے بالکل بے نیاز ہوکر بڑی بہادری وجرأت اور بے باکی سے محض اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نیزے کی نوک یا تلوار کی دھار پر سوار ہوتے ہیں۔ حضرت امام محمد بن سیرین بھی انہیں لوگوں میں سے تھے چنانچہ امام حماد کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے امام ابو قلابہ سے سن کر بتایا انہوں نے فرمایا "ومن يستطيع ما يطيق محمد يرأب مثل حد السنان" ہے جو رضائے الٰہی کے لیے وہ کر سکے جو محمد بن سیرین کر سکتے اور کر کے دکھاتے ہیں محمد بن سیرین تو نیزوں کی نوک کی طرح کے پر خوف وخطر کام کر کے اللہ کو خوش کر دیتے ہیں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۶۰۹/۴   ۲۔ تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۲۱۱/۱۵۔
۳۔ طبقات ابن سعد ۱۹۸/۷   ۴۔ المعرفۃ والتاریخ ۵۷/۲۔
۵۔ حلیۃ الاولیاء ۲۶۷/۲   ۶۔ تاریخ بغداد ۳۳۷/۵۔

مرضیٔ حق

راقم نے حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کی روحانی توجہ سے اس مضمون کے مطابق اپنی مثنوی قادری میں یہ شعر عرض کیا ہے ؎

گر تو خواہی مرضیٔ حق اے پسر
کارِ حق کن بلا خوف و خطر

کہ اے بیٹے! اگر تم اللہ رب العالمین کی مرضی چاہتے ہو تو کسی خوف وخطرے کو دل میں لائے بغیر اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اسی کا نام نیزے کی نوک یا تلوار کی دھار پر سوار ہونا ہے۔ جب بندہ اس جذبہ کو حاصل کر لیتا اور یہ جذبہ اس کے رگ وپے میں سما جاتا ہے تو حق تعالیٰ اور رب اعلیٰ اس بندے کا ہو جاتا ہے جیسے بندہ اسکی مرضی کے لیے سب کچھ کر گزرتا ہے اس کا رب بھی اس کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے چنانچہ امام عبد الرحمٰن سلمی علیہ الرحمۃ "طبقات الصوفیہ" میں فرماتے ہیں

کہ اگر اللہ کا ولی، اللہ سے دعا کرے کہ دنیا کو آسمانوں کو زیر وزبر کر دے تو اللہ ایسا کر ڈالے گا۔

خودی

مرضیٔ حق کو اپنے اوپر غالب کرنے کو علامہ اقبال نے "خودی" کا نام دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

اور یہ حدیث قدسی کے مطابق ہے جس میں ہے ''وان سألنی لاعطینه'' کہ اگر میرا محبوب بندہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں (صحیح بخاری ۲/ ۹۶۳)

ایک قاعدہ

عربی گرامر کا ایک قاعدہ ہے کہ فعل متعدی کا مفعول بہ مذکور نہ ہو تو اس سے عموم مفعول ثابت ہوتا ہے اسی طرح حدیث مذکور میں ''سألنی'' کا مفعول ثانی یعنی مسئول کا ذکر نہیں اور ''لاعطینه'' میں بھی مفعول ثانی مذکور نہیں ہے جس سے عموم مفعول ثابت ہوتا ہے اس اعتبار سے حدیث کا معنیٰ ہوگا کہ میرا محبوب بندہ مجھ سے جو مانگے میں اسے وہی دیتا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام محمد بن سیرین اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ کرگزرتے تھے۔

تین بے مثال شخص

امام نضر بن شمیل، امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ''لم تر عینای مثلهم ابن سیرین بالعراق والقاسم بن محمد بالحجاز ورجاء بن حیاة بالشام کانهم التقوا فتواصوا''

ترجمہ: کہ تین شخص ایسے ہیں کہ میری آنکھوں نے ان جیسا نہیں دیکھا عراق میں محمد بن سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیات رحمہم اللہ تعالیٰ گویا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو بے مثال

شخصیت بننے کی وصیت کی (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۰۹)

سبق

اس میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے علم اور حسن اخلاق و کردار کو اس طرح بلندی پر لے جانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ ہمارے بارے میں حقیقت پسند لوگ یہ کہتے سنائی دیں کہ ہم نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا۔ چنانچہ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس مضمون کا ایک شعر کہا ہے

آنچنیں شو کہ گویند حالِ تو
ماندیدیم بر زمیں خود مثال او

کہ تمہیں یوں ہونا چاہیے کہ لوگ تمہارے حال یوں بیان کریں کہ بلاشبہ ہم نے زمین پر اس جیسا انسان نہیں دیکھا

دیانتدار تاجر

تجارت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کو دس حصوں میں تقسیم کیا نو حصے تجارت میں رکھے اور ایک حصہ باقی چیزوں میں (حدیث معاشیات نظامِ مصطفیٰ میں نقل کی گئی ہے) تجارت کرنے والوں کو چاہیے کہ دیانتدارانہ طریقہ سے تجارت کریں۔ بلاشبہ دیانتداری کے ساتھ تجارت کرنے والا تاجر اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے حدیث شریف میں ہے ''التاجر الامین الصدوق مع النبیین'' (جامع ترمذی ۱/ ۱۴۵) کہ امانت و دیانت والا بہت ہی سچا تاجر قیامت کے روز نبیوں کے ساتھ

ہوگا۔ نبیوں کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی نظر عنایت میں ہوگا۔

امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ تجارت بھی کرتے تھے آپ کی تجارت تیل کی تجارت تھی اور انتہائی دیانتداری اور امانت داری کے ساتھ تجارت فرماتے تھے چنانچہ امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

"وقد وقف علی ابن سیرین دین کثیر من اجل زیت کثیر اراقہ لکونہ وجد فی بعض الظروف فارۃ"

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۰۹)

کہ امام ابن سیرین ایک بار بہت قرض کے نیچے آگئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس تیل سے بھرے ہوئے برتن پڑے تھے ان میں سے کچھ برتنوں میں آپ نے چوہا پایا تو ان سارے برتنوں کا تیل گرا دیا۔

اس کا نام ہے دیانتدارانہ تجارت جو خوفِ خدا کے ساتھ ایک امانت والا سچا تاجر کرتا ہے بلاشبہ ایسی تجارت اسلام میں عبادت تصور کی جاتی ہے ایسے تاجر جو ایماندار و دیانتدار، خوفِ خدا رکھنے والے ہوتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ خوش بھی ہوتا ہے ان کے رزق میں برکتیں فرماتا ہے ان کی تجارت ایک مقدس تجارت ہوتی ہے کہ بلاشبہ امام محمد بن سیرین نے علم کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان تاجروں کو عملی سبق دیدیا کہ تجارت کریں تو ایسی تجارت کریں بے ایمانی، جھوٹ اور دھوکا کی ملاوٹ والی تجارت، گھاٹے کی تجارت ہے ایسا تاجر دنیا میں بدنام ہوتا ہے اور اس پر سے لوگوں کا اعتماد بھی اٹھ جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ پکڑا جائے گا اور اسکی رہائی اس وقت

تک نہ ہوگی جب تک اسے وہ لوگ معاف نہیں کریں گے جن سے اسنے دھوکا کیا یا ان سے جھوٹ بول کر انہیں مال دیا۔ اور اس کے برعکس وہ تاجر جو امام محمد بن سیرین کی طرح اپنا کاروبار شریعت مطہرہ کے تابع رکھتا ہے وہ بلاشبہ اللہ کے ہاں صادق وامین کا لقب پاتا ہے۔ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس مفہوم کا ایک شعر کہا ہے ؎

آنکہ کارش تابع بود شرع متین
نامش دہند تاجر صادق امین

یعنی جس تاجر کا کاروبار شرع متین کے تابع ہوتا ہے اللہ کے ہاں اس کا نام "صادق وامین تاجر" رکھا جاتا ہے۔

اولیاء اللہ کی نشانی

حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی یہ نشانی بتائی گئی ہے "اذا رؤوا ذکر اللہ" (الدر المنثور ۳/۳۰۹، تفسیر ابن ابی حاتم ۶/۱۹۶۴)

کہ جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آجائے امام ابوعوانہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما راہ احد الا ذکر اللہ"

کہ میں امام محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ کو بازار میں دیکھا تو انہیں جو بھی دیکھتا اللہ کو یاد کرتا ان کے دیکھنے سے اللہ اس لیے یاد آتا ہے کہ ان کا ظاہر اللہ کی شریعت کے مطابق اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مظہر ہوتا ہے اور ان کا باطن اخلاص ومحبت کے انوار سے روشن ہوتا ہے۔

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۴/۶۱۰ ۲۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۳۔

بے مثال پرہیزگاری

امام محمد بن عمر باھلی فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان سے سنا فرماتے تھے "لم یکن کوفی ولا بصری له مثل ورع محمد بن سیرین" کہ کوئی ایسا کوفی نہیں اور نہ ہی کوئی بصری جو محمد بن سیرین کی طرح پرہیزگار ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۰)

موت کا خوف

امام زھیر اقطع فرماتے ہیں

"کان محمد بن سرین اذا ذکر الموت ما ت کل عضو منه علی حدة" کہ محمد بن سیرین جب موت کا ذکر فرماتے تو آپ کے جسم کا ہر عضو الگ الگ مردہ (بے حس) ہو جاتا۔

یہ موت کا خوف دراصل اللہ تعالیٰ کی حاضری کا خوف ہے جو ایمان کا تقاضا ہے بلکہ ایمان کی حالت ایسی ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اس قدر ہو کہ ایسا خوف کسی سے نہ ہو یعنی کمال کا خوف اور اس کی رحمت و بخشش اور لطف وعنایت کی امید بھی کمال کی ہونی چاہیے۔

چنانچہ امام غزالی مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں۔

"وینبغی للمؤمن ان یکون بین الخوف والرجاء"

کہ مؤمن اللہ سے ڈرنے اور اس سے رحمت کی امید رکھنے کے درمیان کی حالت کا نام ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود ہر جمعرات کو عشاء کے وقت درس دیتے اور وعظ فرماتے تھے "فکان یدعو بدعوات ویتکلم بالخوف والرجاء وکان لا یجعل کله خوفا ولا کله رجاء لقوله علیه السلام یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا"

کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، ہر جمعرات کو کچھ دعائیں مانگتے اور کچھ وعظ فرماتے اور خوف وامید کے بارے میں وعظ فرماتے نہ تو سارا وعظ ڈرانے میں کرتے اور نہ ہی امید دلانے میں کرتے بلکہ کبھی جہنم سے ڈراتے اور کبھی جنت کی امید دلاتے کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ آسانیاں پیدا کرو، اور مشکلیں پیدا نہ کرو خوشخبریاں سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس پر یہ شعر عرض کیا ہے۔

هست ایماں حالتِ بیم وامید
فافهم ولا تغفل هنا یا رشید

یعنی ایمان، خوف وامید کے درمیان کی حالت کا نام ہے پس اے ہدایت والے بات کو سمجھ لے اور اس جگہ غافل نہ ہو۔

یہ حالت اولیاء کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان

"الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون"

(سورۃ یونس آیت ۶۲)

ترجمہ: خبردار! بے شک اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے

کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انہیں کوئی خوف یا غمناک حالت پیش نہیں آئے گی۔ رہا دنیا میں ان کا اللہ سے ڈرنا تو یہ ان کے کمال ایمان کی نشانی ہے۔

ابن سیرین کا مقام

امام ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف کے خوف سے گھر میں چھپے ہوئے تھے اس دوران ان کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا تو میں اس خیال سے جلدی میں آگے بڑھا کہ امام حسن بصری مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کی صاحبزادی کی نماز جنازہ پڑھاؤں تو آپ صاحبزادی کی جدائی کے غم میں روئے حتیٰ کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوگئی پھر آپ نے مجھے فرمایا جاؤ امام محمد بن سیرین سے کہو کہ وہ میری صاحبزادی کی نماز جنازہ پڑھائیں تو میں نے امام محمد بن سیرین سے عرض کی کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان حقائق کی روشنی میں جو مجھے پیش آئے میں نے جان لیا کہ امام حسن بصری، امام محمد بن سیرین کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۰۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۴

روایت حدیث بالالفاظ وبالمعنی

امام انصاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابن عون علیہ الرحمۃ نے بتایا کہ امام ابراہیم بن حسن اور امام شعبی حدیث کی روایت بالمعنی کرتے تھے (یعنی اصلی الفاظ حدیث کو روایت کرنے کی بجائے اس کے

مفہوم و معنی کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے جب کہ معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی یا فرق نہیں آتا، من وعن وہی مفہوم ہوتا تھا) اور امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق و امام محمد بن سیرین و امام رجاء بن حیات حدیث کو من وعن اسی کے اصلی حروف والفاظ کے ساتھ روایت کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۵/۶۱۱)

کمال حافظہ واحتیاط

یہ امام محمد بن سیرین و امام قاسم و امام رجاء کے کمال حافظہ و کمال احتیاط کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حضرات اسقدر کمال حافظہ رکھتے تھے جو حدیث اپنے شیوخ واساتذہ سے سنتے تھے اسے من وعن اسی کے حروف و الفاظ میں روایت کرنے کی قدرت رکھتے تھے اور اس میں ان کا کمال احتیاط بھی ہے۔

یادداشت کو قائم رکھنے کا وظیفہ

یہاں پر ہم حفظ کو قائم رکھنے کا ایک وظیفہ بھی عرض کیے دیتے ہیں انشاء اللہ اس کے باقاعدہ پڑھتے رہنے سے یادداشت ہمیشہ قائم رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد سورۂ ''الم نشرح'' آیۃ الکرسی کے بعد پڑھ لیا کریں اس سے یادداشت بھی قائم رہے گی اور معاشی لحاظ سے بہتری بھی رہے گی۔ نیز سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیتیں ''مفلحون'' تک پھر آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں ''خالدون'' تک اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع ''للہ مافی السموات'' سے آخر تک

یعنی الکافرین تک پڑھ لیا کریں۔ اس کے دو فائدے ہوں گے ایک تو یادداشت قائم رہیگی اور دوسرا یہ کہ وہ رات خیریت وعافیت سے گزرے گی۔ چوروں' ڈاکوؤں اور دیگر شرارتیوں کے شر سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

تیزی

امام خارجہ بن مصعب امام ابن عون سے وہ امام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے کوئی کالے سروں والے نہیں دیکھے جو کوفہ والوں سے زیادہ فقیہ (فقہ کا علم رکھنے والے) ہوں مگر بلا شبہ ان میں تیزی ہے۔ (یعنی مزاج میں تیزی ہے)

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۱)

مزاج میں تیزی

مزاج میں تیزی سے مراد گرم مزاجی ہے یعنی جلد غصہ میں آجانا یہ بشری کمزوری کی طرف اشارہ ہے بلکہ اکثر اہلِ علم کو تیز مزاج دیکھا گیا ہے لیکن علم کے ساتھ تحمل مزاجی اور جلد غصہ میں نہ آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔ اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے' جو فقیہ بھی (قرآن وسنت پر ضروری عبور رکھنے والا خصوصاً ان کے احکام پر نظر رکھنے والا) ہو اور متحمل مزاج' بردبار و حوصلہ والا ہو، جلد غصہ میں نہ آتا ہو یہ اس کے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے عارفِ باللہ ہونے کی علامت ہے۔

عارف باللہ

اولیائے کرام لکھتے ہیں کہ اگر یہ دیکھنا ہو کہ فلاں عالمِ دین (جو صحیح

العقیدہ بھی ہو) صاحب معرفت و عارف باللہ بھی ہے یا نہ، تو یہ دیکھو کہ اگر وہ انتہائی متحمل مزاج' بردبار اور انتہائی حلیم الطبع (حوصلہ والا) ہے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور اس کے انتہائی حلیم (حوصلہ والا) ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے ایسی بات کرے جس پر عام لوگوں کو غصہ آجاتا ہے تو اس کو غصہ نہ آئے، بس سمجھ لیجیے کہ یہ صحیح العقیدہ عالم، اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔

ابن سیرین کے بارے میں امام طبری کی رائے

امام محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ ۳۱۰ھ امام محمد بن سیرین کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''کانابن سیرین فقیها عالما ورعا ادیبا کثیر الحدیث صدوقا شهد له اهل العلم و الفضل بذالک و هو حجة''

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۱)

(ترجمہ) ابن سیرین، قرآن وسنت کے احکام سے باخبر، مجتہد تھے، عالم تھے، پرہیزگار تھے' ادیب تھے' حدیث کا بہت علم رکھنے والے تھے' بہت ہی سچے تھے' علم وفضل والوں نے ان کے ایسا ہونے کی گواہی دی ہے اور وہ حجت ہیں۔

حجت

حجت کا معنی ایک ایسی دلیل کا ہے جس سے انکار نہ کیا جا سکے۔ ہر عالمِ دین جو قرآن وسنت پر عبور رکھتا ہو، صحیح العقیدہ ہو' پرہیزگار ہو (کہ اس کا

ظاہر شریعت کے مطابق ہو) وہ حجت ہوتا ہے۔ اس کی رائے ایک دلیلِ شرعی کی حیثیت رکھتی ہے۔

اختلاف

اگر ایسے علماء و فقہاء کے اقوال و آراء کے درمیان تعارض و اختلاف پایا جائے تو اس اختلاف کو امت کے لیے رحمت سمجھنا چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

''اختلاف امتی رحمت'' (کنز العمال حدیث نمبر ۲۸۶۸۶، ۱۰/۱۳۶)

(ترجمہ) میری امت (کے علماء) کا اختلاف رحمت ہے۔

لہٰذا کسی بھی عالمِ دین و فقیہِ امت کے قول پر عمل، شریعت پر عمل ہے۔

استاذ کیسا ہو؟

امام حماد بن زید، امام ایوب سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم''

کہ یہ (قرآن وسنت کا) علم دین ہے تو تمہیں دیکھ لینا چاہیے کہ تم کس سے دین لے رہے ہو۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۱۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۱۹۴۔
۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۷۸۔ ۴۔ مقدمہ صحیح مسلم ۱/۱۴۔

یعنی قرآن وسنت کا علم بعینہٖ دین ہے، کیونکہ قرآن وسنت دونوں دین کے سرچشمے ہیں لہٰذا کسی سے قرآن وسنت کا علم سیکھنے سے پہلے اس کے

عقائد کو دیکھنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے عقائد درست نہ ہوں۔ لہٰذا صحیح العقیدہ سے ہی علم سیکھنا چاہئے، بدعقیدہ سے کبھی بھی علم حاصل نہ کیا جائے کہ ایک تو ایسے علم میں برکت نہ ہوگی دوسرے ایسے شخص سے علم سیکھنے میں گمراہ ہونے کا بھی قوی اندیشہ ہوگا۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس موضوع کے متعلق ایک شعر عربی میں عرض کیا ہے۔

تعلم العلم من صحاب الکمال
یبارک فی العلم اللہ ذوالجلال

کہ علم اصحاب کمال، صحیح العقیدہ، باشرع حضرات سے سیکھو۔
اللہ ذوالجلال تمہارے علم میں برکتیں فرمائے گا۔

ستارہ ٹوٹا

امام فضل بن محمد شعرانی فرماتے ہیں کہ امام عمرو بن عون نے ہمیں بتایا کہ انہیں امام ہشیم نے بتایا انہیں امام منصور بن زاذان نے امام ابن سیرین سے سن کر بتایا۔ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ ہمارے ہاں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ مہمان ہوئے۔ ہم سیرین کے دس بچے ابو قتادہ کے ساتھ ہمارے ایک مکان کی چھت پر تھے کہ اتنے میں آسمان کا ستارہ ٹوٹا تو ہم نے اسے دیکھنا شروع کیا تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں ٹوٹنے والے ستارے کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا۔

علم چلا گیا اور جا رہا ہے

امام قرہ بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن سیرین کو فرماتے سنا کہ: ''ذهب العلم و بقيت منه شذرات فی اوعيته شتی''

(ترجمہ) علم دین چلا گیا اور جا رہا ہے اور اس میں سے کچھ مختلف برتنوں میں کچھ حصے باقی رہ گئے ہیں۔

حضرت امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ دین کا علم چلا گیا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جو علم کے آفتاب تھے، نے پردہ فرمالیا آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے براہ راست علم حاصل کرنے والے علم کے ماہتاب وستارے آپ ﷺ کے صحابہ تھے جن کی اکثریت نے پردہ فرمالیا۔ اب ان میں سے تھوڑے سے رہ گئے ہیں جو علم دین کے برتن ہیں ان سے ہم لے رہے ہیں اور تمہیں دے رہے ہیں۔ پھر تابعین اور اتباع تابعین بھی علم کے سرچشمے ہیں مگر جوں جوں زمانہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے دور ہوتا جائے گا علم میں کمی آتی جائیگی حتیٰ کہ اہلِ علم کے اٹھ جانے سے علم بھی اٹھ جائے گا۔ پھر جہالت ہی جہالت کا دور دورہ ہوگا۔

علم کیسے اٹھا اور کیسے اٹھتا جا رہا ہے

صحیح بخاری کی کتاب العلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ علم اس طرح نہیں اٹھے گا کہ علماء کے سینوں سے اسے چھین لیا جائے بلکہ علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں

ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد و لكن يقبض العلم يقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذا لناس رئوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا

(صحیح بخاری ۱/۲۰)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے علم نہیں چھینے گا لیکن علم، علماء کے اٹھ جانے سے ختم ہو جائے گا، یہاں تک کے دنیا میں کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، لوگ ان پڑھ جاہلوں کو سردار بنائیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یعنی علماء اٹھ جائیں گے پھر کوئی عالم نہ رہے گا تو جہالت ہی جہالت اور گمراہی ہی گمراہی ہوگی۔ یوں قیامت قائم ہوگی۔

علماء کیسے اٹھائے جائیں گے؟

علماء اٹھتے جائیں گے اور علم کم ہوتا جائیگا یوں علم اٹھایا جائیگا یعنی آئندہ علماء کا پیدا ہونا کم ہو جائے گا حتیٰ کہ کم ہوتے ہوتے علماء دنیا میں باقی نہ رہیں گے۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اگرچہ مدرسے موجود ہیں مگر ان میں طلباء کی کمی ہے، جس قدر دنیاوی علوم کی یونیورسٹیاں، کالجز، سکولز ہیں اس قدر دینی درسگاہیں نہیں ہیں اگر ہیں تو ان میں طلباء کم ہیں یونیورسٹیوں اور کالجوں اور سکولوں کے طلبہ کے مقابلہ میں دینی مدارس

کے طلباء کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ پھر یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں کی مکمل مالی سرپرستی حکومتیں کرتی ہیں، ہر سال تعلیم کے نام پر کروڑوں کا بجٹ رکھا اور خرچ کیا جاتا ہے، ان کے طلباء کو سرکاری وظائف واخراجات پر بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے نام پر بھیجا جاتا ہے پھر ان کے فارغ التحصیل لوگوں کو ملازمتیں دی جاتی ہیں اس کے برعکس دینی مدارس کی کوئی مالی سرپرستی نہیں ہے، بیچارے عوام اپنی اپنی توفیق کے مطابق ان کی ٹوٹی پھوٹی مدد کرتے ہیں جس سے ان مدارس کی ضروریات تک پوری نہیں ہوتیں۔ پھر عوام کی علماء کے بارے میں نچلی سطح کی سوچ۔ یہ تمام باتیں علماء کے کم پیدا ہونے کا سبب بن رہی ہیں خصوصاً اہل سنت مسلک کے اغنیاء اور مالدار لوگوں کی اکثریت یا تو بخیل واقع ہوتی ہے اور یا دین کے علم کی اہمیت وضرورت سے بے خبر ہے اور علم دین کے مقابلہ میں غیر کاموں پر خرچ کرتی ہے مثلاً ہسپتالوں' ڈسپنسریوں' عرسوں' قوالیوں اور نعت خوانیوں پر دولت لٹائیں گے۔ علم پر اور علماء پر اور علم دین کے مدارس اور ان کے طلباء پر خرچ نہیں کریں گے یا برائے نام وہ بھی احسان جتا کر الا ماشاء اللہ بہت ہی کم تعداد ایسے خوش نصیبوں کی ہے جو سب سے بڑھ کر دینی مدارس وعلماء ودینی طلباء پر خرچ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے وجود کو زیادہ کرے اور انہیں برکتیں دے۔ آمین۔ حالانکہ ان سنی کہلانے والوں مالداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ سب کے مقابلہ میں اپنے مسلک اہل سنت وجماعت کے دینی مدارس کو، ان کے علماء وطلباء کو معاشی لحاظ سے بے نیاز کریں تا کہ یہ ادارے

بے فکری کے ساتھ دین کی خدمت کریں۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس موضوع کے متعلق عربی میں ایک شعر کہا ہے ؎

انفقوا فی العلم یا اهل خیر

تحفظوا فی الاخرة من کل ضیر

کہ اے دولت مندو! علم دین کو فروغ دینے میں بڑھ چڑھ کر دولت خرچ کرو پھر آخرت کے دن تم ہر رنج وغم اور ہر نقصان سے محفوظ رہو گے۔

جو مالدار اپنے دینی مدارس پر اور ان کے علماء وطلباء پر خرچ نہیں کرتے یا انہیں دوسرے مصارف پر ترجیح اور اولیت نہیں دیتے وہ بھی علم دین کے اٹھنے کا باعث بن رہے ہیں لہذا روز قیامت ان سے اللہ پوچھے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (الذاریات ۱۹)

ترجمہ: کہ ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور مانگنے سے محروموں (دونوں) کا حق ہے۔

مانگنے والے ہر قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں اور مانگنے سے محروم دینی مدارس کے علماء وطلباء ہیں وہ عام درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کی مصروفیات کی وجہ سے اس قدر وقت نہیں پاتے کہ مالداروں کے دروازوں پر جا کر ان سے مانگیں لہذا یہ مالداروں کا فرض ہے کہ وہ خود چل کر ان کے پاس جائیں اور

ان کی ضروریات پوچھ کر انہیں دیں تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت علم پر ہی خرچ کریں۔ ایسے امیروں کی تعریف کی گئی جو ضرورت وحاجت مند مدارس میں جا کر انہیں عقیدت ومحبت وکمال اخلاص سے اپنا مال پیش کریں چنانچہ مروی ہے۔

نعم الامیر اذا کان بباب الفقیر (کشف الخفاء ۲/۴۴۴)

کہ وہ امیر کتنا ہی اچھا ہے جو ضرورتمندوں اور حاجت مندوں کے دروازوں پر خود جا کر انہیں دیتا ہے۔

حدیث پاک کا ادب

امام خالد بن خداش فرماتے ہیں کہ ہمیں امام مہدی بن میمون نے بتایا کہ میں نے امام محمد بن سیرین کو دیکھا کہ آپ لوگوں سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے اور شعر پڑھتے اور ہنستے تھے حتیٰ کہ ہنستے ہنستے نیچے کو جھک جاتے۔

"فاذا جاء بالحدیث من المسند کلح وتقبض"

لیکن جب سند کے ساتھ حدیث بیان فرماتے تو تیوری چڑھا لیتے اور ادب سے سمٹ جاتے آدب واحترام کے ساتھ اور انتہائی متانت وسنجیدگی کے ساتھ حدیث شریف کو بیان فرماتے راقم نے اس موضوع سے متعلق اپنی مثنوی قادری میں شعر کہا ہے۔

گر کنی، تو ادب، بحدیثِ رسول
لطف یابی از خداوند و قبول

یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کا ادب کرو گے تو اللہ

تعالیٰ سے لطف وکرم اور قبولیت پاؤ گے۔

مفتی کون ہو سکتا ہے؟

امام اشہل بن حاتم، امام ابن عون سے اور وہ امام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا۔

" انك تفتی الناس ولست بامیر ، ول حارها من تولی قارها"

ترجمہ: معاملہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کرو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے برا پہلو بھی اسی کے سپرد کردو۔ یا جو نفع اٹھا تا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے (اھل عرب کے نزدیک گرم چیز بری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے حار العمل سخت اور کٹھن اور قار العمل آسان کام)

۱۔ مصنف امام عبدالرزاق حدیث نمبر ۲۰۶۷۸

۲۔ سنن الدارمی فی المقدمۃ ۱/۶۱۔ ۳۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۲

امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

" انما یفتی الناس احد ثلاثة من یعلم ما نسخ من القران قالوا: ومن یعلم ما نسخ من القرآن ؟ قال عمر او امیر لا یجد بدا او احمق متکلف"

ترجمہ: کہ لوگوں کو تین میں سے کوئی ایک ہی فتوی دے گا ایک تو وہ شخص (عالم دین) جو قرآن کے منسوخ احکام جانتا ہو۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آج کون قرآن کے منسوخ جانتا ہے؟ فرمایا عمر فاروق (ان کی خلافت کا زمانہ تھا) یا (دوسرا) حاکم فتوی دے گا جو فتوی دیئے بغیر کوئی چارہ نہ پاتا ہو (امیر سے مراد حاکم ہے اسلامی ریاست میں حکمران اسے ہی مقرر کیا جاتا ہے جو قرآن وسنت کا علم رکھتا ہو مسلمانوں کا حکمران دین سے، علم دین سے، قرآن وسنت سے ناواقف نہیں ہوسکتا جیسے آج کے دور میں ہمارے پارلیمنٹ کی اکثریت بلکہ ۹۹ فیصد دین سے بے بہرہ لوگوں کی ہے اور یہی حال ہمارے حکمرانوں کا ہے کہ وہ تو سارے کے سارے ہی دین کے علم سے ناواقف ہیں اس لیے وہ ملک کا نظام قرآن وسنت کے مطابق چلانے کی بجائے انگریزوں کے دیئے ہوئے اور چھوڑے ہوئے نظام کے مطابق چلا رہے ہیں اور اسی لیے ناکامی ہی ناکامی ان کا مقدر بنا ہوا ہے نہ تو عالم ہیں اور نہ ہی علماء کو اپنا مشیر بناتے ہیں کہ علماء کے مشورہ پر چل کر ملک کا نظام اسلامی بنائیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا تیسرا وہ شخص فتوی دے گا جو احمق ہو تکلف کرنے والا ہو۔ اس کے بعد امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلے دو شخصوں میں سے تو نہیں ہوں اور میں تیسرا نہیں بننا چاہتا۔

وضاحت

جہاں تک قرآن کے منسوخ احکام کا علم ہے بلاشبہ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ اس کے عالم تھے مگر ان کا اس سے انکار فرمانا محض ان

کی تواضع وانکساری ہے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ آج کے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن کے منسوخ احکام جانتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود یا دوسرے صحابہ قرآن کے منسوخ احکام سے واقف نہ تھے بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آج کے اس دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرے خلیفہ ہیں پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق تھے علم میں بھی وہی اول تھے اور دوسرے خلیفہ ان کے بعد علم میں بھی دوسرے درجہ پر فائز ہیں یعنی اپنے زمانہ میں عمر ہی سب سے بڑے عالم ہیں لہذا وہی قرآن کے منسوخ احکام کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں آپ کی بہن ام حبیبہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں، مومنوں کی ماں ہیں۔ یوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مؤمنوں کے ماموں ہیں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک شرعی مسئلہ کی بنا پر اختلاف ہوگیا چونکہ دونوں صحابی مجتہد تھے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کر رہے تھے دونوں کے گروہوں کچھ ایسے لوگ بھی گھس گئے تھے جو صحابہ، رسول اللہ ﷺ کے درمیان لڑائی کرانا چاہتے تھے آخر ان کی سازش کامیاب ہوگئی اس کے باوجود کہ حضرت علی مرتضی، حضرت معاویہ میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا چاہتے بلکہ ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے اور ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے سازشی بہتان لگا کر دونوں کی عزت

گھٹانے کی کوشش کرتے تھے انہیں میں سے کچھ لوگ حضرت معاویہ کی شان میں بھی بے ادبیاں کرنے اور آپ پر جھوٹ بولنے اور جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کا جھوٹا بہتان لگانے لگے حالانکہ قرآن مجید میں سب صحابہ کو جنتی ٹھہرایا گیا ہے۔ ''وکلا وعد الله الحسنى'' (النساء ۹۵) کہ اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اصحابی کلھم عدول'' کہ میرے تمام صحابہ، عدل وانصاف والے اور سچے ہیں ایسے لوگوں کی جو حضرت معاویہ پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کا جھوٹا الزام لگاتے تھے، کی تردید کرنے کے لیے حضرت امام ابن سیرین نے حضرت معاویہ کی پاکدامنی بیان فرمادی چنانچہ امام یزید بن طہمان، امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا'' کان معاویة لا یتھم فی الحدیث عن النبی ﷺ'' کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی حدیث بیان کرنے کا الزام و بہتان نہیں لگایا جاسکتا۔ یعنی انہوں نے جو حدیث بیان فرمائی صحیح بیان فرمائی۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۲)

(راقم ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری نے اپنی کتاب '' افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے آخر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مخالفین کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیدیئے ہیں اس کا مطالعہ مفید ہوگا)

بدعقیدہ کی روایت کا اعتبار نہیں

امام اسماعیل بن زکر عاصم احول سے اور وہ امام ابن سیرین سے

روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ بھی آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا اسکی حدیث سند پوچھے بغیر قبول کرلی جاتی تھی لیکن جب مسلمانوں میں (گمراہی کا) فتنہ واقع ہوا تو حدیث بیان کرنے والے سے سندِ حدیث پوچھی جانے لگی۔

فینظر من کان من اهل البدع ترك حديثه''

تو اب دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص صحیح العقیدہ نہیں ہوتا اس کی روایت چھوڑ دی جاتی ہے۔

ا۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۳۔ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۷۸

فتویٰ سے ڈرنا

لوگوں میں دین سے بے رغبتی اور دین کو ایک معمولی سی چیز سمجھنے کا یہ حال ہے کہ لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں یہ حلال ہے، یہ حرام ہے یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہر شخص باقاعدہ فارغ التحصیل عالم ہے اگرچہ اسے دین کی ابجد تک معلوم نہ ہو۔ کوئی شخص یہ کہنے کو تیار نہیں ہے کہ اسے علم نہیں لہذا وہ پوچھے گئے مسئلہ کا جواب نہیں دے سکتا۔ عوام تو عوام رہے علماء کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ بھی بے دھڑک فتویٰ صادر کردیں گے کہ فلاں چیز جائز اور فلاں ناجائز فلاں حلال فلاں حرام۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ یہ کہہ دینا کسی کی موت کے بعد اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے تیسرے دن قرآن پڑھوانا کلمے پڑھوانا پھر کھانا پکا کر اس پر فاتحہ شریف پڑھ کر کھانا غریبوں یا مہمانوں میں تقسیم کرنا بھی بعض علماء کے نزدیک حرام

وناجائز ہے اس میں کونسی بات ہے کہ جس نے اس نیک کام کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ کھانا خود پاک ہے۔ نیک نیتی سے پکایا گیا ہے، بالغ وارثوں نے اپنے شوق سے پکایا ہے، کسی نابالغ وارث کا مال اس میں شامل نہیں ہے، دکھلاوے کے لیے نہیں پکایا گیا اور نہ ہی کسی کے خوف یا ڈر سے پکایا گیا ہے پھر اس میں ناجائز والی کونسی بات ہے لہذا ایسے کھانا پکانے اور ایسی ایصال ثواب (میت کو یا بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے کام) منع کرنا یا اسے حرام ٹھہرانا ناقابل فہم ہے خواہ ایسا تیسری یا ساتویں دن کیا جائے یا دسویں یا چالیسویں' اس کو بے دھڑک حرام کہنا بہت بڑی جسارت اور شریعت پر بہتان لگانا ہے ایسے علماء کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جیسے امام ابن سیرین ڈرتے تھے اس موضوع پر راقم کی کتاب ''مسئلہ ایصال ثواب'' کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہوگا بہت غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے ابن سیرین فتویٰ دیتے وقت کیسے خوف زدہ ہو جاتے تھے۔

امام اشعث فرماتے ہیں

''کان ابن سیرین اذا سئل عن الحلال والحرام تغیر لونہ حتی تقول کانہ لیس بالذی کان''

کہ امام ابن سیرین کا یہ حال تھا کہ جب ان سے حلال وحرام کے بارے میں پوچھا جاتا کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام؟ جائز ہے یا ناجائز؟ تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا یہاں تک کہ تم کہتے کہ یہ وہ ابن سیرین نہیں ہیں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۳۔ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۶۴

۳۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/ ۲۱۸۔ ۴۔ طبقات امام ابن سعد ۷/ ۱۹۵۔

۵۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۶۰۔

خوش طبعی

خوش طبعی اور ہنسی مذاق جس میں سنجیدگی ومتانت ہو، سچائی پر مبنی ہو کسی کی توہین وتحقیر نہ ہو ایسی خوش طبعی اور ہنسی مذاق نہ صرف جائز بلکہ سنت سے بھی ثابت ہے ایسی ہنسی مذاق یا خوش طبعی جس میں سچائی نہ ہو، سنجیدگی ومتانت نہ ہو' جس میں کسی کی توہین وتحقیر لازم آئے تو حرام وناجائز ہے۔ اچھی خوش طبعی وہنسی مذاق انسان میں تازگی پیدا کر دیتی ہے ذہن کو آرام وسکون پہنچاتی ہے خوش طبیعت لوگ معاشرہ میں بے تکلفی کی زندگی گزارتے ہیں اور صحت مند رہتے ہیں' اس کے برعکس ہمیشہ خاموش اور سنجیدگی' تکلف کے ساتھ اور گھٹی گھٹی اور خشک مزاجی کے ساتھ رہنا اچھی بات نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان کا دماغ نشو ونما نہیں پاتا اسے تازگی میسر نہیں آتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہنسی مذاق اور قہقہے لگا کر ہنسنا صحت کے لیے مفید ہے پھیپھڑوں کو طاقت دیتا ہے۔ سینے کو فرحت پہنچاتا ہے یادداشت کو بڑھاتا ہے کئی ایک اندرونی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ بلکہ ہائی بلڈ پریشر کو بھی نارمل کرتا ہے۔ ابھی گذشتہ اوراق میں آپ نے امام ابن سیرین کے بارے میں پڑھا کہ آپ اس قدر ہنستے تھے کہ ہنستے ہنستے آگے کو جھک جاتے تھے۔ ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے۔ امام یونس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"کان ابن سیرین صاحب ضحك و مزاح" کہ امام ابن سیرین ہنسی اور مذاق کے ساتھی تھے۔ "صاحب" ساتھی کو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ کبھی کبھار ہنسی مذاق کرتے تھے بلکہ اکثر اوقات ہنسی و مذاق فرماتے تھے یعنی اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو خوش رکھتے اور خود بھی خوش خوش رہتے تھے۔ (اور انسان کو ایسا ہی ہونا چاہئے)

(سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۳)

دوسری روایت میں امام ہیثم، امام منصور سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا

" کان محمد یضحك حتی تدمع عیناه وکان الحسن یحدثنا ویبکی "

کہ امام محمد بن سیرین اس قدر ہنستے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں نکل آتے اور امام حسن بصری ہم سے باتیں کرتے اور روتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۳

۲۔ تاریخ امام ابن عساکر ۱۵/۲۲۰

راقم عرض کرتا ہے۔

گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کہ چمنستانِ مصطفیٰ ﷺ کے ہر پھول کا الگ الگ رنگ اور الگ الگ خوشبو ہے۔ علماء ربانیین کے الگ الگ مزاج اور الگ الگ طبائع ہوتی ہیں۔ ہر ایک ایک کا عمل امت کے لیے بہر صورت سبق ہے۔

فتویٰ اور خواب کی تعبیر

امام ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ میں "واسطہ" نامی جگہ میں امام محمد بن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ملا میں نے فتویٰ دینے میں ان سے بڑا ڈرپوک اور خواب کی تعبیر بتانے میں ان سے بڑا بہادر نہیں دیکھا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۴

۲۔ تاریخ ابن عساکر ۵/۲۱۸

زیادہ لائق بھروسہ

امام یونس بن عبید فرماتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ کے سامنے جب دو کام ہوتے جن میں سے انہیں ایک کو کرنا ہوتا تو آپ اس کام کو اختیار کرتے جو ان دو میں سے زیادہ لائق اعتماد اور زیادہ قابلِ بھروسہ ہوتا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۴۔ ۲۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۱۹۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۶۶

سبق

اس میں امت کے لیے اس بات کی تعلیم ہے اور عمدہ سبق ہے کہ ہمیشہ زیادہ لائق بھروسہ کام کریں اور زیادہ قابلِ اعتماد بات کہیں اور زیادہ لائق بھروسہ انسان کو اپنا دوست بنائیں جو کسی مشکل کے وقت آپ کو تنہا نہ چھوڑ دے۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس سلسلے میں ایک شعر عرض کیا ہے

دوست تو باشد چنیں پر اعتماد

لبیک گوید مشکل اندر باشد اعماد

یعنی ایسے شخص کو دوست بناؤ جو قابل اعتماد ہو اور تمہارے مشکل میں "لبیک" کہہ کر تمہیں سہارا دے۔

اپنے زمانے کا سب سے بڑا پرہیزگار

امام بکر بن عبد اللہ المزنی نے فرمایا "من اراد ان ینظر الی اورع من ادرکنا فلینظر الی محمد بن سیرین"

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۴

۲۔ کتاب الزہد امام احمد بن حنبل ۳۰۸

۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۶۶

ترجمہ۔ کہ جو یہ چاہتا ہو کہ اس شخص کو دیکھے جو ان سب سے بڑا پرہیزگار ہے جنہیں ہم نے دیکھا تو وہ محمد بن سیرین کو دیکھ لے۔

امام محمد بن سیرین کی کمال پرہیزگاری کے سب معترف تھے ان کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا انتہاء کی حد تک پہنچے ہوئے تھے جس سے بعض اوقات دوسروں کے لیے مشکل پیدا کر دیتے چنانچہ جب آپ کی بہن حفصہ بنت سیرین کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ باہر لا کر رکھا گیا تو امام محمد بن سیرین وضو خانہ میں جا کر وضو فرمانے لگے تو امام حسن بصری نے لوگوں سے پوچھا محمد بن سیرین کہاں ہیں؟ تو ان کے کچھ دوستوں نے بے تکلفی کرتے ہوئے کہا کہ

وہ حضرت تو وضو خانہ میں بہت آہستہ آہستہ اور خوب پانی گرا گرا کر اعضاء کو مل مل رہے ہیں اس میں سے تو وہ اپنے لیے بھی عذاب بنے ہوئے ہیں اور گھر والوں کے لیے بھی۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۴۔ ۲۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/۵۸

مشکوک چیز سے پرہیز

امام ابن سیرین کی پرہیزگاری کی انتہاء یہ تھی کہ آپ کو جس چیز میں شک ہو جاتا اسے بھی چھوڑ دیتے چنانچہ امام ہشام بن حسان فرماتے ہیں

"کان محمد یتجر، فاذا ارتاب فی شیئ ترکہ"

کہ امام محمد بن سیرین تجارت کرتے تھے تو جب انہیں کسی چیز میں شک آ جاتا تو اسے چھوڑ دیتے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۴۔ ۲۔ الطبقات کبریٰ ابن سعد ۷/۱۹۷۔

اپنی عیب جوئی

عام لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں اگرچہ خود سراپا عیب ہی کیوں نہ ہوں لیکن اللہ کے مقبول بندے اس کے برعکس دوسروں کے عیب دیکھنے کی بجائے اپنے عیب ڈھونڈتے اور اپنی اصلاح میں لگے رہتے ہیں دوسروں کا محاسبہ کرنے کی بجائے اپنا محاسبہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں انہیں دوسروں کے عیب دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ بھی اللہ کے ایسے ہی محبوب بندے تھے۔

امام ابن عون فرماتے ہیں

"کان محمد من اشد الناس ازراء علی نفسه"

کہ امام محمد بن سیرین اپنے آپ کو عیب لگانے اور اپنے عیب ڈھونڈنے میں سب سے بڑھ کر سخت تھے۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔ ۲۔تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۲۰

۳۔تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۵/۳۳۵

اپنی عیب جوئی کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی ضروری ہے ورنہ اپنی عیب جوئی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس موضوع سے متعلق ایک شعر کہا ہے

عیب خود دیدی اگر دور کن
باطنت را با صفا ونور کن

یعنی اگر تمہیں اپنا عیب نظر آجائے تو اسے فوراً دور کرو اور اپنے باطن کو روشن کرو۔

کشف وکرامات

یہ جو بزرگوں کے کشف اور کرامات دیکھی جاتی ہیں ان کا بنیادی سبب بھی ان کے باطن کی صفائی ہے جب کوئی شخص اپنے دل کو حسد سے، کینے سے، بغض سے اور ریاکاری (دکھانے کے لئے نیکی کرنے) سے پاک کر لیتا ہے تو اس سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اسے کشف ہونے لگتے

ہیں کہ دلوں کے راز اور سینوں کے بھید اس پر کھولنے لگتے ہیں اور پوشیدہ باتوں اسے پتہ چلنے لگتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کی عزت افزائی ہوتی ہے

حلم وحوصلہ

حلم وحوصلہ اور بردباری جسے صبر بھی کہہ سکتے ہیں بڑی عمدہ واعلیٰ صفت ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت "حلیم" بھی ہے قرآن کریم میں بہت سی جگہ اس کا ذکر ہوا ہے۔

کمال

علم وحلم جب جمع ہوتے ہیں تو کمال پیدا ہوتا ہے جس انسان میں ایمان کے بعد علم وحلم جمع ہو جائیں وہ انسانِ کامل کہلاتا ہے حضرت امام ابن سیرین کی حلیمی، بردباری اور حوصلہ مندی کی بڑی شہرت بھی بلکہ مثالی تھی چنانچہ امام غالب القطان علیہ الرحمۃ لوگوں سے فرماتے تھے۔

خذوا بحلم ابن سیرین ولا تاخذوا بغضب الحسن.

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۱۹۵

ترجمہ: امام ابن سیرین کی حوصلہ مندی اپناؤ اور امام حسن بصری کا غصہ نہ اپناؤ۔

سبق

امام قطان علیہ الرحمۃ نے حلم اور غضب کا ایک دوسرے کے مقابلہ

میں ذکر فرما کر ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ حلم یعنی حوصلہ اور غصہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلیم وہی ہے جو غصہ پر قابو پائے غصہ پر قابو پانا بڑا کمال ہے۔

ولی کی نشانی

جیسا کہ ہم نے اپنی سابقہ تحریروں میں بارہا بیان کر چکے ہیں کہ ولی اللہ کی ایک نشانی غصہ پر قابو پانا بھی ہے۔ چنانچہ اولیاء کرام نے لکھا ہے کہ ولی اللہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ جذباتی طبیعت اور مشتعل مزاج والا نہیں ہوگا بلکہ بردبار، حوصلہ والا اور غصہ پر زبردست قابو پانے والا ہوگا۔ حتی کہ اگر کوئی اس سے کوئی بات کرے جس سے انسان کو طبعی طور پر غصہ آجائے۔ اسے غصہ نہ آئے یعنی جلدی غصہ میں آنے والا نہ ہوگا بلکہ طبیعت پر قابو رکھنے والا ہوگا۔

روزہ

روزہ ایک عمدہ عبادت ہے۔ ماہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی کبھی کبھی روزہ رکھنا بہت مفید ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں" صوموا تصحوا" کہ روزہ رکھو تندرست رہو گے۔

(الترغیب والترھیب ۲/۸۳)

روزہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ موٹاپا جو بہت سی بیماریوں کی بنیاد ہے، روزہ سے کم ہوتا ہے جس سے بہت سی بیماریاں جڑ سے اکھڑ جاتی ہیں اور انسان ایسی ایسی بیماریوں سے روزہ کے ذریعے شفایاب ہوجاتا ہے

جنہیں ڈاکٹر لاعلاج بیماریاں کہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بارہ مہینے روزہ رکھتے ہیں اس طرح وہ جسمانی طور پر کمزور ہوجاتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ایسا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ جسمانی طور پر کمزور ہوں۔

طاقتور مومن

چنانچہ حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا"

المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف"

(صحیح مسلم ۲/۳۳۸)

ترجمہ: کہ طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کمزور مومن سے۔

بے مثال رسول

حضور اکرم ﷺ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے صحابہ کرام بھی اسی طرح ہمیشہ مسلسل روزہ رکھنے لگے اور کمزور ہوگئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کمزور ہو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے مسلسل روزے رکھنے شروع کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا" لا تواصلوا" کہ ہمیشہ روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہ نے عرض کی" انك تواصل یا رسول اللہ" اے اللہ کے پاس رسول! آپ خود تو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں تو ہم کیوں نہ رکھیں؟ آپ نے فرمایا" ایکم مثلی" کہ تم میں سے کون ہے جو میری مثل

ہو"ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی" کہ میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی

"انا لسنا کھیئتك یا رسول اللہ" کہ اے اللہ کے رسول! بے شک ہم نے آپ کی طرح نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے جسے ہمیشہ روزہ رکھنے کا شوق ہو وہ ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن نہ رکھے۔ اسی طرح ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھے (صحیح بخاری ۱/۲۶۳) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح داؤدی روزہ رکھتے تھے چنانچہ امام حماد بن سلمہ، امام ایوب سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

کان محمد یصوم یوما ویفطر یوما

ترجمہ: کہ امام محمد بن سیرین ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۰۔
۳۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۱۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سنت مصطفیٰ ﷺ یعنی آپ کے فرمان کی تعمیل میں انتہائی دلچسپی لیتے تھے۔

چنانچہ مولانا رومی علیہ الرحمۃ بھی اسی بات کا سبق دیتے ہیں ۔

در ہمہ اقوال وافعال اے فتی
قبلہء خودساز ذات مصطفیٰ (ﷺ)

ترجمہ: کہ اے جوان تمام باتوں اور کاموں میں اپنا قبلہ ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کو بنالو۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس سلسلے میں ایک شعر عرض کیا ہے

گر سکونِ دل بخواہی اے پسر
شو مطیع حضرت خیر بشر

ترجمہ: یعنی اے بیٹے! اگر تو دل کا سکون واطمینان چاہتا ہے تو حضرت خیر البشر نبی کریم ﷺ کا فرمانبردار ہوجا۔

عاشورہ کے روزے

امام ابن عون فرماتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ عاشورہ کے دو دن روزہ رکھتے پھر اس کے دو دن روزہ ترک کردیتے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔ ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۰۔
۳۔ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۵/۳۳۵۔

چونکہ یہ روزے ضروری نہیں ہیں بلکہ نفلی ہیں اس لیے کوئی جیسے رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔ خواہ لگاتار رکھے یا ایک دن رکھے اور ایک دن نہ رکھے یا دو دن رکھے اور دو دن نہ رکھے۔

غیبت

غیبت اس بات کا نام ہے کہ کسی کے بارے میں اس کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہی جائے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو جب کہ اس میں وہ

بات پائی جائے اور اگر نہ پائی جائے پھر کہی جائے تو وہ بہتان ہے۔ اسلام میں غیبت اور بہتان دونوں حرام ہیں۔ ابن جریر بن حازم کہتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین کے ہاں ایک آدمی کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا۔

"ذاك الاسود" یعنی: وہ کالا

پھر فرمایا "انا للہ انی اغتبتہ" افسوس کہ میں نے اس کی غیبت کردی

یعنی آپ نے اس کے بارے میں کلمہ کہا وہ غیبت ہوگیا کیونکہ کوئی کالا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اسے کالا کہہ کر پکارا جائے۔ لہذا یہ غیبت ٹھہرا۔ اس پر افسوس کرنا ایک طرح توبہ کی ہے جس سے غیبت کا گناہ معاف ہوگیا۔

سبق

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ اگر مومن سے بھول کر کوئی غلط بات سرزد ہوجائے تو اس کا علم ہونے کے بعد ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پر افسوس کرے۔

افسوس نہ کرنا ایمانی تقاضے کے خلاف اور ایک مؤمن کی شان سے دور ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے اپنی مثنوی قادری میں ایک شعر کہا ہے

گر خطا کردی تو گاھے اے عزیز
چوں شدی نادم بروباشی عزیز

یعنی اے پیارے بھائی! اگر تم سے کوئی خطا ہوگئی جب تم اسپر نادم

ہوئے اور افسوس کیا تو تم اللہ کے پیارے ہوگئے۔

امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے جس شخص کے سامنے اس شخص کی غیبت کی تھی اسی کے سامنے افسوس بھی کیا تاکہ جیسے وہ غیبت کی خطاء پر گواہ ہو اسی طرح وہ اس سے توبہ کرنے پر بھی گواہ ہوتا کہ اس کے دل میں امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ کی خطاء کا جو خیال قائم ہوا تھا وہ اس کے دل میں باقی نہ رہے بلکہ نکل جائے۔

قبول تحائف

کسی دوست یا عقیدت مند کا دیا ہوا تحفہ قبول کرنا، مسنون و مستحب ہے حدیث شریف میں ہے "تھادوا تحابوا" کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دی کر آپس میں محبت بڑھاؤ۔

(السنن الکبری للبیھقی ۱۶۹/۶)

خلفاء، ملوک اور امراء لوگ ہمیشہ علماء وفقہاء اور اللہ والوں کی خدمت میں تحفے وتحائف اور ھدیے بھیجتے رہے ہیں اور اب بھی علماء وفقہاء کے قدر دان لوگ ان کی خدمت میں تحفے وتحائف اور ہدیے بھیجتے ہیں حضرت معاذ، بن امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو پانچویں خلیفہ راشد کہلاتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحفہ بھیجا جسے انہوں نے قبول فرمالیا اور انہوں نے امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی تحفہ بھیجا مگر انہوں نے اسے قبول نہ فرمایا۔ "فقبل فلم یقبل"۔

ا۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔   ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۲۔
۳۔ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۱۵/۲۲۴۔

امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا تحفہ کیوں قبول نہ کیا؟ اس کی وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مزاج مبارک میں بہت ہی استغناء اور بے نیازی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

ماضی قریب میں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ ایک عظیم الشان علمی وعرفانی شخصیت بھی ایسی گذری ہے کہ ان کے مزاج مبارک میں بھی ایسی بے نیازی تھی کہ آپ بھی امراء وحکام کے تحائف قبول نہ فرماتے تھے۔ اس لیے نہیں کہ اس میں کوئی شرعی ممانعت تھی ورنہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کیوں قبول کرتے بلکہ خود حضور اکرم ﷺ نے بعض بادشاہوں کے بھیجے تحفے قبول فرمائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قبول کرنا مستحب اور قبول نہ کرنا جائز ہے۔ لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمۃ غالباً اس اندیشے سے امراء کے ہدیے قبول نہ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں امراء، ہدیوں کے بدلے اللہ سے اجر وثواب کی بجائے علماء سے مدح وستائش اور تعریف کے متمنی تھے چنانچہ ایک نواب صاحب نے تو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے اس بات کی فرمائش بھی کی کہ آپ ان کی تعریف میں کوئی قصیدہ کہیں کیونکہ آپ ایک عالم باعمل ولی کامل کے ساتھ ساتھ ایک بہترین شاعر ونعت گو بھی تھے جس کے جواب میں امام احمد

رضا علیہ الرحمۃ نے یہ شعر کہا ؎

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

غرضیکہ تحفہ قبول کرنا مسنون ومستحب ہے قبول نہ کرنا جائز ہے دونوں باتیں درست ہیں جو اپنے لیے جس بات کو پسند کرے اس پر عمل کرے کسی پر تنقید یا اعتراض درست نہیں۔ اس سلسلے میں ہماری کتاب "التحقیقات علی التنقیدات" کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

بادشاہوں سے ملنا

اسی طرح بادشاہوں سے ملنے جانا اور ان کی کمزوریاں دیکھ کر ان کی اصلاح کرنا ایک اچھا کام ہے اور انہیں نہ ملنے جانا بھی درست ہے۔ امام ضمرہ بن ربیعہ، امام رجاء سے روایت کرتے ہیں

"کان الحسن یجیء الی السلطان ویعیبھم وکان ابن سیرین لا یجئ الیھم ولا یعیبھم"

ا۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔   ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۴۔
۳۔ المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۴۔

ترجمہ: کہ امام حسن بصری بادشاہ کے پاس جاتے اور ان کی کمزوریاں دیکھ کر ان کا اظہار فرماتے اور امام ابن سیرین بادشاہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور نہ ہی ان کی کمزوریاں بیان فرماتے۔

سبق

اس سے ہمیں سبق ملا کہ وہ علماء جو بادشاہوں یا حکمرانوں سے ملتے ہیں اگر وہ ان میں کوئی شرعی عیب یا کمزوری دیکھیں تو ان کو بتادیں تا کہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں اور جو علماء بادشاہوں اور حکمرانوں سے نہیں ملتے اور ان کی شرعی کمزوریوں سے بے خبر ہیں ان پر ان کی اصلاح فرض نہیں ہے۔

سب سے بڑھ کر سخت

امام ابن سیرین بادشاہ کے پاس نہیں جاتے تھے لیکن کبھی کسی ضرورت ومجبوری سے بادشاہ کے ہاں جانا ہوتا تو اس کے ہاں سب سے بڑھ کر سخت رویہ اختیار فرماتے۔ چنانچہ امام ھشام فرماتے ہیں

"مارایت احدا عند السلطان اصلب من ابن سیرین"

ترجمہ: کہ میں نے بادشاہ کے ہاں محمد بن سیرین سے بڑھ کر کسی کو سخت نہیں دیکھا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۵۔ ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۴

بعض علماء، بعض مصلحتوں یا حکمتوں کی بنا پر بادشاہوں یا حکمرانوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتے ہیں اور بعض علماء سخت رویہ اختیار کرتے ہیں ہر ایک کا اپنا اپنا مزاج اور اپنا اپنا طریق تبلیغ ہوتا ہے۔

میرے خیال میں ہر جگہ نہ تو نرمی مفید رہتی ہے اور نہ ہی سختی ایک عالم دین کو صاحب بصیرت وصاحب فہم وذکا ہونا چاہیے تا کہ وہ موقع محل کی مناسبت سے فریضہ تبلیغ واصلاح ادا کر سکے۔

تقویٰ کے درجے

تقویٰ وپرہیزگاری ایک مومن ومسلمان کے لیے لازمی چیز ہے لیکن تقویٰ وپرہیزگاری کے تین درجے ہیں ایک عام مسلمانوں کا تقویٰ وپرہیزگاری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس بات سے یا کام سے بچیں جس کا حرام ہونا قطعی طور پر ثابت ہو اور یہ تقویٰ ہر مسلمان پر واجب ہے اور دوسرا خاص لوگوں کا تقویٰ ہے وہ یہ ہے کہ وہ حرام قطعی کے علاوہ ہر اس چیز سے بچیں جس کے حرام ہونے میں علماء کا اختلاف ہو، یہ تقویٰ ہر مسلمان کے لیے واجب نہیں بلکہ اس مسلمان کے لیے واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قرب والے بندوں میں شامل ہونا چاہے اور تیسرا تقویٰ خاص الخاص (زیادہ ہی خاص) یعنی خاص ترین لوگوں کا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بھی بچا جائے جس میں حرام ہونے کا محض شبہ ہو۔ یہ تقویٰ خاص الخاص خاص ترین یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

تقویٰ ابن سیرین

حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کا تقویٰ بھی اسی تیسرے درجہ کا اعلیٰ وبلند ترین درجہ کا تھا۔ چنانچہ امام ابوشہاب الحناط، ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ بغداد کے قریب "نہر الملک" ایک شہر کے قرب وجوار کی بستیوں میں سے "منونیا" نام کی ایک بستی میں سے امام ابن سیرین نے کچھ سامان خریدا جس میں آپ کو اسی ہزار نفع ملتا تھا۔ "فعرض فی قلبہ شیئ فترکہ" تو ان کے دل میں سود کا کچھ خیال پیدا ہوا تو آپ

نے اسے چھوڑ دیا۔

امام ہشام نے فرمایا" ما هو والله بربا"

اللہ کی قسم وہ سود نہ تھا مگر آپ کو محض وہم ہوا تھا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۶۔ ۲۔تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۷۔

۳۔طبقات ابن سعد ۷/۱۹۹۔

یہی امام ہشام فرماتے ہیں کہ ایک اور سودے میں آپ کو چالیس ہزار نفع ملتا تھا مگر آپ نے اسے سود کے وہم سے چھوڑ دیا۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۶۔ ۲۔حلیۃ الاولیاء ۲/۲۶۶۔

آج کے دور کا تقویٰ

یہ تو اس زمانہ کی بات تھی مگر آج کے دور میں اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے مشکوک و مشتبہ چیزوں سے بچنا ضروری نہیں ہے چہ جائیکہ مختلف فیہ اشیاء سے بچنا ضروری ہو چنانچہ

امام قاضی خاں اپنے فتاویٰ قاضی خاں میں لکھتے ہیں

"قالوا ليس زماننا زمان الشبهات فعلى المسلم ان يتقى الحرام المعاين"

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں ہے بلکہ مسلمان کے لیے واضح حرام سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الفتاوی الھندیہ ج ۳ ص ۴۰۲)

جبکہ امام قاضی خان کا زمانہ چار سو ہجری کا زمانہ ہے

سارا غلہ بانٹ دیا

امام محمد بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے انصاری سے اس قرض کا سبب پوچھا جو حضرت محمد بن سیرین پر چڑھ گیا تھا یہاں تک کہ انہیں اس کی وجہ سے قید میں رکھا گیا۔انہوں نے بتایا کہ امام محمد بن سیرین نے چالیس ہزار درہم ادھار پر غلہ خریدا تھا تاکہ اسے بیچ کر قرض بھی اور ادھار بھی چکائیں اور نفع بھی پائیں لیکن بعد میں انہیں اس غلہ کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہوئی جسے آپ نے پسند نہ کیا تو آپ نے اسے بیچنے کی بجائے غریبوں میں بانٹ دیا تو وہ غلہ آپ نے ایک خاتون سے خریدا تھا جس کی قیمت مقرر وقت پر ادا نہ کر سکے تو اس نے مالک بن منذر گورنر کو کہہ کر آپ کو قید کرا دیا "حبسته امرءة وكان الذى حبسه مالك بن المنذر" یعنی آپ کو تو ایک عورت نے قید کرایا تھا اور جس نے آپ کو قید کیا تھا وہ مالک بن منذر تھا۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۶ ۲۔تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۲۷۔

۳۔طبقات ابن سعد ۷/۱۹۸۔

یہ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کی کمال خدا خوفی اور کمال دیانتداری وامانتداری ہے کہ جو چیز انہیں اپنے لیے پسند نہ تھی اسے بیچ کر اس کا نفع لینا بھی پسند نہ کیا جب کہ اس کے برعکس عام تجارت پیشہ لوگ عیب والی چیز کا عیب چھپا کر گاہک کو لاعلم رکھ کر چیز کو بیچ دیتے ہیں۔ایسی بدیانتی کی تجارت

اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ ایسی تجارت سے حاصل ہونے والا رزق؛ رزق حلال نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں راقم نے اپنی مثنوی قادری میں ایک شعر کہا ہے

گر تجارت کردی برادر صاف کن
بادیانت باامانت انصاف کن

یعنی اے بھائی! اگر آپ نے تجارت کرنی ہے تو صاف ستھری تجارت کیجئے، دیانت وامانت اور عدل وانصاف کے ساتھ تجارت کیجئے۔

گناہ کی سزا

امام ہشام کہتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین نے ان سے فرمایا کہ میں نے ایک بار کسی کو ''اے مفلس'' کہا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی سزا دی گئی۔

''قلت مرة لرجل یا مفلس فعوقبت''

کہ میں نے ایک بار کسی آدمی سے کہا ''اے مفلس'' تو مجھے سزا دی گئی۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۶۔ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۷۱۔

مفلس

مفلس ''فلس'' سے ہے اور فلس کا معنی ہے ''پیسہ'' پیسے کو ''فلوس'' بھی کہتے ہیں اور ''فلس'' بھی اور ''مفلس'' باب افعال سے اسم فاعل ہے اس میں شروع کا ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے ''یا مفلس'' اے مفلس اے فقیر

یا اے مسکین۔

دل آزاری

یہ دراصل دل آزاری ہے کیونکہ کوئی شخص کتنا ہی غریب اور مسکین ہو اسے غریب یا مسکین کہہ کر بلانا اس کے دل دکھانے والی بات ہے۔ کسی کا دل دکھانا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

حدیث شریف میں ہے

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده''
(صحیح بخاری ۱/۶)

کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایک حدیث میں ''المسلمون'' کی بجائے ''الناس'' کا لفظ ہے یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں یعنی بلا وجہ شرعی نہ کسی کو ہاتھ سے تکلیف پہنچائے اور نہ ہی زبان سے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کی دل آزاری ہوتی ہے وہ ایسا اللہ کا مقبول بندہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دل آزاری کرنے والے شخص کو دنیا میں بھی سزا دیدیتا ہے۔ حضرت امام ابن سیرین کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی سزا مل گئی اور فوراً مل گئی۔

کیونکہ آپ فرماتے ہیں ''فعوقبت'' اس میں ''فاء'' تعقیب مع الوصل کے لئے ہے یعنی اس کے فوراً بعد مجھے سزا مل گئی لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ کسی کا دل دکھانے سے بچے۔

امام ابوسلیمان دارانی کا نکتہ

یہاں امام ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ نے ایک نکتہ کی بات فرمائی، جب آپ کو حضرت امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ کی بات پہنچی کہ انہوں نے ایک آدمی کو "یا مفلس" کہا تو ان کو فوراً اس کی سزا مل گئی تو امام ابوسلیمان دارانی نے یہاں ایک نکتے کی بات فرمائی۔

"قلت ذنوب القوم فعرفوا من اين اتو ا وكثرت ذنوبنا فلم ندر من اين نؤتى"

ترجمہ: ان بزرگ لوگوں کی خطائیں تھوڑی تھیں لہذا وہ پہچان لیتے تھے کہ ان کو جو تکلیف پہنچی وہ ان کی کونسی خطا کے بدلے میں تھی۔ ہم لوگوں کے گناہ بہت ہیں لہذا ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ جو تکلیف ہمیں پہنچی وہ ہمارے کس گناہ کے بدلے میں تھی۔

ضروری وضاحت

یہاں ضروری وضاحت ہے وہ یہ کہ اگر انسان سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہوجائے اور انسان اس سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف معاف فرمادیتا ہے اور اس کے بدلے تکلیف نہیں پہنچاتا اور آگے بھی نہیں پہنچائے گا بلکہ وہ خطا معاف فرماکر انسان کے عمل نامہ میں اس کی جگہ اپنی طرف سے نیکی لکھ دیتا ہے ہاں اس گناہ کے بدلے دنیا یا آخرت میں تکلیف پہنچ سکتی ہے جو انسان سے جان بوجھ کر سرزد ہو اور انسان اس سے توبہ بھی نہ کرے لیکن جب توبہ کرے تو معافی ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے اپنی مثنوی قادری میں

شعر کہا ہے

گر کنی از خطا توبہ بدل
عفو یابی از خدا عز وجل

ترجمہ: یعنی اگر تم سچے دل سے گناہ سے توبہ کرلو تو خدا تعالیٰ عز وجل سے معافی پاؤ گے۔ جب معافی ہوگئی تو سزا سے بچ گئے۔

خیانت

حدیث شریف میں ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں۔

"اربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا ائتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر"

ترجمہ: جس میں چار باتیں ہوں وہ خالص (پکا) منافق ہے اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے کوئی ایک ہوگی اس میں منافقت کی ایک بات ہوگی جب تک اسے چھوڑ نہ دے (منافقت سے بری نہ ہوگا) وہ چار باتیں یہ ہیں جب اسے کوئی امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

(صحیح بخاری ۱/۱۰)

امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ جب قید میں تھے تو قید خانہ کے افسر نے

جو آپ سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا آپ سے عرض کی کہ جب رات ہو تو آپ اپنے گھر تشریف لے جایا کریں اور جب صبح ہو تو واپس قید خانہ میں تشریف لے آیا کریں آپ نے اسے جواب دیا

"لا اکون لك عونا علی خیانة السلطان"

ترجمہ: کہ میں حاکم وقت (جس نے مجھے قید کیا) کی خیانت پر میں تیرا مددگار نہیں ہو سکتا۔

اطاعتِ حاکم

سبحان اللہ! کیا ہی شریعت کا پاس ہے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ چونکہ ان کو قرض کی وقت مقررہ پر ادائیگی نہ کر سکنے کی وجہ سے قرض خواہ عورت کی درخواست پر جائز طور پر قید کیا گیا ہے لہذا حاکم کی مرضی کے خلاف یا اس کی لاعلمی میں قید خانہ سے نکلنا، حاکم کی اطاعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے گناہ ہے اور گناہ میں کسی کی مدد کرنا گناہ ہے۔ حاکم وقت کی جائز کاموں میں اطاعت کرنا چاہئے ناجائز میں نہیں۔ بلکہ ناجائز کاموں میں کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے

"لا طاعة لمخلوق فی معصیة اللہ"

(مسند احمد ۱/۱۳۱)

ترجمہ: کہ مخلوق کی وہ بات نہ مانو جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو۔

راقم نے اس سلسلے میں اپنی مثنوی قادری میں ایک شعر کہا ہے

طاعتِ حاکم بود در امر خیر

طاعتِ کس نیست در غیر خیر

یعنی اچھے کاموں میں حاکم کی اطاعت ضروری ہے اور ناجائز کاموں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

خواب اور اس کی تعبیر

خواب ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں اکثر عوام غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ تو خوابوں کے شہزادے ہیں انہیں عجیب وغریب خواب آتے ہیں اور وہ دوسروں کو اپنے خوابوں کے ذریعے متاثر کرتے ہیں حتی کہ بعض لوگ تو حضور اکرم ﷺ کے بارے میں عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔

خواب میں زیارت مصطفی ﷺ

بلا شبہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت برحق ہے۔

آپ کا فرمانِ عالی شان ہے

۱ من رآنی فی المنام فقد رآنی الخ

۱۔صحیح مسلم ۲/۲۴۲۔ ۲۔صحیح بخاری ۲/۱۰۳۶۔

ترجمہ: جس نے میری خواب میں زیارت کی۔ یقیناً اس نے میری زیارت کی

۲ من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة۔

(صحیح بخاری ۲/۱۰۳۵)

ترجمہ: جس نے میری خواب میں زیارت کی وہ عنقریب بیداری کی حالت میں میری زیارت کرے گا۔

خواب کی تعبیر، علماء سے پوچھی جائے

خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی جائے خوابوں کے بارے میں ذہن نشین رہے کہ ہر وہ خواب جو برا ہو، پریشان کرنے والا' غمگین کرنے والا ہو اور اداس کرنے والا ہو غرض یہ کہ اچھا نہ ہو اسے شیطان کی طرف سے سمجھیں اور اسے کسی سے بیان بھی نہ کریں اور نہ ہی کسی سے اسکی تعبیر پوچھیں۔ اور جو خواب اچھا ہو' خوش کرنے والا ہو اس میں بھلائی' بہتری اور خوشی کی بات ہو۔ ایسا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کی تعبیر بھی اچھی دی جائے اور اگر کوئی شخص غلطی سے اپنا برا خواب بیان کردے تو سننے والا اسے کہدے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے پریشان نہ ہو، اسے بھول جاؤ' شیطان دراصل برے خواب دکھا کر مسلمان کو پریشان کرتا ہے تاکہ وہ سارا دن اس کے بارے میں فکر مند رہے اور اس کے دین و دنیا کا کوئی کام بھی سکون سے نہ ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے

"الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة"
(صحیح بخاری ۲/۱۰۳۵)

ترجمہ: اچھے خواب' نبوت کے چھیالیسویں حصے میں سے ایک حصہ ہیں۔

لہذا اگر کوئی برے خواب کی تعبیر دینا چاہے تو اچھی تعبیر دے بری نہ دے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ نیز علماء نے لکھا ہے کہ بچوں اور عورتوں کے

خواب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کے خواب کی کوئی حقیقیت نہیں لیکن اگر کوئی خاتون شریعت کی پابند وصالحہ ہو تو اس کے خواب جو اچھی تعبیر کا ہی پہلو رکھتے ہوں تو ان کی تعبیر دے دی جائے۔

امام ابن سیرین

امام ابن سیرین خوابوں کی تعبیر کے اپنے زمانہ کے امام تھے آپ کے خواب نامے عربی میں ہیں۔ ایک "تعبیر الرؤیا الصغیر" ہے یہ چھوٹی کتاب ہے اور دسری "تعبیر الرؤیا الکبیر" ہے یہ کافی ضخیم ہے۔ مگر یاد رہے کہ کسی کو اپنے خوابوں کی تعبیر' تعبیر والی کتابوں میں خود نہیں دیکھنی چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کتاب (خواب نامہ) میں اسکی تعبیر اچھی نہ لکھی ہو تو اسے پریشانی ہوگی بلکہ اس کی تعبیر ایسے عالم دین سے پوچھی جائے جو صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ صاحب بصیرت اور ہمدرد بھی ہوتا کہ وہ خواب کی تعبیر کے اچھے پہلو نکال کر بتائے تو انشاء اللہ تعبیر اس کے مطابق اچھی ہی ظاہر ہوگی۔

تین کبوتر

امام معمر کہتے ہیں کہ ایک شخص امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ اس نے دیکھا کہ ایک کبوتر ہے جس نے ایک موتی نگل لیا۔ پھر اسی لمحہ میں اس کے منہ سے اس سے بڑا موتی باہر نکل آیا اور ایک دوسرا کبوتر دیکھا جس نے ایک موتی نگل لیا پھر اسی لمحہ اس کے منہ سے اس سے چھوٹا موتی نکل آیا اور تیسرا کبوتر دیکھا اس نے بھی ایک موتی نگلا پھر اسی لمحہ اس کے منہ سے ویسا ہی موتی باہر نکل آیا' اس کے تعبیر کیا ہوگی؟

امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا پہلا کبوتر تو امام حسن بصری ہے جو اپنے استاذوں سے حدیث پاک سنتے ہیں اور اسے خواب یاد کر کے بہتر سے بہتر طریقہ سے دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور جو کبوتر چھوٹا موتی منہ سے نکالتا ہے وہ میں ابن سیرین ہوں کہ میں حدیث کو سنتا ہوں پھر اس میں کچھ بیان کرتا ہوں اور کچھ نہیں کرتا۔ اور جو کبوتر ویسا موتی نکالتا ہے وہ قتادہ ہیں اور وہ سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں۔

تواضع

اس سے امام ابن سیرین کی تواضع وانکساری ظاہری ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے علماء کے مقابلہ میں چھوٹا ظاہر کیا۔ کسی عالم دین میں تواضع وانکساری اس کے کامل واکمل ہونے کی علامت ہے۔ ہمارے شیوخ واساتذہ کرام اور ہمارے بلکہ ہمارے مشائخ کے مشائخ واساتذہ کے اساتذہ تک کے واقعات ہمارے علم میں ہیں کہ ان میں تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ وشیخی واستاذی محدث سردار احمد علیہ الرحمۃ فیصل آبادی وشیخی واستاذی الکبیر جنہیں اپنے زمانہ کا غزالی ورازی ہونے کا لقب دیا گیا۔ اسی طرح ہمارے اساتذہ کرام میں سے غلام جہانیاں ڈیرہ غازی خاں، علامہ سید مفتی مسعود علی سابق مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان وعلامہ فہامہ قبلہ مفتی امیر علی خاں علیہ الرحمۃ ایسے پاکیزہ لوگ تھے کہ تواضع وانکساری کے پیکر تھے۔ یہ لوگ اپنے بارے میں بعض اوقات اس حد تک متواضعانہ ومنکسرانہ الفاظ ارشاد فرماتے تھے کہ ہم وہ

الفاظ نوک قلم پر لانے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائیں (آمین)

پانی کا پیالہ

امام ہشام بن حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص امام ابن سیرین کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کے ہاتھ میں شیشے کا ایک پیالہ ہے جس میں پانی ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ پیالہ ٹوٹ گیا مگر اس کا پانی بچ گیا ضائع نہیں ہوا۔ اس کی تعبیر بتائیے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

''اتق اللہ لم تر شیئا''

کہ اللہ سے ڈر، تو نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے کہا ''سبحان اللہ'' (اللہ اس سے پاک ہے) یعنی ضرور دیکھا ہے تعبیر بتائیے آپ نے فرمایا ''فمن کذب فما علی'' کہ جس نے جھوٹ بولا اور اس کی تعبیر بتانے پر مجھے مجبور کیا اور میں نے تعبیر بتادی اور اس سے اس کا نقصان ہوا تو مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا ذمہ داری اسی پر ہوگی اسکے بعد فرمایا ''تیری بیوی بچہ جنے گی بچہ جننے کے بعد وہ فوت ہو جائے گی لیکن بچہ زندہ رہے گا وہ شخص وہاں سے نکلا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا (میں نے جھوٹ بولا تھا) کچھ عرصہ بعد اس کی بیوی نے بچہ جنا، بچہ زندہ رہا مگر اسکی بیوی فوت ہوگئی۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۱۷۔ ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/ ۲۶۷

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹا خواب نہ بنایا جائے۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی عالم دین کے پاس کوئی شخص اپنا ایسا خواب بیان کرے جس کی تعبیر کسی صورت میں بھی اچھی نہ ہو تو اس کی تعبیر نہ دی جائے بلکہ اسے کہا جائے کہ یہ خواب کچھ نہیں اسے بھول جاؤ سمجھ لو کہ تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس صورت میں وہ خواب اس کے لیے نقصان دہ نہ ہوگا۔

جوزاء اور ثریا

امام ابوبکر بن عیاش، مغیرہ بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ جوزاء ثریا سے آگے بڑھ گیا۔ فرمایا کہ جوزاء امام حسن بصری ہیں اور ثریا میں ہوں۔ امام حسن بصری مجھ سے پہلے انتقال کریں گے پھر میں اس کے پیچھے جاؤں گا اور ان کا مرتبہ مجھ سے زیادہ بلند ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۱۷۔ ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/ ۲۲۷۔
۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۷۷۔

تائید الٰہی

اس کے بعد امام ابن سیرین کے بارے میں امام شمس الدین الذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"جاء عن ابن سیرین فی التعبیر عجائب یطول الکتاب بذکرھا وکان لہ فی ذلک تائید الھی"

ترجمہ: امام ابن سیرین سے تعبیر خواب کے بارے میں عجیب عجیب باتیں

مروی ہیں جن کے ذکر کرنے سے یہ کتاب لمبی ہو جائے گی۔ خواب کی تعبیر کے بارے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔

سات وظائف

بزرگان دین ہمیشہ وظائف پڑھتے چلے آرہے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے حدیثوں اور بزرگوں کے اقوال میں مروی دعائیں اور خاص مقاصد کے حصول کے لیے خاص وظائف ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ کے وظائف شریفہ جنہیں ہمارے شیخ الشیخ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے فرمان پر ہمارے شیخ مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ترتیب دیا جنہیں "الوظیفۃ الکریمۃ" کے تاریخی نام سے موسوم کیا گیا۔

الوظیفۃ الکریمۃ

یہ "الوظیفۃ الکریمۃ" ایسے عمدہ وظیفوں کا مجموعہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے وظائف کی ضرورت نہیں پڑتی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر وظیفہ کے بعد اس وظیفہ کے پڑھنے کا وقت بتایا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ہر وظیفہ کا فائدہ بھی بتایا گیا ہے اور راقم ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری نے ان وظائف میں کچھ مزید بہترین اور انتہائی مفید وظیفوں کا اضافہ کیا ہے اور اس میں بیعت کی اہمیت وضرورت کے موضوع پر کچھ روشنی بھی ڈالی ہے اور ہمارا چھپایا ہوا الوظیفۃ الکریمۃ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

شیخ کی ضرورت

لیکن یاد رکھیے کہ کوئی بھی وظیفہ سوائے درود شریف کے شیخ ومرشد کی اجازت کے بغیر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا جہاں تک آخرت کے ثواب کا تعلق ہے وہ تو ہر اچھے کلام کے اچھی نیت کے ساتھ پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اور ثواب کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ لیکن جہاں تک دنیا میں خاص مقاصد کے حصول کا معاملہ ہے۔ مثلاً دشمنوں سے حفاظت، کاروبار میں برکت، جان ومال کی سلامتی، حصول شفاء وغیرہ ان مقاصد کے حصول کے لیے اگر کوئی وظیفہ پڑھنا ہو تو شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ان کی اجازت سے پڑھیں اور شیخ کامل وہ ہے جو صحیح العقیدہ عالم دین ہو اور ظاہر شریعت کا پابند ہو اور عالم دین وہ شخص ہے جسے عربی زبان پر اس قدر عبور ہو کہ کوئی مسئلہ پیش ہو تو وہ اس کا جواب کسی کی مدد کے بغیر قرآن وحدیث سے نکال سکے اور اسکا سلسلہ بیعت مسلسل نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہو۔ اور اسے اپنے شیخ یا دوسرے شیخ کامل سے بیعت کی اجازت بھی حاصل ہو۔ ایسے شخص سے وظائف کی اجازت ضروری ہے۔

وظیفہ کے لیے شیخ کی اجازت

چنانچہ علامہ امام عارف کامل شیخ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ "داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا" کے تحت اصل سے تفسیر میں لکھتے ہیں

ومن هنا اخذ الاشياخ استعمال الاجازة للمريدين فمن اجازه اشياخه بشيئ من العلم والارشاد فقد سهلت

له الطرق وتيسرت ومن لم يحصل له الاجازة وتصدر بنفسه فقد عطل نفسه وغيره وانسدت عليه الطرق.

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ۳/۲۳۳)

ترجمہ: اس مقام سے مشائخ نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ جو لوگ وظائف پڑھنے کا ارادہ رکھنے والے ہیں ان کو مشائخ کی بیعت کر کے ان سے اجازت حاصل کرنا چاہیے تو جسے اس کے مشائخ نے علم وعمل اور ورود وظائف کی اجازت دیدی تو بے شک اس کے لیے مشکلات کے حل کے لیے راستے آسان ہو گئے اور مقاصد حاصل ہو گئے اور جس کو اجازت نہ ملی اور اس نے اپنے طور پر ہی اوراد وظائف پڑھنے شروع کر دیئے، اس نے اپنے آپ کو اور دوسرے کو جو اس سے کچھ حاصل کرنے والا ہوا، بے کار بنا دیا اور اس پر کامیابی کے راستے بند ہو گئے۔

نیز یہی علامہ صاوی زیر آیت "ان اللہ وملائکتہ" الخ کے تحت فرماتے ہیں

قال بعض العارفين انها توصل الى الله من غير شيخ لان الشيخ والسند فيها صاحبها لانها تعرض عليه ويصلى على المصلى بخلاف غيرها من الاذكار فلا بد فيها من الشيخ العارف والا دخلها الشيطان ولم ينتفع صاحبها.

۱۔ الصاوی علی الجلالین ۳/۲۳۹۔　　۲۔ روح البیان ۵/۲۸۹۔

۳۔ عوارف المعارف ۹۶۔ ۴۔ آداب مرشد ومرید۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ بلاشبہ درود شریف بغیر مرشد کے اللہ تک پہنچتا ہے کیونکہ اس میں مرشد اور سند خود حضور اکرم ﷺ ہیں کیونکہ درود آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور آپ درود بھیجنے والے کے لیے دعا فرماتے ہیں اس کے برعکس دوسرے اذکار و وظائف میں ایسے مرشد کا ہونا ضروری ہے جو قرآن وحدیث کا عالم وعارف ہو اور صحیح العقیدہ اہل سنت ہو ورنہ (بغیر مرشد کے) ان وظائف میں شیطان دخل دے گا۔ اور ان کے پڑھنے والا ان سے فائدہ نہیں اٹھائے گا۔

بات شروع ہوئی تھی وظائف سے کہ مشائخ بلکہ خود حضور اکرم ﷺ کا مختلف قسم کے وظائف پڑھنا حدیثوں سے ثابت ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ بھی وظائف پڑھتے تھے چنانچہ امام احمد بن زید کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن سیرین (محمد بن سیرین کے بھائی) نے بتایا کہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے سات وظائف تھے۔

كان بمحمد سبعة اوراد فاذا فاته شيئ من الليل قرأه بالنهار

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۱۷ ۲۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/ ۲۲۱۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۷۱، ۲۷۲۔

ترجمہ: امام محمد بن سیرین کے سات وظیفے تھے جب آپ کا کوئی رات کا وظیفہ رہ جاتا تو آپ اسے دن کو پڑھتے تھے۔

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ وظائف اور اوراد پڑھنا بزرگوں کا طریقہ ہے اور دوسرا یہ کہ اگر دن کو پڑھا جانے والا کوئی وظیفہ رہ جائے تو اسے رات کو اور رات کو پڑھا جانے والا رہ جائے تو اسے دن کو پڑھا جا سکتا ہے۔

تیسرا یہ کہ وظائف چھوڑے نہ جائیں بلکہ لگاتار پڑھے جائیں کیونکہ ناغہ کرنے اور چھوڑ دینے سے ان کی تاثیر میں کمی آجاتی ہے۔

روزانہ نہاتے تھے

امام ابن سیرین نفیس طبیعت رکھتے اور صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ انسان صفائی کو پسند کرتا ہے، پانچوں نمازوں کے وقت وضو، جمعہ کا غسل یہ سب صفائی کا ذریعہ ہیں بعض لوگ جو وضو اور غسل سے پرہیز کرتے ہیں وہ صاف نہیں رہتے۔

اسلام کی بنیاد

لیکن اسلام کی بنیاد ہی صفائی پر ہے

حدیث شریف میں ہے

'' بنی الدين على النظافة ''

(اتحاف السادۃ المتقین ۲/ ۳۱۱)

ترجمہ: کہ دین کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے دل کی صفائی کرنا چاہیے یعنی اپنے آپ کو شرک وکفر وگمراہی اور غلط عقیدوں اور غلط خیالوں سے پاک کرنا، پھر حسد سے بغض اور کینہ سے دنیا کے حرص وہوس سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے۔ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں اس موضوع پر

یہ شعر کہا ہے

از گناہ دل را کنی گر تو جدا
لطف یابی بے حساب از خدا

یعنی اگر تم اپنے دل کو ہر ظاہری اور باطنی گناہ سے الگ رکھو، تو تم اللہ سے بے حساب رحمت پاؤ گے۔

امام صاحب اپنے باطن کو خلاف شریعت خیالات وحرکات سے پاک رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے ظاہر کو صاف ستھرا رکھتے۔

اس لیے آپ روزانہ غسل کرنے کو بھی اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ امام حماد، امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ

ان محمدا کان یغتسل کل یوم

ترجمہ: بے شک امام محمد بن سیرین روزانہ نہاتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۱۷۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/ ۲۰۳۔

وسواس

امام شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ، تقویٰ وطہارت کی اس حد تک فکر اور اس میں اس حد تک مبالغہ کرتے تھے کہ وسواس میں مبتلا ہو گئے اور وسواس سے مشہور ہو گئے۔ امام مہدی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن سیرین کو وضو کرتے دیکھا تو آپ اپنے پاؤں کو عضلہ یعنی اپنی پنڈلیوں کے اوپر کے حصہ تک دھوتے تھے۔ راقم ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ امام ابن سیرین کے اس عمل کو وسواس سے

تعبیر کرنے کی بجائے یہ کہا جائے کہ آپ وضو میں اس طرح کا مبالغہ اس لیے کرتے تھے تاکہ قیامت کے دن آپ کے اعضاء وہاں تک روشن ہوں جہاں تک وضو کا پانی پہنچے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔

انگوٹھی کا نقش

امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ انگوٹھی بھی پہنتے تھے مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ والی ایک انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشے سے زیادہ وزن کی نہ ہو پہننی جائز ہے۔ سونے کی جائز نہیں ہے البتہ عورتوں کے لیے چاندی کے علاوہ سونے کی انگوٹھیاں بھی جائز ہیں۔ جتنی انگوٹھیاں چاہیں پہن سکتی ہیں۔ امام قرہ بن خالد علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ

" کان نقش محمد بن سیرین کنیته ابو بکر ' ورایته یتختم فی الشمال"

ترجمہ: کہ امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش ان کی کنیت "ابو بکر" تھا اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

مسئلہ

اگر انگوٹھی کے نگ پر کچھ لکھا ہو یا اس میں کوئی تعویذ ہو تو بہتر ہے کہ بیت الخلاء میں جاتے ہوئے اسے اتار دیں ورنہ ایسی انگوٹھی استنجاء کے وقت اتار لیں بعد میں ہاتھ دھو کر پہن لیں۔

اپنا عقیقہ

بچوں کا عقیقہ مستحب ہے بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں روز عقیقہ کیا اور نام رکھا جاتا ہے لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کریں۔ اگر دو کی استطاعت و توفیق نہ ہو تو ایک بکرا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی اپنا یا کسی اور کا عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے مگر بہتر ہے کہ جو روز اس کی پیدائش کا روز ہو وہاں سے شمار کر کے ساتویں روز کرے۔

مثلاً ایک شخص کی پیدائش جمعرات کی ہے تو جمعرات سے دن شمار کریں گے تو بدھ کا روز ساتواں روز بنے گا۔ لہٰذا وہ جب بھی اپنا عقیقہ کرے بدھ کو کرے اور اگر دن معلوم نہ ہو تو کوئی بھی دن کر سکتے ہیں۔

امام محمد بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں امام ابن سیرین سے سنا ''عققت عن نفسی بختیة'' کہ میں نے اپنا عقیقہ بختیہ اونٹنی ذبح کر کے کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنا عقیقہ خود کر سکتے ہیں، عقیقہ میں بھیڑ اور بکری کے علاوہ گائے اور اونٹ بھی ذبح کر سکتے ہیں مگر گائے اور اونٹ میں سات بکرے تصور ہوں گے۔ اسی حساب سے کئی بچوں یا کئی ایک بڑوں کا عقیقہ کر سکتے ہیں اگر چاہیں تو ایک کی طرف سے پوری گائے یا پورا اونٹ بھی عقیقہ میں ذبح کر سکتے ہیں۔

جیسے امام ابن سیرین نے اپنی طرف سے پورا اونٹ عقیقہ میں ذبح کیا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۴۔

بختی اونٹ

بختی اونٹ عربی اونٹ کو کہتے ہیں اس کی مؤنث بختیہ ہے یہ لمبی گردن والے اونٹ ہوتے ہیں۔

(لسان العرب)

لباس

امام مہدی بن میمون فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین ، طیلسان (سبز چادر جس کو علماء و مشائخ استعمال کرتے ہیں) پہنتے اور سردیوں میں سفید چادر اوڑھنے اور سفید پگڑی اور قروہ (اونٹ کے بالوں سے تیار کردہ چادر) استعمال کرتے تھے۔

امام سلیمان بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن سیرین کو دیکھا آپ قیمتی لباس طیالس اور پگڑیاں استعمال فرماتے تھے امام یحییٰ بن خلیف کہتے ہیں کہ ہم سے امام ابوخلدہ نے بیان کیا کہ میں امام ابن سیرین کو دیکھا آپ نے سفید پگڑی باندھی ہوئی تھی اور اسکے شملے دو کندھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے اور میں نے انہیں دیکھا وہ بالوں کو پیلے رنگ سے رنگتے تھے۔ امام اشہب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے کتان (السی کا پودا جس سے کپڑے تیار ہوتے ہیں) کے کپڑے پہن رکھے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۴۔

سبق

اس میں ہمارے لیے ایک تو یہ سبق ہے کہ علماء دین کو اپنا لباس اور

اپنا رہن سہن ایسا صاف ستھرا اور معیاری رکھنا چاہیے کہ جس سے لوگوں کی نظروں میں دین کا وقار بلند ہو۔ دوسرا یہ کہ سفید پگڑی سنت ہے اگرچہ کسی اور رنگ کی بھی جائز ہے مگر سنت سفید ہی ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے کہ غیر سنت کے مقابلہ میں سنت کا ثواب زیادہ ہے۔

مونچھیں

حدیث شریف میں ہے

"قصوا الشوراب واعفوا اللحی"

ترجمہ: مونچھیں کاٹو اور داڑھیوں کو معاف کرو یعنی داڑھی نہ کاٹو۔

(مسند احمد ۲/۲۲۹)

ایک اور حدیث میں ہے

"احفوا الشوارب واعفوا اللحی"

(صحیح مسلم ۱/۱۲۹)

ترجمہ: مونچھیں کاٹو اور داڑھیوں کو معاف کرو یعنی داڑھیاں نہ منڈاؤ۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

وينبغي للرجل ان يأخذ من لحيته اذا طالت ومن اطراف لحيته ايضا وياخذ من شاربه حتى يصير كالحاجب.

(فتاوی قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ۶/۳۷۷)

ترجمہ: اور مرد کے لیے مناسب ہے کہ جب اس کی داڑھی (چار انگل یعنی

قبضہ سے بھر سے) لمبی ہو جائے تو بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ دے اور داڑھی کے اطراف (دائیں بائیں) سے بھی اس کے ساتھ برابر کرلے اور مونچھوں کو کاٹے۔ یہاں تک کہ وہ بھنوؤں کے برابر ہو جائیں۔

خضاب

بعض داڑھی منڈاتے والے داڑھی کے سفید بالوں سے گھبرانے کی وجہ سے داڑھی منڈاتے ہیں تاکہ لوگ ان کو "بابا" یا "بڑے میاں" نہ کہیں۔ تو ان سے گزارش ہے کہ وہ داڑھی چھوڑ دیں اور انکی سفیدی کو خضاب سے بدل دیں جس سے وہ جوان نظر آئیں گے اور داڑھی کی برکت سے چہرے کی کمزوریاں بھی چھپ جائیں گی۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

"والخضاب في غير حال الحرب لا باس به في الاصح"

(۶/۳۷۷)

ترجمہ: کہ جنگ کی حالت کے علاوہ بھی مرد کو صحیح ترین قول کے مطابق خضاب لگانا جائز ہے۔

مونچھوں کے بارے میں امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ملاحظہ ہو۔ امام معن بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ ہمیں امام محمد بن عمرو نے فرمایا

"رايت ابن سيرين يخضب بحناء وكتم ورايته لا يحفي شاربه"

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۴-۲۰۵

ترجمہ: کہ میں نے امام ابن سیرین کو دیکھا کہ وہ بالوں کی مہندی اور وسمہ لگاتے اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مونچھوں کے بال بالکل صاف نہیں کرتے تھے۔

مونچھوں کے بال بالکل صاف کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن سنت نہیں ہے۔ سنت یہ ہے کہ مونچھوں کے بال بھنوؤں کے بالوں کے برابر چھوٹے ہوں۔

سیدی امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے امام مالک علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھا ہے کہ امام مالک مونچھوں کے بالوں کو بالکل مونڈ دینے کو مثلہ قرار دیتے تھے یعنی ناجائز ٹھہراتے تھے۔ کیونکہ مثلہ ناجائز ہے اور مثلہ کے معنی انسانی صورت کو بدلنے کے ہیں گویا مونچھوں کے بالوں کا سنت کے مطابق بھنوؤں کے برابر ہونا، مردانہ صفت ہے اور ان کو بالکل صاف کرادینا زنانہ صفت سے مشابہت ہونے کی وجہ سے مثلہ ٹھہرے گا۔

وصیت

امام حمید الطویل فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین نے سوید کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کے لیے حبرہ (یمنی چادر) جوڑا تیار کیا جائے جس میں ان کو کفنایا جائے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۵۔

والدہ کا ادب

اسلام ہمیں ماں باپ کے ادب اور ان سے بھرپور محبت کرنے کا

حکم دیتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے

"وبالوالدین احسانا"

(بنی اسرائیل)

کہ ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرو

حضرت امام ابن سیرین اپنی والدہ کا کتنا ادب کرتے تھے اس سلسلے میں امام ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابن سیرین کی بہن بی بی حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے بھائی محمد بن سیرین کی والدہ حجازیہ عربیہ تھیں ان کو رنگدار کپڑے پسند تھے میرے بھائی محمد جب والدہ کے لیے کوئی کپڑا خریدا کرتے تو سب سے بڑھ کر ملائم کپڑا خریدتے تھے۔ تو جب عید کا موقعہ ہوتا تو والدہ کے لیے کپڑے رنگتے تھے۔ پھر فرماتی ہیں "وما رایت رافعا صوتہ علیھا کان اذا کلمھا کالمصغی الیھا"

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۵۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۲۳۔

یعنی امام ابن سیرین کو میں نے کبھی نہ دیکھا کہ وہ والدہ کے سامنے اپنی آواز بلند کرتے ہوں جب وہ والدہ سے بات کرتے تو اس قدر نیچی سے بات کرتے جیسے اس کے کان میں بات کرنے والے ہوں۔

بلاشبہ بہت سے بزرگوں کو بزرگی ان کی کسی بڑے عبادت

وریاضت سے نہیں صرف ماں باپ کا ادب کرنے کی وجہ سے ملی جیسے حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ مشہور ہے مولانا رومی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

از خدا خواہم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب

کہ ہم اللہ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں بے ادب (شیطان کو دیکھو کہ وہ) اللہ کے لطف وکرم سے محروم رہا۔

امام بکار بن محمد، امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب امام محمد بن سیرین اپنی والدہ کے پاس جاتے اگر اس وقت کوئی انہیں دیکھتا تو ان کو پہچان نہ سکتا اور نہ سمجھتا کہ یہ کوئی بیمار شخص ہے کیونکہ وہ اپنی والدہ کے سامنے آہستہ سے بات کرتے تھے۔

حرام کو حلال ٹھہرانا

امام ازھر، امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام محمد بن سیرین کے ہاں کسی شخص کی برائی بیان کی جاتی تو آپ اس کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیتے جو آپ کے علم میں ہوتیں۔ اور آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم نے آپ کی کچھ برائیاں کی ہیں (جو شرعاً حرام فعل تھا) آپ ہمارے لیے حلال کر دیں (یعنی معاف کر دیں) آپ نے فرمایا

"لا احل لکم شیئا حرمه الله"

کہ میں تمہارے لیے ایسی چیز کو حلال نہیں ٹھہرا سکتا جسے اللہ تعالیٰ

نے حرام ٹھہرایا ہو یعنی کسی مسلمان کی غیبت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حرام ٹھہرایا ہے۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۹۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۲۰۵۔
۳۔تاریخ دمشق ابن عساکر ۱۵/۲۱۹۔

غیبت کی تعریف

غیبت یہ ہے کہ کسی صحیح العقیدہ شخص کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کی جائے جب کہ اس میں وہ برائی پائی جائے اگر اس میں وہ برائی نہ پائی جائے تو اس کو بہتان کہتے ہیں۔ کسی مسلمان کی غیبت کرنا حرام اور گناہ اور بہتان لگانا اس سے زیادہ گناہ ہے۔

حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگوں نے میری غیبت کر کے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہذا تم اس سے معافی طلب کرو اور اس سے بخشش مانگو۔

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں غیبت کے بارے میں شعر کہا ہے۔

غیبت مسلم مکن کین است حرام
این چنیں ہست حکم رب انام

کہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو کیونکہ غیبت حرام ہے لوگوں کے رب کا قرآن میں یہی حکم ہے۔

دیانتداری سے کاروبار میں برکت

امام جعفر بن برقان، میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ

میں کوفے آیا اور میرا ارادہ کپڑا خریدنے کا تھا جب تو میں کوفے میں امام ابن سیرین کے پاس آیا تو میں نے ان سے کپڑا خریدا، جب آپ ایک قسم کا کپڑا مجھے دیدیتے تو مجھ سے پوچھتے کہ کیا آپ راضی ہیں؟ میں نے عرض کی ہاں میں راضی ہوں تو آپ یہ تین بار دھراتے، تو دو آدمیوں کو بلا کر میرے اور اپنے درمیان ہونے والے اس سودے پر ان کو گواہ بناتے اور وہ حجاج ظالم کے رائج کئے ہوئے سکے سے خرید وفروخت نہیں کرتے تھے جب میں نے ان کی دیانتداری اور پرہیزگاری دیکھی تو میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ میں کپڑا وغیرہ ان سے ہی خرید کروں گا۔ پھر مجھے جو چیز بھی ضرورت ہوتی اور وہ ان کے پاس ہوتی تو میں ان سے ہی خرید کرتا۔ یہاں تک کہ کپڑے اٹھانے کے جو لفافے ہوتے ہیں وہ بھی ان سے ہی خرید کرتا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۰۔ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۰۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۱۹۔

سبق

اس میں ہمارے لیے دوکانداروں ' کاروبار کرنے والوں کے لیے سبق ہے کہ اپنے معاملات ' لین دین وغیرہ سب دیانتداری سے کیا کریں جھوٹ سے ' دھوکہ سے ' چیزوں کو مہنگا بیچنے سے ' پرہیز کریں سچ بولیں اور دیانتداری کریں اور چیزوں کو سستا بیچیں تا کہ کم آمدنی والے بھائیوں کے لیے خریداری ممکن ہو کیونکہ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ انسانی ہمدردی اور بھائی چارے کا تقاضا ہے کہ چیزوں کی قیمتیں بہت کم سے کم نفع کے ساتھ

مقرر کی جائیں تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ضرورت کے مطابق خرید سکیں۔ اس صورت میں دوکانداروں کو بہت فائدہ ہوگا۔

راقم نے اس موضوع پر اپنی مثنوی قادری میں یہ شعر کہا ہے

گر تجارت پیشہ کردی تو اختیار
ارزاں فروشی نفع یابی بے شمار

یعنی اگر تم نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے تو چیزیں سستی بیچو، بے شمار نفع پاؤ گے۔

پانچ سو کھوٹے سکے

امام ابو کدینہ ' امام ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابن سیرین کے پاس کوئی کھوٹا سکہ اتفاق سے آجاتا یا کوئی دھوکہ سے آپ کو کھوٹا سکہ دے جاتا تو آپ اس کا نقصان خود اٹھا لیتے اس کھوٹے کو اپنے پاس ہی رکھ لیتے۔ کسی اور کا دھوکہ کسی اور کو نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے پاس پانچ سو کھوٹے سکے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۰ ۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۰۰

اسی کا نام اسلام ہے کہ مسلمان وہ ہے جو کسی کو ہاتھ سے اور زبان سے تکلیف نہ دے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دے البتہ اسلام کے دشمنوں کافروں کا جنگ کی حالت میں دھوکہ دینا جائز ہے۔ حالت جنگ کے علاوہ کافر کو بھی دھوکہ دینا جائز نہیں جو لوگ دھوکہ سے مال کماتے ہیں ان کے مال میں کبھی برکت نہیں ہوتی اور دھوکہ سے کمایا ہوا مال دوسرے طریقہ سے ضائع ہو جاتا

ہے لہذا کبھی بھی جھوٹ سے، دھوکہ سے، چوری سے کوئی چیز حاصل نہ کریں۔

ایک ضروری مسئلہ

یہاں ایک ضروری مسئلہ ہے جس کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیے وہ یہ کہ اگر خدانخواستہ کسی کا مال دھوکہ سے کبھی لیا یا چوری سے لیا تو اگر اسے واپس کرنا ممکن ہو تو واپس کریں ضروری نہیں کہ اسے یہ کہہ کر واپس کریں کہ آپ اسی کا مال واپس کر رہے ہیں بلکہ آپ اس کو تحفہ یا ہدیہ یا گفٹ کہہ کر واپس کر سکتے ہیں اور اگر واپس کرنے کی ہمت وطاقت نہیں تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ یا اللہ میں نے اب کسی کے ساتھ دھوکہ کرنے اور چوری کرنے سے توبہ کرلی ہے اور حق والوں کا حق واپس کرنا میرے بس میں نہیں ہے تو قیامت کے دن حق والوں کو اپنی طرف سے ثواب واجر دے کر ان کو مجھ سے راضی کر دینا۔ اور اگر جس کا حق آپ کو ذمہ ہے وہ دنیا میں نہیں رہا اگر اس کا بیٹا بیٹی یا بیوی ہو تو وراثت کے حساب سے ہر ایک کو اس کا حصہ گفٹ کر کے دیدیں جب کہ ایسا کرنا ممکن ہو ورنہ اسی قدر مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں یہ نیت کر کے کہ اس کا ثواب صاحب حق کو ملے۔

راقم نے اس موضوع پر اپنی مثنوی قادری میں یہ شعر کہا ہے

گر خلاف حق گرفتی مال کس
کفارہ او توبہ وتحفہ ہست بس

یعنی اگر تم نے ناحق کسی کا مال لے لیا تو اس کا کفارہ توبہ اور اسے تحفہ کی صورت میں مال واپس کرنا کافی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب

اصلی مال کا واپس کرنا ممکن نہ ہو مشکل ہو تو اسے بتائے بغیر اس کا حق تحفہ کی صورت میں واپس کردیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ بھی کریں۔

وصیت امام ابن سیرین

امام عبدالوہاب بن عطاء سے مروی ہے کہ ہمیں امام ابن عون نے بتایا کہ امام محمد بن سیرین نے اپنے گھر والوں اور بیٹوں کو جو وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ

(۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں

(۲) آپس میں الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد رکھیں

(۳) اگر وہ اپنے آپ کو مومن ومسلمان سمجھتے ہیں تو ہر بات میں ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں اور انہیں وہی وصیت فرمائی جو حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمائی تھی۔ وہ یہ ہے

"یا بنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون"

(البقرۃ ۱۳۲)

ترجمہ: اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے دین (اسلام) کو چن لیا تو اس پر ہی مرنا۔

اور محمد بن سیرین نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی بھی وصیت فرمائی کہ جو لوگ دین کے انصار ومددگار ہیں دین کا کام کر رہے ہیں تم ان کے

ساتھ بھائی چارہ رکھنا اور ان کے خادم بن جانا اور یہ کہ پرہیزگاری اور پاکدامنی اور قول وفعل میں سچائی اپنانا کیونکہ پرہیزگاری' پاکدامنی اور سچائی سب سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والی اور آخرت کے کام آنے والیاں خوبیاں ہیں کیونکہ ان صفات اور خوبیوں کے ذریعے انسان کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ہوگی لیکن اس کے برعکس زنا' بدکاری' چوری' جھوٹ وغیرہ جس قدر بھی برے کام ہیں ان سے دنیا میں رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی رسوائی ہوتی ہے ہر صورت میں ان سے بچنا۔

ا۔سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۲۱۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/ ۲۰۵۔
۳۔تاریخ ابن عساکر ۱۵/ ۲۲۸۔

قرض کی آدائیگی

امام محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمیں امام بکار بن محمد سرینی نے کہا انہیں ان کے باپ نے اپنے باپ امام عبداللہ بن محمد بن سیرین سے سوال کیا کہ جب میرے والد امام محمد بن سیرین کو اپنے قرض کی بڑی فکر تھی اور یہ قرض تیس ہزار درہم تھا تو میں نے اپنے والد سے عرض کی کہ آپ قرض کی فکر نہ کریں میں آپ کا بیٹا ہوں آپ کا قرض میرے ذمہ ہوگیا وہ میں ادا کروں گا۔

''قال لی بالوفاء''؟ فرمایا واقعی تم عہد پورا کرو گے؟ میں نے عرض کی ''بالوفاء'' ضرور میں یہ عہد پورا کروں گا قرض ادا کروں گا۔

''فدعالی بالخیر'' تو میرے والد محترم نے میرے لیے دعا

فرمائی۔ تو آپ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ کی طرف سے قرض تیس ہزار درہم فوراً ادا کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کے قرض کے اتارنے' والد کو خوش کرنے اور ان کی مدد کرکے ان کی نیک دعا لینے کی برکت سے ان کے بیٹے عبداللہ کے کاروبار میں اسقدر برکت اور ترقی دی کہ ان کے والد امام محمد بن سیرین کے انتقال کرنے سے پہلے ان کے مال کی جس میں برکت ہوئی مالیت کا اندازہ لگایا تو وہ تین لاکھ درہم تھے۔

''قومنا ماله ثلاث مئة الف درهم او نحوها''

ا۔سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۲۱۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/ ۲۰۵۔

سبق

اس واقعہ سے ہمیں جو سب سے بڑا اور اہم سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ کو خوش کرنا' ان پر مال خرچ کرکے ان کی دعائیں لینا، دین اور دنیا کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

راقم نے اس موضوع پر اپنی مثنوی قادری میں شعر کہا ہے

گر تو خواہی برکت دنیا ودیں
خدمت مادر پدر لازم گزیں

یعنی اگر تم دنیا اور دین کی برکت چاہتے ہو تو ضرور اپنے ماں باپ کی خدمت اور مدد کو اختیار کرلو۔

بعض بچے اپنی نادانی سے ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن سے ان کے ماں باپ کو تکلیف پہنچتی ہے اور بعض بچے اپنی خداداد صلاحیتوں کو کام میں نہ

لاکر کما کر اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کرتے سستی کرتے ہیں محنت نہیں کرتے۔ بلکہ الٹا اپنے ماں باپ پر بوجھ بنے رہتے ہیں ان کے لیے بھی سبق ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو کام میں لائیں اور ان صلاحیتوں کے ذریعے کمائی کریں جس سے اپنے ماں باپ کی مدد کریں۔

امام محمد بن سیرین کا کفن

امام ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن سیرین کے کفن شریف کو دیکھا جب انہیں کفن دیا گیا تو آپ کے کفن میں قمیص بھی شامل تھی۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۱۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۲۰۵۔

یہی امام سختیانی فرماتے ہیں امام محمد بن سیرین نے حکم دیا کہ میت کی قمیص کی آستینیں بنائی جائیں اور اسے بٹن بھی لگائے جائیں۔

''انه کان یامر ان یجعل لقمیص المیت ازرار ویکف''

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۱۔ ۲۔طبقات ابن سعد ۷/۲۰۶۔

وفات

امام محمد بن سیرین کی وفات امام حسن بصری کی وفات سے ایک سو دن بعد ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ امام خالد بن خراش کہتے ہیں کہ ہمیں امام حماد بن زید نے بتایا کہ امام محمد بن سیرین کی وفات ۱۱۰ھ ۹ شوال کو ہوئی۔

عجیب معاہدہ

امام ابو صالح کاتب اللیث نے بیان کیا کہ انہیں امام یحیی بن ایوب نے بتایا کہ دو شخصوں نے ایک دوسرے کو بھائی بنایا اور آپس میں معاہدہ کیا کہ اگر ان میں سے ایک کا پہلے انتقال ہوا تو جو اسے مرنے کے بعد پیش آیا وہ اپنے بھائی کو آکر بتائے گا تو ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو دوسرے نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے باتیں کیں اور اس سے امام حسن بصری کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو جنت میں فرشتہ ہے جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا کہ امام ابن سیرین؟ اس نے کہا کہ وہ جو چاہتے ہیں (شرع کے دائرے میں رہتے ہوئے) کرتے ہیں ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اس نے پوچھا کہ امام حسن بصری نے یہ بلند درجہ کیسے پایا؟ اس نے جواب دیا کہ بہت ہی خدا خوفی اور آخرت کی بہت ہی فکر کرنے کی وجہ سے۔

۱۔سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۲۔ ۲۔تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۳۰۔

سبق

یہاں ایک یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالی کے اولیاء کو مرنے کے بعد اس بات کا اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا والوں سے خواب میں ملاقاتیں کریں اور ان کی مدد کریں۔

اور دوسرا سبق ہمیں یہاں سے یہ ملتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی سے اللہ تعالی کی طرف سے اس قدر مطمئن اور پر امید ہوتے ہیں کہ بعض اوقات وہ

دنیا میں رہتے ہوئے اگلی اخروی زندگی اور برزخی زندگی میں ان پر اللہ تعالیٰ کے ہونے والے انعام واکرام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے اختیارات سے پہلے ہی آگاہ و باخبر ہوجاتے ہیں۔

تیسرا یہ سبق ملتا ہے کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد دوسروں کے حال واحوال سے بھی باخبر ہوتے ہیں۔

اولیاء کرام کو دنیاوی و برزخی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے اختیارات عطا ہوتے ہیں اس قدر بڑے کہ وہاں تک ہمارا وہم وگمان بھی نہ پہنچے۔

چنانچہ مولانا استاذ رومی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

اولیاء راهست قدرت ازاله

ترجته بازگردانند زراه

کہ اولیاء اللہ کو اللہ کی طرف سے وہ طاقت وقدرت عطا ہوتی ہے کہ وہ چھوٹا ہوا تیر بھی واپس پھیر سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری وابن سیرین کا مقام

اہل علم کی ایک جماعت نے امام محاربی سے سنا انہوں نے کہا کہ ہمیں حجاج بن دینار نے بتایا کہ حکم بن جحل، امام ابن سیرین کے دوست تھے۔ امام ابن سیرین کی وفات پر وہ اس پر قدر غمزدہ ہوئے کہ بیمار ہو گئے اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے تھے پھر حکم بن جحل نے بتایا کہ میں نے امام ابن سیرین کو خواب میں دیکھا تو انہیں میں نے اس حالت میں دیکھا کہ مجھے خوشی

ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ امام حسن بصری کا کیا حال ہے؟ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ وہ مجھ سے ستر درجہ اوپر بلند مقام پر اٹھائے گئے، میں نے پوچھا امام حسن بصری نے یہ مرتبہ کیونکر پایا؟ حالانکہ ہم سمجھتے تھے کہ آپ ان سے بڑے درجہ والے ہیں فرمایا کہ امام حسن بصری نے یہ بلند درجہ اس لیے پایا کہ وہ آخرت کی بہت ہی فکر میں رہتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۲۔ ۲۔ تاریخ ابن عساکر ۱۵/۲۳۰۔

۳۔ تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۱۵/۲۳۰۔

امام اوزاعی

امام یحیی بن ابی کثیر نے امام اوزاعی علیہ الرحمۃ کی اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ وہ امام ابن سیرین کی ملاقات کے لیے بصرہ جائیں تو امام اوزاعی ان سے ملنے بصرہ پہنچے تو انہیں مرض الموت میں پایا یعنی مرنے کے قریب تھے تو امام اوزاعی نے ان کی طبیعت پوچھی مگر امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے ان کی بات نہ سنی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی عنہ

امام ابن سیرین کی والدہ ماجدہ کا نام ''صفیہ'' ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لونڈی (خدمت گذار) تھیں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۲۲۔

ختم شد بر مکان عزیزم شوکت علی قادری

جہانس برگ جنوبی افریقہ مورخہ ۹۹۔۹۔۱۳ بوقت گیارہ بجے شب۔

حضرت امام ابوالعالیہ

رضی اللہ عنہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

فہرست امام ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ

امام ابو العالیہ (رضی اللہ عنہ)

نام

آپ کا نام "رفیع بن مہران" اور کنیت "ابو العالیہ" ہے۔ امام ابو العالیہ قرآن کریم کے حافظ و قاری اور فن قراءۃ کے امام تھے۔ آپ مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بصرہ کے تھے۔ آپ "ریاحی" بھی کہلاتے ہیں کیونکہ قبیلہ بنی ریاح بن یربوع کی ایک عورت کے پھر بنی تمیم کی ایک عورت کے غلام رہے تھے۔

اسلام

آپ نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا اس وقت آپ نوجوان تھے مگر اسلام لانے کی سعادت حاصل نہ کر سکے لیکن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں ایمان لائے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر بھی ہوتے تھے۔

علم حدیث

آپ نے علم حدیث حضرت عمر و حضرت علی و حضرت اُبی و حضرت ابو ذر و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت عائشہ و حضرت ابو موسیٰ اشعری و حضرت ابو ایوب انصاری و حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔

(طبقات ابن سعد ۱۱۲/۷ سیر اعلام النبلاء ۲۰۷/۴۔ شذرات الذہب ۱۰۲/۱)

علم قرآن :

حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم حفظ کیا اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قراءۃ قرآن کی خصوصی مہارت حاصل کی۔ حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین بار قرآن پڑھا۔ (ابن عساکر ۱۳۴/۶)

مسند تدریس پر جلوہ افروزی

امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث میں مکمل عبور حاصل کرنے کے بعد مسند تدریس پر جلوہ فروز ہوئے کیونکہ قرآن و حدیث کے علم کا پڑھنا اور پڑھانا اور اس علم کو فروغ دینا افضل عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" (سنن ابن ماجہ ص ۲۱) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مُعَلِّم بنا کر بھیجا ہے۔ اور فرمایا "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ" (سنن ابن ماجہ ص ۱۹) کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے۔ اس لئے امام ابو العالیہ نے اسی کام کو ترجیح دی۔ "وَتَصَدَّرَ لِاِفَادَۃِ الْعِلْمِ وَبَعُدَ صِیْتُہٗ" کہ آپ نے لوگوں کو علم کا فائدہ پہنچانے کا کام شروع کر دیا حتیٰ کہ دور دور تک آپکا چرچا ہونے لگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے دس سال کے بعد قرآن کریم حفظ کیا اور

تدریس کے علوم پر عبور حاصل کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۰۷/۴۔ ابن سعد ۱۱۳/۱)

آپ کے شاگردان رشید:

آپ سے امام ابو عمرو بن العلاء تمیمی، شعیب بن الحبحاب وغیرہم بے شمار اکابرین نے قرآن وسنت کا علم حاصل کیا۔

احترام علماء:

بصرہ کے دار الحکومت (گورنر ہاؤس) میں حکمران کے بیٹھنے کا ایک تخت تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کے گورنر تھے اور آپ وہاں تشریف رکھتے اور قریش کے اکابرین کے ساتھ مختلف معاملات کے بارے وہاں مشورے فرماتے تھے۔ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملنے وہاں تشریف لے جاتے تو حضرت عبداللہ بن عباس ان کو اس تخت کے اوپر بٹھاتے اور قریش کے لوگوں کو نیچے بٹھاتے تو حضرت امام ابو العالیہ کی اس تعظیم وتکریم اور احترام کو دیکھ کر قریش آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں سے اشارے کرتے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم قریش کے سردار، خاندانی اور مالدار لوگ ہیں۔ اور یہ ابو العالیہ ایک غلام تھے پھر عالم بن گئے ہمارے مقابلہ میں یہ کیا چیز ہیں کہ ابن عباس ہمیں تو نیچے بٹھاتے ہیں اور ان کو تخت پر۔

علم کی شان:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا مطلب سمجھ لیا اور ایک روز فرمایا کہ۔ ''هٰكَذَا الْعِلْمُ يَزِيْدُ الشَّرِيْفَ شَرَفاً وَيُجْلِسُ الْمَمْلُوْكَ عَلَى الْأَسِرَّةِ'' (ترجمہ) علم کی یہی شان ہے کہ شریفوں کے شرف کو زیادہ کرتا اور غلاموں کو بادشاہوں کے تختوں پر بٹھاتا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر ۱۳۵/۶۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰۸/۴)

قرآن کے سب سے بڑے عالم

امام ابو بکر بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت ابو العالیہ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم نہ تھا اور امام حافظ ابو زرعہ وامام حافظ ابو حاتم رحمہما اللہ نے امام ابو العالیہ کو ثقہ ومعتبر قرار دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۰۷/۴۔)

ابو ذر غفاری کے ساتھی:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ صحابہ رسول اللہ ﷺ میں علم وتقویٰ اور زہد وقناعت میں کمال شہرت رکھتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ انسان کو روزمرہ کی اپنی ضرورت کے سوا باقی دولت جمع کرنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ آپ ضرورت سے زائد دولت کے جمع کرنے کو حرام وناجائز ٹھہراتے تھے۔ سیدنا ابو العالیہ بھی کمال کے عالم، عابد، متقی اور زاہد تھے اور یہ دراصل حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی صحبت کا ہی فیضان تھا جو

حضرت امام ابو العالیہ کو حاصل ہوا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں "کُنْتُ بِالشَّام مَعَ اَبِیْ ذَرٍّ" کہ میں ملک شام میں حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہا یعنی ان سے علم و عمل کی برکتیں پائیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۰۷)

روزانہ پھر ہفتہ میں ختم قرآن:

امام ابو خلدہ خالد بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو العالیہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم مملوک و غلام ہوا کرتے تھے اور ہم میں سے کچھ غلام محنت و مزدوری کر کے اپنے مالکوں کو ٹیکس ادا کرتے اور کچھ اپنے مالکوں کی خدمات میں مصروف رہتے اس کے باوجود ہم ہر رات کو قرآن کا ایک ختم کرتے تھے تو ہم تھک جاتے تھے حتی کہ ہم ایک دوسرے سے اپنی تکلیف و مشقت اور تھکاوٹ کی شکایت کرتے تھے اس دوران ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور ان سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے ہمیں اس بات کی تعلیم و تلقین فرمائی کہ ہم ہر رات کی بجائے ہر جمعہ کو ہی قرآن ختم کیا کریں چنانچہ ہم نے ایسا ہی کرنا شروع کیا تو اس سے ہمیں آرام ملا کہ ہم آرام سے نمازیں پڑھتے قرآن کی تلاوت کرتے اور نیند بھی کرتے اور ہمیں کوئی تکلیف اور تھکاوٹ بھی نہ ہوتی تھی۔

(طبقات ابن سعد ۷/ ۱۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۰۷)

حضرت حسن بصری کا مشن

امام ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو العالیہ کے سامنے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر چلا آپ نے فرمایا کہ حسن بصری ایک سچا مسلمان ہے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس کا مشن ہے اور ہم نے تو اسلام کے دامن میں بھلائی اس زمانہ میں پائی اور علم حاصل کیا جب حسن بصری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتا جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے تو آپ مجھے تخت گورنر پر اپنے ساتھ بٹھاتے اور امراء قریش نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

امام ابراہیم نخعی مشابہ ترین شخصیت

امام جریر، مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ بصرہ کے باشندوں میں سے امام ابو العالیہ ہی ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۰۷)

نماز کی اہمیت:

امام ابو جعفر رازی علیہ الرحمۃ، امام ربیع بن انس علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابو العالیہ نے انہیں بتایا کہ میں حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے کسی بزرگ کے پاس کئی دن کا سفر کر کے جاتا تو میں اس سے

حدیث کا علم حاصل کرنے سے پہلے یہ دیکھتا کہ وہ نماز کے معاملہ میں کیسے ہیں اگر وہ نماز کے پابند ہوتے اور نماز کو اچھی طرح اور خوبصورتی سے ادا کرتے تو میں وہاں ٹھہر جاتا اور ان سے حدیث سیکھتا اور اگر میں انہیں نماز کے معاملہ میں بے پرواپاتا اور دیکھتا کہ وہ نمازوں کو ضائع کرتے ہیں تو میں وہاں سے چلا جاتا اور ان سے حدیث نہ سیکھتا اور کہتا کہ جو نماز کے بارے میں بے پروائی کرتا ہے وہ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام معاملات میں زیادہ بے پرواہوگا لہٰذا ایسے شخص کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۰۷۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۲۰)

امن پسندی

حضرت ابو العالیہ امن پسند تھے کسی مسلمان سے لڑنا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ حدیث پاک میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ حَمَلَ السِّلَاحَ عَلَيْنَا فَلَيْسَ مِنَّا" کہ جس نے ہم (مسلمانوں) پر ہتھیار اٹھایا تو وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو العالیہ نے فرمایا کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہو رہی تھی میں جوان تھا۔ مجھے اللہ کی راہ میں لڑنا لذیذ کھانے سے بھی زیادہ پسند تھا میں نے بھی ان دونوں کے درمیان لڑائی میں کسی ایک کی طرف ہو کر لڑنے کی خوب تیاری کی یہاں تک کہ میں ان کے ہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں فریق اور فوجیں لڑنے کے لئے صف باندھے کھڑی ہیں دونوں صفیں حد نگاہ تک

لمبی ہیں۔ میں نے وہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ جب ایک فریق کی فوج کے لوگ نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں تو دوسری طرف کے بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں اور جب ایک فریق کی فوج نعرہ تہلیل (لا الہ الا اللہ) بلند کرتی ہے تو دوسری فوج بھی نعرہ تہلیل بلند کرتی ہے تو میں یہ کہہ کر واپس آ گیا کہ میں ان دو فریقوں میں سے کس فریق کو کافر ٹھہرا کر اس سے لڑوں؟ اور یہ کہ مجھے ان سے لڑنے پر کس نے مجبور کیا ہے؟

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۰۷۔ طبقات ابن سعد ۷/۱۱۴)

خطائے اجتہادی:

یاد رہے کہ حضرت علی مرتضیٰ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی اس کا بنیادی سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے کا مسئلہ تھا۔ حضرت معاویہ، حضرت علی کو اپنے زمانہ میں خلافت کا زیادہ حقدار جانتے اور ان کے علم و فضل کا کھلا اعتراف کرتے تھے مگر ان کا مطالبہ تھا کہ وہ پہلے قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قصاص لیں اس کے بعد وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ وہ پہلے بیعت کریں تاکہ ان کی خلافت میں قوت و استحکام آئے پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے نمٹا جائے مگر حضرت معاویہ یہ بات نہیں مانتے تھے اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خلیفہ برحق کی بغاوت کا مرتکب قرار دے کر ان سے اعلان جنگ کیا اور یوں دونوں کے درمیان جنگ ہو گئی اہلسنت کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے اور علماء اہلسنت

اس غلطی کو ان کی خطا اجتہادی قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور مجتہد کو خطا کا ایک ثواب ملتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مجتہد ہونا صحیح بخاری کی اس حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ امام بخاری نے مناقب صحابہ میں حضرت معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے حدیث روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ حضرت معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ''اِنَّهٗ فَقِيْهٌ'' وہ مجتہد ہیں۔

(صحیح البخاری ۱/۱۵)

اس جنگ میں صحابہ و تابعین کا ایک گروہ ایسا تھا جو اس بات میں شک و شبہ کی وجہ سے کہ حق پر کون ہے لڑائی میں کسی کا بھی ساتھ نہیں دے رہا تھا ان میں سے حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ہجوم سے نفرت

حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ خلوت و تنہائی پسند تھے انہیں ہجوم سے نفرت تھی وہ اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ کثیر تعداد میں انہیں گھیرے رہیں ہاں تدریس و تعلیم کے لئے تو آپ طلباء کے ہجوم سے نہیں گھبراتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کے دین کی درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کرنا ان کا مشن تھا پھر آپ ﷺ نے تو طالب علموں کو جو قرآن و سنت اور دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اپنا مہمان ٹھہرایا ہے۔ للہٰذا دین سیکھنے اور سکھانے والے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقرب (خاص

قرب والے) ہیں البتہ عوام کے ہجوم کو پسند نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ امام عاصم رضی اللہ فرماتے ہیں

''كَانَ اَبُوْ الْعَالِيَةِ اِذَاجَلَسَ اِلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْ اَرْبَعَةٍ قَامَ فَتَرَكَهُمْ''

کہ حضرت ابو العالیہ کے پاس جب چار سے زیادہ لوگ بیٹھتے تو آپ انہیں چھوڑ کر وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۰۷۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۱۸)

زبانوں پر جھوٹ

حضرت ابو العالیہ وعظ میں لوگوں سے فرماتے تھے کہ ''اَنْتُمْ اَكْثَرُ صَلٰوةً وَصِيَامًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَلٰكِنَّ الْكَذِبَ قَدْ جَرٰى عَلٰى اَلْسِنَتِكُمْ'' (سیر اعلام النبلاء ۴/۲۰۷۔ صحیح البخاری ۲/۱۱۲۵)

کہ تم نماز اور روزے میں اپنے سے پہلے لوگوں سے بڑھ کر ہو لیکن تمہاری زبانوں پر جھوٹ جاری ہو چکا ہے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ امام ابو العالیہ کا وعظ عوام کی اصلاح و فلاح پر مبنی ہوتا تھا اسی طرح ضروری ہے کہ علماء دین اپنے وعظ سے عوام کی اصلاح کیا کریں کیونکہ عوام کی تربیت اور ان کی اصلاح کرنا حکمرانوں اور علماء دین کے ذمہ ہے اگر عوام تربیت یافتہ اور اچھے اخلاق و کردار والے ہوں گے تو حکومت کسی مشقت اور کسی روک ٹوک کے بغیر آسانی اور آرام و اطمینان سے ملک کا نظام چلائیگی اور علماء دین سکون کے ساتھ اور عوام کی بھر پور تائید و حمایت اور

تعاون سے دین کا کام کرسکیں گے۔

جھوٹ سب سے بڑی برائی

نیز حضرت امام ابو العالیہ کے زمانہ کے لوگوں میں جھوٹ کے علاوہ اور بھی کئی ایک خرابیاں پائی جاتی ہوں گی لیکن آپ ان خرابیوں کا ذکر کرنے کی جائے جھوٹ کا ہی ذکر فرماتے اور عوام کو جھوٹ سے بچنے کی بہت ہی تلقین فرماتے ہیں اس لئے کہ جھوٹ ''اُمُّ الْقَبَائِحِ'' ہے یعنی تمام خرابیوں کی جڑ۔ اگر کوئی جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور فیصلہ کرلے کہ وہ آئندہ جھوٹ سے دور رہیگا جھوٹ نہیں بولے گا اور اس پر عمل شروع کردے وہ یقیناً تمام برائیوں سے محفوظ ہو کر اللہ کا ولی ہو جائیگا۔

چنانچہ راقم نے اپنی مثنوی قادری میں یہ شعر کہا

ترک کن کذب رائے عزیز

تا شوی از زمرۂ اہل تمیز

ترجمہ: اے عزیز (پیارے بھائی) جھوٹ کو بالکل چھوڑ دو تاکہ تم حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے والے گروہ سے ہو جاؤ یعنی اولیاء اللہ میں سے ہو جاؤ۔

جب انسان جھوٹ کو چھوڑنے کا ارادہ کریگا تو وہ پہلے ہر برائی کو چھوڑنے کا فیصلہ کرے گا کیونکہ انسان اپنی برائی کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے تاکہ اسکی برائی ظاہر نہ ہو کیونکہ برائی کے ظاہر ہو جانے سے اپنی بے عزتی اور دوسری مصیبتوں کے پیش آنے کا ڈر ہوتا ہے جن سے بچنے کے لئے وہ

جھوٹ بولتا ہے۔ لہٰذا جھوٹ سے توبہ کرنے والے کو ساتھ ہی تمام برائیوں سے توبہ کرنا ہوگی اور توبہ ولایت کا پہلا درجہ ہے۔

یہاں سے عرفان و معرفت خداوندی کا راستہ شروع ہوتا ہے یعنی توبہ۔ بلاشبہ توبہ سلوک وطریقت کا پہلا قدم ہے جب انسان جھوٹ اور دیگر برائیوں سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ طریقت و معرفت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے اس کے بعد جب نیک عمل کرے گا فرائض وواجبات اور مؤکدہ سنتوں کی پابندی کریگا تو اللہ کے قرب کی منزل طے کرنا شروع کردیگا۔ ایک وقت آجائیگا کہ اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کریگی اور ضرور کریگی کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

جب بندہ میری طرف ایک بالشت چلتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ چلتا ہوں اور جب بندہ میری طرف ایک ہاتھ چلتا ہے میں اسکی طرف ایک قدم چلتا ہوں اور جب بندہ میری طرف ایک قدم چلتا ہے تو میں بھاگ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۰۷۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۱۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام برائیوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

کمال شوق وکمال خلوص:

ہر اچھا کام کامل شوق سے کرنا چاہئے اور پورے اخلاص سے لیکن علم تو ایک ایسی دولت ہے جسے انتہائی شوق اور انتہائی خلوص محبت سے حاصل کرنا

چاہئے حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کا کمال شوق بھی بے مثال تھا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں "تَعَلَّمْتُ الكِتَابَةَ وَالْقُرْآنَ فَمَا شَعَرَ بِیْ اَهْلِیْ وَلَا رُئِیَ فِیْ ثَوْبِیْ مِدَادٌ قَطُّ"

کہ میں نے لکھنا سیکھا اور قرآن کا علم سیکھا تو میرے گھر والوں کو اس کی خبر تک نہ ہوئی اور میرے کپڑے پر کبھی بھی سیاہی لگی ہوئی نہیں دیکھی گئی۔

راقم کا شوق

راقم ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسی طرح علم کا شوق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا' میرے ماں باپ ان پڑھ تھے بلکہ میرے خاندان میں کوئی بھی تعلیم یافتہ نہ تھا۔ میں چار پانچ سال کا ہوں گا کہ مجھے علم کا شوق ہو گیا ہمارے گھر والوں کے قریب ہی ایک عالم تھے جن کا اسم گرامی غلام نبی تھا انہوں نے اپنے گھر پر بچوں کو قرآن پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ میں نے وہاں جانا شروع کیا اور تھوڑے سے عرصہ میں غالباً چھ ماہ میں ناظرہ قرآن کریم ختم کر گیا۔ پھر والد صاحب سے کہا کہ مجھے سکول داخل کرائیں چنانچہ ہمارے گھر سے پانچ چھ کلو میٹر پر غنیاری نامی بستی میں ایک پرائمری سکول تھا میرے والد صاحب نے مجھے وہاں داخل کیا مجھے آج تک بس یاد ہے کہ صبح اکیلا جاتا اور پھر اکیلا پڑھ کر آتا میری عمر بس چھ سات سال کی ہو گی اور کبھی ناغہ نہیں کرتا تھا مجھے والد صاحب بکریاں چرانے بھیج دیتے مگر میں اپنی بکریاں اپنے چچا زاد بھائی جو اپنی

بکریاں چراتے تھے کے حوالے کر کے سکول بھاگ جاتا۔ اسی طرح شوق نے میری دستگیری کی کہ میں گھر سے دور مدرسہ میں جا داخل ہوا اور وہاں رہنے لگا۔ میری امی میرے لئے روتی تھی مگر مجھے پڑھائی کے سوا کوئی چیز اچھی نہیں لگتی تھی۔ نہ کھانے کا شوق تھا نہ کھیلنے کا نہ کپڑوں کا نہ کسی کی شادی اور غمی میں شامل ہونے نہ کسی سے کوئی دوستی اور نہ دشمنی بس کتاب ہوتی قلم دوات اور کاپی پڑھنا اور لکھنا۔

ایک ولی کی زیارت

مجھے یاد ہے کہ اوچ شریف کے قریب گھر سے پندرہ بیس میل دور موضع سکس میں ایک دار العلوم میں زیر تعلیم تھا۔ میرے ایک کلاس فیلو نے مجھے اپنے گھر بلایا تھا سخت دھوپ میں اس کے گھر جا رہا تھا راستہ میں ایک ضعیف العمر سفید ریش بزرگ ملے یہ ایک بیابان سا تھا جہاں بزرگ ملے مجھے فرمایا بیٹے مجھے سخت پیاس لگی ہے' کہیں سے دوڑ کر پانی لاؤ مجھے انہوں نے ایک خالی لوٹا دیا میں نے دوڑ لگا دی تقریباً دو کلو میٹر فاصلہ پر ایک کنواں تھا وہاں سے پانی لے کر واپس آگیا اس بزرگ کو پیش کیا تو انہوں نے سر پر دست شفقت رکھا اور دعائیں دیں اس کے بعد اس شوق میں اور اضافہ ہو گیا۔

ایک اور بزرگ

میں گھر سے سو ڈیڑھ سو کلو میٹر دور جمال دین والی تحصیل صادق آباد میں ایک مدرسہ میں پڑھتا تھا وہاں خواب میں ایک اور بزرگ کی زیارت ہوئی جنہوں نے مجھے خواب میں سینے سے لگایا اور میں نے ان کے سینے سے نور نکلتے

اور اپنے سینے میں داخل ہوتے دیکھا صبح کو بیداری میں انہیں ایک دوست کے ہاں تشریف فرما دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھے نور عطا فرمایا یہ بیداری میں ان سے پہلی ملاقات تھی۔ پوچھنے پر دوست نے بتایا کہ یہ حضرت شیخ غلام رسول قادری ہیں ان کی عمر ستر اسی برس کے درمیان ہوگی پھر مجھے ان سے عقیدت ہوگئی میں سبق پڑھ کر کبھی کبھی شام کو ان کی زیارت کو جایا کرتا وہ وہاں سے تین چار کلو میٹر کے فاصلہ پر تھے ان کے نور دینے کا اثر یہ ہوا کہ میں جس کتاب کو پڑھتا ایسے لگتا کہ یہ میری پڑھی ہوئی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

ایک بار خواب میں حضرت غزالی زماں قبلہ علامہ امام احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کی زیارت ہوئی اسوقت میری عمر غالباً 16 سال ہوگی اور میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء قبلہ مولانا غلام جہانیاں صاحب علیہ الرحمۃ سے قطبی، شرح جامی، شرح وقایہ میبذی پڑھتا تھا۔ آپ نے اپنی پگڑی شریف اتار کر میرے سر پر رکھی اور مجھے فرمایا ہم نے آپ کو پڑھا دیا۔ پھر آنکھ کھل گئی میں نے استاذ العلماء کو یہ خواب سنایا آپ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو حضرت کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ کی شکل میں آپ کو پڑھا گئے۔ اس خواب کی برکت یہ ہوئی کہ اوپر کی کلاس کے طلبہ بھی مجھ سے سبق یاد کراتے تھے۔ مدقق عبد الحکیم و نور محمد و حاشیہ ملا عبد الغفور و شرح جامی، حتی

کہ یہ ناچیز ملا حسن وحمد اللہ کی عبارتیں پڑھ کر ان کا مفہوم خود ہی بیان کرتا تو حضرت استاذ العلماء بے حد خوش ہوتے دعائیں دیتے اور فرماتے تم ان طلباء میں سے ایک ہو جن پر اساتذہ کو فخر ہوتا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اس کے بعد مجھے غزالی زماں حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا شوق ہوا تو میں آکر مدرسہ انوار العلوم ملتان میں حضرت کے ہاں داخل ہوا اور یہاں موقوف علیہ کی کتابوں کی تکمیل کی اور حضرت سے دورۂ حدیث و تفسیر بھی پڑھا۔ شرح عقائد' خیالی اور مناظرۂ رشیدیہ بھی حضور سے پڑھا۔ میں حضرت سے خیالی پڑھتا تھا کہ ایک خواب میں دیکھا کہ عید کا دن ہے اور عید گاہ ملتان میں لوگ جوق در جوق نماز عید کے لئے آرہے ہیں۔ حضور کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ میرا ہاتھ پکڑ کے مصلے کے قریب لے جاتے ہیں اور ایک کالے رنگ کا جبہ یہ کہہ کر مجھے اوڑھاتے ہیں کہ یہ مدینہ منورہ سے آیا ہے اور سفید رنگ کی دستار بند ہوا کر مجھے آگے مصلے پر کھڑا کر دیتے اور حکم فرماتے ہیں کہ آپ نماز عید پڑھائیں۔ راقم ناچیز نے نماز پڑھائی پھر آنکھ کھل گئی۔ صبح کو جب حضرت کی خدمت میں کتاب خیالی لے کر بیٹھا اور پڑھنا شروع کیا تو ایسے محسوس ہوا کہ یہ کتاب تو میری پڑھی ہوئی ہے میں نے عرض کیا حضور میں خود ہی عبارت پڑھوں گا اور اس کا مفہوم بھی خود ہی عرض کروں گا آپ مسکراتے اور فرماتے آپ کو سب کچھ تو پڑھا دیا گیا ہے اب کیوں تکلف کرتے ہیں کوئی اور بات کریں میرے شیخ العلوم والمعارف سیدی احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ ایک باکمال وصاحب کرامات بزرگ تھے اس ناچیز پر آپ کی

خاص نظر عنایت تھی اس کا ایک جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے مجھے ٹھیک
ایک ماہ پہلے جنوبی افریقہ میں خواب میں تشریف لاکر اپنے وصال کی خبر دی۔
واقعہ یوں ہے کہ ناچیز اپنے مرید مخلص شبیر حسین قادری کے ہاں پیٹر میرس
برگ جنوبی افریقہ میں مقیم تھا ایک روز ایک پانی کی جھیل کے کنارے وہ
گاڑی میں مجھے بٹھا کر مچھلی کا شکار کر رہے تھے میں کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ
نیند آگئی خواب میں سیدی قبلہ کاظمی صاحب تشریف لائے اور فرمایا ہم دنیا
سے پردہ فرمانے والے ہیں اور آپ یہاں پھر رہے ہیں میں خواب سے بیدار ہوا
اور یہ غالباً دس شعبان تھی میں نے یہ خواب شبیر حسین قادری کو بتایا تو ان کو
بھی حضرت کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ کا دیدار کرنے کا شوق ہوا تو وہ بھی
میرے ساتھ پاکستان آگئے ہم ۲۸ شعبان کو پاکستان آگئے اور یہ خیال کر کے کہ
اب رمضان میں کسی دن حاضری کے لیے جائیں گے مگر حضرت کا ۲۶
رمضان المبارک کو وصال ہو گیا اور ہم آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہو گئے اور
آپ کا دیدار بھی کیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آمین۔ بہت سی باتیں ہیں بہت سے
واقعات ہیں اللہ تعالیٰ پھر اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات اور
احسانات ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بطور تحدیث وشکر نعمت ناچیز نے کیا
ہے اگر اللہ تعالیٰ سے توفیق وفرصت ملی تو ناچیز اپنی اب تک کی زندگی کی اس
طرح کی عجیب وغریب باتیں جو راقم کو پیش آئیں سپرد قلم کریگا غرض یہ کہ
حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کو علم کے کمال نے یہاں تک پہنچایا کہ
آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی قرآن وسنت کا عالم نہ تھا۔

قرآن سیکھو:

بلاشبہ قرآن تمام دین و دنیا کے علوم کا ایک بے شمار سمندر ہے کہ
جسقدر بھی اس میں غور کرتا جائے گا اسی قدر اپنے علوم میں اضافہ و ترقی پاتا
جائیگا اس لئے قرآن کے علوم کو شوق سے سیکھیں، محنت اور لگن سے سیکھیں
اس سلسلہ میں حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "تَعَلَّمُوا
الْقُرْآنَ فَإِذَا تَعَلَّمْتُمُوهُ فَلَا تَرْغَبُوا عَنْهُ وَإِيَّاكُمْ وَهٰذِهِ الْأَهْوَاءَ
فَإِنَّهَا تُوقِعُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ بَيْنَكُمْ"
کہ قرآن کا علم حاصل کرو اور جب قرآن پڑھ چکو تو اسے چھوڑ نہ دو
ان نفسانی خواہشوں سے بچو کیونکہ یہ نفسانی خواہشیں تمہارے درمیان بغض
وعداوت ڈالتی ہیں۔

سبحان اللہ

سبحان اللہ یہ آپ کی کس قدر پیاری ہدایت اور پیاری نصیحت ہے کہ
ہر مسلمان کو جو کام پہلے کرنا چاہیئے وہ قرآن سیکھنے کا کام ہے کسی اچھے قاری
سے قرآن سیکھیں جو تجوید وفن قراءۃ کے ساتھ قرآن پڑھائے کہ قرآن
کے ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا سکھائے تاکہ آپ کو قرآن پڑھنے کا
بھی مزہ آئے جب آپ دنیا کا ہر کام اچھے طریقہ سے کرنا پسند کرتے ہیں ایسے
قرآن بھی اچھے طریقے سے پڑھیں خاص کو حروف حلقیہ جو چھ حروف ہیں ان
کو ان کے مخرج سے صحیح پڑھنا سیکھیے اس کے لئے آپ کو کسی تکلف اور کسی

شرم کے بغیر محنت کرنا چاہئے میرے ایک کرم فرما ہیں میں نے ان کا قرآن سنا
تو وہ خاص کر عین اور حاء اور قاف اور ثاء اور ذال وغیرہ ایسے حروف کی صحیح
ادائیگی نہیں کرتے تھے میں نے انہیں ان کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کا کہا تو
فرمانے لگے چھوڑ یئے اب اس عمر میں ہم سے یہ ہونا مشکل ہے حالانکہ مجھے
یقین ہے کہ وہ کچھ توجہ فرمائیں تو ان حروف کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا سیکھ
سکتے ہیں جبکہ قرآن کے بارے میں حدیث میں ہے کہ

رُبَّ قَارِئٍ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ

کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے
میرے نزدیک یہ دو قسم کے لوگ ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے ایک
بد عقیدہ اور بد مذہب لوگ جن کے عقیدے قرآن کی تعلیم کے خلاف ہیں
اور دوسرے وہ لوگ جو قرآن کو صحیح طریقہ سے سیکھے بغیر اور بلا عذر شرعی غلط
پڑھتے ہیں۔ عذر شرعی سے مراد زبان میں لکنت اور قدرتی سبب ہے جسکی وجہ
سے کوشش کے باوجود بھی انسان صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ اگر یہ عذر ہو تو پھر گناہ
نہیں بلکہ ڈبل ثواب پڑھنے اور اڑنے کا ثواب۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے
کہ "اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَءُ
الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهٗ اَجْرَانِ۔

(صحیح بخاری ۱۱۲۵/۲۔ مشکوٰۃ المصابیح ۶۵۲/۱)

(ترجمہ) ماہر قرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو لکھنے والے اور بزرگ
و نیکوکار ہیں اور وہ شخص جو قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور قرآن (کا پڑھنا)

اس کے لیے مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دو ثواب ہیں۔

قرآن کو چھوڑ نہ دو

آپ کی دوسری نصیحت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد اس کی تلاوت
کرنا نہ چھوڑو بلکہ اس کی روزانہ تلاوت کیا کرو۔ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار
قرآن ختم کرو ورنہ ایک ماہ میں تو ضرور ختم کرو ایک پارہ روزانہ پڑھنے سے ایک
ماہ میں قرآن ختم ہو گا اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے مگر ایک دم ایک پارہ پڑھنا
ممکن نہ ہو تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک پاؤ پڑھ لیا
کریں جو پانچ چھ منٹ میں بڑی آسانی سے پڑھا جائیگا یوں مغرب کی نماز کے بعد
ایک پارہ ختم ہو جائیگا۔

نفسانی خواہشات

امام ابو العالیہ کی عمدہ نصیحت یہ بھی ہے کہ "وَاِيَّاكُمْ وَهٰذِهِ الْاَ
هْوَاءَ" کہ ان نفسانی خواہشات سے بچو حرص اور ہوس سے دور رہو طمع اور
لالچ کے پھندے میں نہ آؤ یہ نفسانی خواہشات یہ حرص وہوس اور یہ طمع ولالچ
انسان کو انسان کا دشمن بنا دیتے ہیں باپ بیٹے بھائی بھائی ماں اور اولاد بہنوں اور
بھائیوں جیسے مقدس رشتوں میں لڑائی کرا دیتے ہیں اپنی قسمت پر راضی رہو۔
حسد نہ کرو۔ دوسرے کا حق نہ مارو نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگنے والے حسد
میں مبتلا ہوتے ہیں دوسروں کا حق مارتے ہیں اور انسانی ہمدردی جیسے مقدس
جذبے سے بالکل خالی ہو جاتے ہیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ نفسانی خواہشات

سے دور رہا جائے اللہ پر توکل اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے قناعت پسندی کو اختیار کیا جائے فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کیا جائے زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کرنے کے خیال سے کنارہ کشی کی جائے دنیا کی زندگی کو چند روزہ تصور کرتے ہوئے اس کے لئے لمبے لمبے ساز و سامان بنانے کی بجائے ساری فکریں آخرت کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرنے میں صرف کی جائیں تو نفسانی خواہشات سے پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد امام ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ "ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کئے جانے سے پندرہ سال پہلے قرآن کا علم حاصل کر لیا تھا امام عاصم احول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کو امام ابو العالیہ کی یہ بات سنائی کہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھو اور سیکھنے کے بعد اس کی تلاوت کرنا نہ چھوڑو اور نفسانی خواہشات سے دور رہو کہ یہ تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈالتی ہیں اور یہ کہ ہم نے تو حضرت عثمان کے شہید کئے جانے سے پندرہ سال پہلے ہی قرآن کا علم حاصل کر لیا تھا' تو حضرت حسن نے فرمایا بلاشبہ اللہ کی قسم ابو العالیہ نے تمہیں نصیحت فرمائی اور سچ فرمایا۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۰۷ ۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۱۸)

شکر و استغفار

حماد بن سلمہ حضرت ثابت سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَلاَّ یَھْلِکَ عَبْدٌ بَیْنَ نِعْمَتَیْنِ یَحْمَدُ اللّٰہَ عَلَیْھَا وَذَنْبٌ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْہُ۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۱۰۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۱۹)

کہ بے شک میں امید کرتا ہوں کہ کوئی بندہ دو نعمتوں کے درمیان ہلاک نہ ہو گا ایک اللہ کی نعمت جس پر بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور دوسری توبہ واستغفار کہ جو گناہ کے بعد انسان اللہ کی بارگاہ میں کرے یعنی نعمت کے بعد شکر کرنے سے انسان سے وہ نعمت نہیں چھینی جاتی بلکہ اس نعمت میں اللہ کی طرف سے اضافہ وزیادتی کی جاتی ہے اور جس گناہ کے بعد اللہ کی بارگاہ میں توبہ اور اس سے بخشش مانگی جائے اس پر بندے کو اللہ کی طرف سے عذاب نہیں دیا جاتا۔

(نوٹ) توبہ واستغفار کی اہمیت وافادیت پر ہمارا رسالہ "توبہ واستغفار" ملاحظہ فرمائیں۔

ماوراء النہر کے پہلے موذن

امام قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جریر نے حضرت مغیرہ کے حوالہ سے بتایا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا۔

اَوَّلُ مَنْ اَذَّنَ بِمَا وَرَاءَ النَّھْرِ اَبُو الْعَالِیَۃِ الرِّیَاحِیُّ

(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۲۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ۲/ ۲۲۰)

ماوراء النہر

مسلمان عرب ماوراء النہر' ان شہروں کو کہتے ہیں جنہیں انہوں نے

نہر جیحون کے اس پار فتح کیا ان شہروں میں سے "صغد' بخاری' سمرقند' خوارزم اور تاشقند بڑے عظیم الشان اور مشہور ترین شہر ہیں یہ حضرت ابو العالیہ کی اذان اول کی برکت ہے کہ اس کے بعد یہ شہر اسلام اور اسلامی علوم کے مرکز بن گئے۔

قرآن کیسے حفظ کریں:

قرآن کریم کا حفظ کرنا بہت بڑی سعادت کی بات ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سعادت سے نوازے آمین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر ۴۰)

کہ ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی یاد کرنے والا ہے؟ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسے حفظ کر لیتے ہیں اس ناچیز (ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری) کو بھی قرآن کریم کے حفظ کرنے کا بہت شوق ہے لیکن وہ دینی کام جو یہ ناچیز انجام دے رہا ہے اسکی قوم کو ملک وملت اور مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہے اسلئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے "گر قبول افتد زہے عزو شرف" اگر اللہ تعالیٰ بفضلہ الاعلی صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرمالے تو اس کے برابر اور کوئی ثواب نہیں۔ اس لئے فرصت ہی نہیں ملتی البتہ شوق بہت ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اعلحضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملت شیخ شیخنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کچھ وقت نکال کر حفظ کرنے کی کوشش کرونگا اعلیٰ حضرت نے تو ایک ہی ماہ میں حفظ فرمالیا تھا یہ

ناچیز ان کی دعا سے ایک ماہ نہیں ایک سال میں ہی حفظ کر لے اور تمام دینی کام بھی جاری رہیں تو بڑی سعادت ہے۔ عام طور پر حفظ کے خواہشمند لوگ پوچھتے ہیں کہ حفظ کرنے کا کیا طریقہ ہے قرآن کریم کیسے حفظ کریں اس سلسلہ میں حضرت امام ابو العالیہ علیہ الرحمتہ کا فرمان ذی شان راہنمائی کے لئے کافی ہے امام ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو العالیہ علیہ الرحمتہ سے سنا آپ فرماتے ہیں۔

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ خَمْسَ آيَاتٍ خَمْسَ آيَاتٍ فَإِنَّهُ أَحْفَظُ عَلَيْكُمْ وَجِبْرِيْلُ كَانَ يَنْزِلُ بِهِ خَمْسَ آيَاتٍ خَمْسَ آيَاتٍ

ترجمہ: قرآن کی پانچ پانچ آیتیں کر کے سیکھو بے شک اس طرح قرآن تمہیں بہتر طور پر یاد ہوگا اور حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کی پانچ پانچ آیتیں لے کر نازل ہوتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۰۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۱۹)

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ:

امام ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابو العالیہ کے دوست آپ کی خدمت میں آتے تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے اور ساتھ ہی یہ آیت تلاوت فرماتے

"وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ" (الانعام ۵۴)

ترجمہ۔ اور (حبیب) جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان

رکھتے ہیں تو کہو "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ" "تم پر سلامتی ہو۔

قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ سلام دونوں صیغے میں استعمال کر سکتے ہیں "سلام علیکم "بھی اور "السلام علیکم "بھی دونوں صحیح ہیں ان الفاظ سے سلام کی ابتدا بھی کر سکتے ہیں اور ان الفاظ سے سلام کا جواب بھی دے سکتے ہیں چنانچہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ اس کی تعلیم دینے کے لیے سلام کا جواب "السلام علیکم" سے دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پانچ اہم وعدے

حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے ایسی پانچ اہم باتیں ارشاد فرمائیں کہ جو ان پانچ باتوں کو یاد رکھے گا اس کا ایمان تازہ رہے گا اور اطمینان قلب نصیب رہے گا اور وہ پانچ اہم باتیں کیا ہیں اللہ تعالیٰ کے پانچ وعدے ہیں جو اس نے اپنے بندوں سے قرآن میں فرمائے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔ اور ساتھ ہی اسباب کا اندازہ بھی کیجیے کہ حضرت امام ابو العالیہ کو قرآن پر بھرپور عبور تھا اور آپ کس قدر غور سے قرآن پاک کا مطالعہ کرتے اور کس قدر گہری فکر سے اس کے معنوں میں غور کرتے ہوئے اسکی تلاوت فرماتے۔ ہمیں بھی اس طرح قرآن کی تلاوت کرنا چاہیئے کہ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معنوں میں بھی غور کرتے چلے جائیں۔

پہلا وعدہ:

جو ایمان لائے گا ہدایت پائے گا۔

حضرت امام محمد بن مصعب' امام ابو جعفر رازی سے اور وہ حضرت امام ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا اور اپنے ذمے لے لیا کہ جو ایمان لائے گا وہ اسے سیدھا راستہ دکھائے گا اس کی تصدیق اللہ کی کتاب (قرآن) میں ہے۔

وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ (التغابن ۱۱)

(ترجمہ) جو اللہ پر ایمان لائے گا وہ اس کے دل کو ہدایت دے گا۔

دوسرا وعدہ:

جو اس پر توکل کریگا وہ اسے کافی ہوگا۔

اس کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق ۳)

ترجمہ: اور جو اللہ پر توکل کرے گا تو وہ اسے کافی ہوگا

توکل کا معنی:

توکل کا معنی ہے اعتماد کرنا اور بھروسہ کرنا ہے یعنی انسان اپنی طرف سے جو کوشش کر سکتا ہے کرے' اس کے بعد بہتر انجام کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھے۔

تیسرا وعدہ:

جو اللہ کو قرض دے گا وہ اسے کئی گنا اجر دے گا

تیسرا وعدہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو قرض دے گا اللہ تعالیٰ اسے کئی

گنا اجر دے گا اس کے مال میں کئی گنا برکت بھی ڈالے گا چنانچہ اللہ کی کتاب میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً

(البقرۃ ۲۴۵)

ترجمہ۔ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لیے (اسکے مال کو اور اس کے ثواب کو) کئی گنا بڑھا دے گا۔

قرض حسن :

قرض حسن یعنی اچھا قرض اللہ تعالیٰ کی راہ میں انتہائی محبت اور اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا ہے اس طرح خرچ کرنا جس طرح وہ چاہتا ہے کہ اس خرچ کرنے میں خرچ کرنیوالا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے' اپنی ہمت و طاقت کے مطابق خرچ کرے خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتائے اور نہ ہی تکلیف پہنچائے۔ خرچ کرنے کے بعد تکبر نہ کرے کہ اس قدر خرچ کر دیا اور نہ لوگوں کو بتائے کہ میں اسقدر خرچ کر رہا ہوں بلکہ ڈرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کی کسی کوتاہی سے اللہ بے نیاز کی بارگاہ میں اس کا خرچ قبول نہ ہو نیز خرچ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے دعا بھی کرتا ہے کہ اس نے جو اس کی راہ میں خرچ کیا ہے یا کرتا ہے وہ قبول فرمائے۔

چوتھا وعدہ : جو اس کے عذاب سے پناہ مانگے گا وہ اسے پناہ دے گا

چوتھا وعدہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے عذاب سے پناہ مانگے گا اللہ اسے اپنے

عذاب سے پناہ دے گا اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں یوں ہے۔

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا" (آل عمران ۱۰۳)

(ترجمہ) اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو۔

والاعتصام الثقۃ باللہ" اور آیت میں جو اعتصام" (اللہ کی رسی کو تھامنے کا ذکر) ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دینا ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا اس کے عذاب سے پناہ مانگے گا اور اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے پناہ دے گا۔

پانچواں وعدہ :

اللہ تعالیٰ کا پانچواں وعدہ یہ ہے کہ جو اس سے دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں یوں ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرۃ ۱۸۶)

ترجمہ :۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (انہیں بتا دیں کہ) میں (ان کے) قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہوں وہ جب بھی مجھ سے دعا مانگے۔

نماز میں قہقہہ لگانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے

امام عبد الرزاق اپنی مصنف میں اور امام دار قطنی نے اپنی سنن میں اپنی سندوں کے ساتھ معمر سے وہ قتادہ سے وہ حضرت امام ابو العالیہ سے

روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ نماز کی امامت فرما رہے تھے کہ سامنے ایک نابینا شخص ایک کنویں میں گر پڑا تو بعض حضرات کا نماز کی حالت میں قہقہہ نکل گیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دوبارہ وضو کر کے نماز کے پڑھنے کا حکم دیا لہذا حضرت امام ابو العالیہ ہر اس شخص کو جو نماز میں قہقہہ لگائے دوبارہ وضو کر کے نماز لوٹانے کا حکم دیتے تھے اور یہی رائے حضرت امام ابو حنیفہ ودیگر فقہاء کرام کی ہے رحمہم اللہ۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۲۱)

امام ابو العالیہ کی عظیم الشان وصیت

وصیت بڑی اہمیت کی حامل ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب سوئے تو وصیت اس کے سرہانے رکھی ہو یعنی خاص اس بات کی وصیت کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کا کس قدر حصہ اللہ کی راہ میں دیا جائے مثلاً کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر یا دینی طلباء کے لیے مستقل اخراجات کا انتظام وغیرہ جبکہ بہتر یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ہی دین کی مدد کے لیے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ وقف کر جائے جو صدقہ جاریہ ہوگا اور قیامت تک اس کے لیے ثواب جاری وساری رہے گا بالخصوص ایسے صحیح العقیدہ سنی دینی مدارس کے لیے جہاں علمی کام ہو رہا ہے قرآن وسنت کی تعلیم دی جا رہی ہے اور اس کا کوئی ذریعہ انکم بھی نہیں ہے اپنی جائیداد کا یا اس کی انکم کا اس قدر حصہ وقف کر جانا کہ وہ ادارہ خود کفیل ہو کہ کسی

سے مانگے بغیر اس کا سلسلہ اخراجات پورا ہوتا رہے سب سے بڑی نیکی اور افضل جہاد ہے اللہ تعالیٰ ہمارے مخیر وامراء حضرات کو اسکی توفیق دے۔ (آمین)۔

حضور اکرم ﷺ کی حکم وصیت کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت امام ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وصیت فرمائی اس کا متن (عبارت) یوں ہے۔

امام ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو العالیہؒ نے وصیت فرمائی کہ۔

مَا تَرَكْتُ مِنْ مَالٍ فَثُلُثُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَثُلُثُهٗ فِيْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ وَثُلُثُهٗ فِي الْفُقَرَاءِ وَقُلْتُ لَهٗ فَأَيْنَ مَوَالِيْكَ ؟ قَالَ السَّائِبَةُ يَضَعُ نَفْسَهٗ حَيْثُ شَاءَ۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۲۔ مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۱۶۷۳۔ ۳۔ ۲/۷۶۳۔ سنن دارقطنی ۱/۱۶۳)

ترجمہ :

حضرت امام ابو العالیہؒ نے اپنے سارے مال کے بارے میں وصیت فرمائی تھی کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے کل مال کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک تہائی نبی کریمؐ کے اہلبیت کے لیے ایک تہائی اللہ کے راہ میں اور بقیہ ایک تہائی فقیر کے لیے آپ سے عرض کی گئی کہ آپ کے وارث کہاں ہیں ان کے لیے کیا چھوڑیں گے ؟ فرمایا کہ ایک آزاد کو حق ہے کہ جہاں چاہے اپنی جان کو رکھے یعنی دنیا کے لیے اور وارثوں کے لیے رکھے یا آخرت کے لیے

رکھے یعنی مجھے آخرت کی فکر ہے میں آخرت کے سرمایہ کا اس سے کہیں زیادہ ضرورت مند ہوں جس کے میرے وارث دنیا میں ضرورت مند ہیں یعنی میں نے اگر وارثوں کو مال نہ دیا تو اللہ ان کا رازق ہے تو ان کے لیے انتظام فرما دے گا اور ان کی کسی نہ کسی طرح ضرورتیں پوری ہو جائیں گی مگر میری آخرت کی ضرورت کا کون انتظام کرے گا جب کہ وارثوں کو اس کے مال کی زیادہ ضرورت بھی نہیں ہے ان کا اپنا ذریعہ آمدنی موجود ہے۔

فقراء اور فی سبیل اللہ :

حضرت امام ابو العالیہ نے ایک تہائی مال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں وقف کیا اور دوسرا حصہ فقراء کے لیے جبکہ تیسرا حصہ حضور ﷺ کے اہل بیت کے لیے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضور ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر غریب محتاج تھے یہ بھی امام ابو العالیہ کی حضور ﷺ سے کمال محبت ہے کہ آپ کے خاندان کی ضروریات کی فکر فرماتے تھے اور فقراء سے طلباء مراد ہو سکتے ہیں اور فی سبیل اللہ سے بھی یعنی وہ لوگ جو عربی گرائمر سیکھ کر قرآن و حدیث کے علوم اور ان کے اصول کے علوم حاصل کرتے ہیں تاکہ انہیں قرآن و سنت اور ان سے متعلقہ علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل ہو جائے بلکہ ان کا مراد ہونا اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ سب مستحقوں میں سے یہ زیادہ مستحق ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ ایک ہی وقت میں فقیروں، حاجتمندوں، محتاجوں، مسافروں، غریبوں، یتیموں اور طالب علموں پر خرچ

کرے تو وہ اہل سنت عقیدہ کی دینی درس گاہ پر خرچ کرے جہاں حفظ قرآن، درس نظامی و قرآن و حدیث و تفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے اور طالب علم دور دراز کے علاقوں سے آکر وہاں دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہاں خرچ کرنا دین و اہل دین پر خرچ کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مصارف سے بڑھ کر عمدہ مصرف ہے۔

دو نعمتیں :

امام ھمام بن یحیی کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ، امام ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی دو نعمتیں عطا فرمائیں میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون سی نعمت افضل ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی کہ مسلمان بنایا اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "حَرُورِی" نہیں بنایا۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۱۲/۴۔ طبقات ابن سعد ۱۱۲/۷)

فرقہ حروریہ خارجیہ :

حروری، حروراء کی طرف نسبت ہے حروراء کوفہ کے گردونواح کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے جہاں کے لوگوں نے واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر دی تھی اس بستی میں ان کا اجتماع ہوتا تھا۔ ان کا سردار ایک عبد اللہ بن کوا، تھا۔ اور دوسرا حرقوص بن زھیر بجلی تھا جسے ذو الثدیہ بھی کہتے ہیں اس کو ذو الثدیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسکی

عورتوں کی طرح چھاتیاں تھیں یہ لوگ کافی تعداد میں تھے جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے اپنی طرف سے ایک ایک حکم بنایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا اپنا حکم بنایا اور طے پایا کہ یہ دونوں باہمی مشورہ سے حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو حکم دیں گے دونوں اسپر عمل کریں گے۔ اسپر یہ لوگ حروراء بستی والے ناراض ہو گئے اور کہا کہ علی و معاویہ نے غیر اللہ کو "حکم" بنا کر کفر و شرک کیا اور اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گئے خارجیوں کا یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں پر پہلا فتوائے کفر و شرک تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (الانعام ۵۷) "کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہ مانو" حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اتمام حجت کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباس کو ان سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر وہ صرف قرآن پر مناظرہ کریں تو ان سے صرف قرآن پر مناظرہ نہ کرنا بلکہ قرآن کے ساتھ سنت کو بھی شامل کرنا کیونکہ قرآن کے بہت سے اجمالی احکام کی سنت تشریح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کے ساتھ مناظرہ میں جب انہوں نے کہا کہ علی نے غیر اللہ کو حکم مان کر قرآن کے فرمان "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" کی خلاف ورزی کی اور اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کر کے کافر و مرتد ہو گئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہو جائے تو "فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا" (النساء ۳۵) کہ میاں بیوی کے خاندان میں سے ایک ایک حکم مقرر کرو وہ لاجواب ہو گئے پھر فرمایا کہ تم لوگ قرآن کی ایک آیت سے دلیل پکڑتے ہو اور اس کے مقابلہ میں دوسری آیت سے منہ پھیر لیتے ہو جب کہ قرآن کی آیتوں میں حقیقت میں کوئی مقابلہ نہیں ہے اور نہ اختلاف۔ ہاں تطبیق دینے کی ضرورت ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" کا معنی ہے حقیقت میں اور بالذات اللہ کے سوا کسی کا حکم واجب العمل نہیں اور میاں بیوی کے درمیان جو حکم فیصلہ کریں گے وہ چونکہ اللہ کے اذن سے ہوگا لہٰذا ان کا حکم (جو قرآن و سنت کی روشنی میں ہوگا) حقیقت میں اللہ ہی کا ہوگا یعنی جو قرآن کے حقیقت و مجاز اور بالذات و باذن الٰہی کے فرق کو نظر انداز کریگا وہ بھٹک جائیگا اس لئے حروریہ بھٹک گئے۔ جب ضد پر آگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انحراف کیا تو آپ نے ان کے خلاف اعلان جہاد کیا اور ان کا بڑا سردار دو چھاتیوں والا مارا گیا جب آپ نے اسکی لاش دیکھی تو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آیا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ تمہارے مقابلہ میں حروریہ باغیہ خارجیہ آئیں گے ان کا سردار تمہارے مقابلہ میں مارا جائے گا جس کی عورت کی طرح دو چھاتیاں ہوں گی۔

حضرت امام ابو العالیہ کا مقصد یہ تھا کہ

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۲۔ طبقات ابن سعد ۷/۱۱۳)

میں اس بات پر اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ان لوگوں میں

سے نہیں مانا جو نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ کے منکر ہو گئے بلکہ انہوں نے آپ پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اسی طرح آج بھی بعض نادان صحیح عقیدہ سنی مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا کر حروریہ خارجیہ فرقہ کے طریقہ پر چل رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے آمین!

اچھا لباس:

امام ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ کو یہ فرماتے سنا کہ عبد الکریم ابو امیہ میری ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے اونی کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا کہ یہ تو راھبوں کا لباس ہے (جو معاشرہ سے الگ تھلگ ہو کر ایک خاص قسم کے اونی اور موٹے لباس میں رہتے ہیں) بے شک مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کے لئے جائیں تو اچھا لباس پہنیں۔

"اِنَّ المُسْلِمِینَ اِذَا تَزَاوَرُوا تَجَمَّلُوا"

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۲۔ التاریخ الکامل للمبرد)

یعنی بے شک مسلمان جب ایک دوسرے کی زیارت کریں تو اچھا لباس پہنیں۔

قبر میں دو چھڑیاں رکھنے کی وصیت

امام حماد بن سلمہ نے عاصم الاحول سے روایت کی انہوں نے کہا کہ

حضرت امام ابو العالیہ نے مُوَرِّق عجلی کو وصیت فرمائی تھی۔

"اَن تُجعَلَ فِی قَبرِہٖ جَرِیدَتَانِ"

(المقالات والفرق ۵۔ الملل والنحل ۱/۱۱۰)

کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو تازہ چھڑیاں رکھی جائیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۳۔)

حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت

امام مورق سے مروی ہے کہ حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ نے بھی وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر میں کھجور کی تازہ چھڑیاں رکھی جائیں۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی صحیح بخاری کی کتاب الجنائز میں اس حدیث کو تعلیقاً "باب الجریدۃ علی القبر" کے عنوان سے روایت کیا اور امام ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا جس میں ہے کہ حضرت امام مورق فرماتے ہیں کہ امام ابو العالیہ نے مجھے وصیت فرمائی کہ ان کے وصال کے بعد ان کی قبر شریف میں کھجور کی دو تازہ چھڑیاں رکھی جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر چھڑیاں رکھیں

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں

مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا

اَلْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۳۔ طبقات ابن سعد ۷/۱۱۷)

ترجمہ :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں سے گذرے جن کے مردوں کو عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ایک ان دونوں میں پیشاب کرتے ہوئے لوگوں سے ستر نہیں ڈھانپتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا تھا پھر آپ نے ایک گیلی چھڑی لی پھر اس کے دو حصے کئے پھر ایک ایک کو ہر ایک کی قبر میں گاڑ دیا صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا تاکہ ان کے عذاب میں اسوقت تک تخفیف رہے جب تک یہ خشک نہیں ہوتیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ترکہ :

امام شمس الدین ذہبی اسحاق اسدی کی سند کے ساتھ حضرت امام ابو العالیہ سے روایت فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (آسمان پر) اٹھایا گیا تو انہوں نے اپنے پیچھے جو مال چھوڑا وہ یہ تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۳۔ طبقات ابن سعد ۷/۸۱۔ صحیح بخاری ۱/۱۸۲)

۱۔ ایک اونی جبہ ۲۔ دو موزے ۳۔ غلیل جس سے پرندوں کو شکار کرتے تھے

وفات :

ابو خلدہ نے کہا کہ امام ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کی وفات ماہ شوال ۹۰ھ میں ہوئی۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں امام ابو العالیہ کی وفات ۹۳ھ بتائی ہے اور امام مدائنی نے ۱۰۶ھ بتائی ہے مگر امام ذہبی فرماتے ہیں یہ مدائنی کا وہم ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۳۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۲۲)

اللہ کا درود

قرآن کریم میں اللہ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

قَالَ اَبُو الْعَالِیَۃِ صَلٰوۃُ اللّٰہِ ثَنَاؤُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلٰئِکَۃِ وَ صَلٰوۃُ الْمَلَائِکَۃِ الدُّعَاءِ (سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۲۔ تاریخ کبیر ۳/۳۲۶)

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "صلوٰۃ" کی نسبت اگر اللہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی کی فرشتوں کے سامنے ثناء و تعریف کرتا ہے اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو دعا اس سے مراد لی جاتی ہے۔

فہرست قرآن، احادیث، اقوال، اعلام، اماکن، ماخذ و مصادر

اقوال

اعلام

۱ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۳ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۴ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۵ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۶ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۸ عبداللہ بن مسعود
۹ ابو موسیٰ اشعری
۱۰ ابی بن کعب
۱۱ ابوذر غفاری
۱۲ ابو موسیٰ اشعری
۱۳ ابو ایوب انصاری
۱۴ عبداللہ بن عباس
۱۵ زید بن ثابت
۱۶ ابو عمر بن العلاء تمیمی
۱۷ شعیب بن الحجاب
۱۸ ابو خلدہ خالد بن دینار
۱۹ ابراہیم نخعی
۲۰ جریر بن مغیرہ
۲۱ ابو جعفر رازی
۲۲ ربیع بن انس
۲۳ معاویہ
۲۴ عاصم احول
۲۵ قاضی شریح
۲۶ محمد بن مصعب
۲۷ حماد بن سلمہ
۲۸ حسن بصری
۲۹ ابو حنیفہ
۳۰ شمس الدین ذہبی
۳۲ عبدالرزاق
۳۳ امام دارقطنی
۳۴ عبداللہ بن کوا
۳۵ بریدہ سلمی
۳۶ اسحاق اسدی
۳۷ مدائنی
۳۸ احمد رضا خان بریلوی
۳۹ قتیبہ
۴۰ احمد سعید کاظمی
۴۱ شیخ غلام رسول
۴۲ غلام جہانیاں
۴۳ شبیر احمد قادری

اماکن

۱۔ بخاری ۲ سمرقند ۳ تاشقند ۴ خوارزم
۵ حروراء ۶ صغد ۷ ماوراء النہر ۸ بصرہ
۹ جنوبی افریقہ ۱۰ ملتان ۱۱ اوچ شریف
۱۲ ڈیرہ غازی خان ۱۳ صادق آباد ۱۴ جمال دین والی
۱۵ بختیاری ۱۶ اکس ۱۷ البصرہ ۱۸ کوفہ

فہرست ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کا نام	سن وفات
التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی	۵۳۸
مثنوی قادری	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	
المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار	عبد الرحیم العراقی	۱۰۶
تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر بن علی الھند	۹۸۶
کشف الخفا للعجلونی	اسماعیل العجلونی الجراحی	۱۱۶۲
التجرید فی الجمع بین الصحاح الستۃ	امام رقین بن معاویہ السر قسطی	۵۳۵
مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین السیوطی	۱۱۹
کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبد اللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
تاریخ ابن النجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	۶۳۳
حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	
معاشیات نظام مصطفیٰ	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	
اسلام میں اجتہاد کی اہمیت و ضرورت	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	

حضرت امام ابن سمعون

رضی اللہ عنہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

فہرست امام ابن سمعون رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی شفاعت

معجم کبیر میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حدیث روایت فرمائی "من سمی ولدہ محمدا انا شفیعہ" (العرف الشذی ۶/۴۷) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اس لئے حضور کریم کے نام گرامی پر بچے کا نام رکھنا اچھی بات ہے اس سے حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

لقب

آپ بڑے صاحب علم وعرفان تھے۔ قرآن وسنت پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ فضول بولنے اور غیر ضروری باتیں کرنے سے پرہیز کرتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے۔

"من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیه"

(صحیح ترمذی کتاب الزھد ج ۲ ص ۵۵ وابن ماجہ کتاب الفتن مسند امام احمد ۱/۲۰۱)

ترجمہ

انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے مقصد باتوں اور بے مقصد کاموں سے پرہیز کرے یعنی فضول باتوں اور کاموں سے پرہیز کرے تا کہ وقت ضائع نہ ہو وقت کو جب غیر ضروری باتوں میں خرچ کریں گے تو وقت ضائع جائے گا حالانکہ وقت اس قدر قیمتی چیز ہے کہ اس قدر

قیمتی کوئی چیز نہیں ہے نیز امام ابوالحسین محمد بن احمد علیہ الرحمۃ وقت کی بڑی قدر کرتے تھے اس لئے آپ فضول کاموں اور فضول باتوں سے پرہیز کرتے تھے ہمیشہ کام کی اور حکمت ودانائی کی باتیں کرتے تھے اس لئے اپ کا لقب "الناطق بالحکمة" تھا یعنی دانائی کی باتیں کرنے والے (صفۃ الصفوة ۲/۴۷۱) "الامام القدوة الناطق بالحکمة" (شذرات الذھب ۳/۱۲۴) یعنی امام/ پیشوا/ دانائی کے بول بولنے والے۔ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فضولیات سے بچنا چاہیے۔

مثنوی قادری

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں یوں عرض کیا ہے۔

ترک کن ہر فضولے راپسر

تابیابی از خدا روشن گہر

ترجمہ

اے بیٹے ہر فضول چیز کو چھوڑ دے تا کہ تو اللہ تعالیٰ سے حکمت ودانائی کے روشن موتی پائے۔ شذرات میں ہے "صاحب الاحوال والمقامات ولم یخلف ببغداد مثله" (ترجمہ) صاحب احوال ومقامات تھے بغداد میں ان کے بعد ان جیسا بزرگ پیدا ہی نہیں ہوا۔

(شذرات الذھب ۳/۱۲۵)

ہاتھ چومنا

امام ابوالفلاح عبدالحی ابن العماد حنبلی ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں "وکان الباقلانی والاسفرائنی یقبلان یدہ ویجلانہ" (شذرات الذہب ۳/۱۲۵) کہ امام باقلانی اور امام الاسفرائنی جیسے اکابر علماء اور اولیاء آپ کے ہاتھ چومتے اور آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

سبق

اس سے سبق ملا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز اور ذریعہ حصول فیوض و برکات ہے۔

نگاہ ولی

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے خادم حضرت ابوبکر الاصبھانی علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ میں جمعہ کے روز حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کے سامنے بیٹھا تھا اتنے میں حضرت ابوالحسین محمد بن احمد بن سمعون علیہ الرحمۃ مسجد میں آگئے آپ ابھی بچے تھے سر پر ایک خاص قسم کی ٹوپی تھی۔ آپ ہمیں سلام کئے بغیر ہم سے گذر گئے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھا اور مجھ سے فرمایا "اے ابوبکر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے میں علم وعرفان کے کس قدر ذخیرے رکھے ہیں؟"

حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے

میں علم وعرفان کے بہت سے ذخیرے اور خزانے رکھدیئے ہیں حالانکہ ابھی یہ بچے ہیں ایک وقت آئے گا کہ آپ سے علم وعرفان کے یہ ذخیرے ظاہر ہوں گے۔

علم لدنی

ایسے علم وعرفان کو جو کسی میں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے رکھدے علم لدنی کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام میں رکھ دیئے تھے جن کے بارے میں قرآن میں فرمایا

"وعلمناہ من لدنا علما"

(سورۂ کہف آیت ۲۵)

کہ ہم نے خضر علیہ السلام کو اپنی طرف سے علم عطا کیا۔ امام جریر طبری علیہ الرحمۃ م ۳۱۰ھ اپنی تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے تحت سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب دیا تھا اور وہ غیب کا علم جانتے تھے (جامع البیان ۱۵/۱۸۱) اور اس کے تحت تفسیر جلالین میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ "ای معلوما من المغیبات" کہ ہم نے انہیں کچھ غیب کا علم دیا۔ (تفسیر جلالین ۳۰۱) علم لدنی کو علم وھبی (اللہ کا بخشا ہوا) بھی کہتے ہیں جسے یہ علم دیا جاتا ہے اسے قرآن وسنت کے علوم خود بخود آجاتے ہیں اور اس کی باتیں شریعت کے مطابق ہوتی ہیں وہ شریعت کے مخالف کوئی بات نہیں کہے گا بعض بزرگوں کو کچھ سیکھنے سے اور کچھ بغیر سیکھے اللہ کی

طرف سے علوم عطا ہو جاتے ہیں متاخرین میں سے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی انہی بزرگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے علوم بخشے گئے۔

علم لدنی کیسے حاصل ہوتا ہے

علم لدنی آج بھی حاصل ہوسکتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو علم پڑھا جائے اس پر عمل کیا جائے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ غیب سے وہ علم عطا کرے گا جو وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

''من عمل بماعلم ورثه الله علم مالم يعلم''

ترجمہ

جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللہ اسے اس کا علم دے گا جو وہ نہیں جانتا ہوگا۔

(الدرالمنثور ۱/۳۷۲ ـ حلیۃ الاولیاء ۱۰/۱۵)

ولی کو ولی پہچانتا ہے

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان سے کہ "اللہ تعالیٰ نے اس بچے میں علم وعرفان کے بہت سے ذخیرے جمع فرمادیئے ہیں" معلوم ہوا کہ ولی کو ولی پہچانتا ہے۔ راقم (ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری، غفرہ اللہ خادم العلماء) نے اپنی مثنوی قادری میں عرض کیا ہے۔

نور حق مے درخشد اندر ولی
بیند آں را آنکه می باشد ولی

ترجمہ

اللہ کے ولی میں اللہ کا نور چمک رہا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے وہ اسے دیکھ لیتا ہے۔

اپنے آپ کو اپنے نام جیسا بنائیں

حضرت حسن بن محمد الخلال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو الحسین ابن سمعون نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کی حسن (حسن کا معنی ہے بہت اچھا) آپ نے فرمایا۔

''قداعطاک الله الاسم فسله ان يعطيک المعنی''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نام تو حسن یعنی بہت اچھا دیا ہے۔ اب اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اس کا معنی بھی دے یعنی عمل اور کردار بھی اچھا دے۔ ایسا نہ ہو کہ نام تو حسن ہو لیکن عمل اور کردار اچھا نہ ہو۔

(صفۃ الصفوۃ ۲/۴۷۲ و تاریخ بغداد ۱/۲۷۵)

سبق

یہ بزرگوں کی کیسی اچھی نصیحت ہے کہ شخصیت میں اور نام میں معنوی

وعملی مطابقت ومناسبت ہونی چاہیے۔ جیسے ہم اپنے اور اپنے بچوں کے نام اچھے رکھتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری یہ بھی ہے کہ ہم اپنے عمل اور کردار کو بھی اسی طرح اچھا کریں تا کہ ہمارے نام ہم پر صحیح طور پر فٹ آئیں۔

شریف اور چور

ایک شخص چوری کرتا ہوا پکڑا گیا اس سے نام پوچھا گیا تو بتایا کہ اس کا نام ”شریف“ ہے سبحان اللہ نام کیسا اور کام کیسا۔

گناہ گھٹیا کام ہے

امام ابوطاہر عبدالوحد بن عمر بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن سمعون علیہ الرحمۃ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ گناہ گھٹیا کام ہے تو میں نے اخلاق ومروت کی وجہ سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا تو مجھے دینی اور روحانی ترقی حاصل ہوگئی اور میں اللہ کے ہاں اور مخلوق کی نظروں میں منظور ومقبول اور محبوب ہوگیا۔

(شذرات الذہب ۳/۱۲۵)

راقم نے اپنی مثنوی قادری میں شعر عرض کیا ہے۔

گر تو خواہی کہ شوی محبوب خدا
ہرگز مرو برراہ مغضوب خدا

ترجمہ

اگر تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کے ولی بن جاؤ تو ان لوگوں کے راستہ پر ہرگز نہ جاؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا یعنی جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور وہ شیطان اور شیطان کا کہنا ماننے والے لوگ ہیں ان کے راستے پر نہ چلو۔ مطلب یہ کہ خلاف شریعت راستہ پر ہرگز قدم نہ رکھو۔

کرامت

اہل سنت کے ہاں کرامات اولیاء برحق ہیں جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔ ”کرامات الاولیاء حق“ کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔ مگر گمراہ لوگ کرامات اولیاء کو نہیں مانتے“ (شرح عقائد مع نبراس ص ۴۷۵) کرامات اولیاء میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ اولیاء کو مخفی چیزوں اور پوشیدہ باتوں کا علم عطا فرماتا ہے اسے ”علم غیب“ یعنی غیب کا علم کہتے ہیں ایسی کرامات بھی حضرت ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ سے ظاہر ہوئیں۔

چنانچہ امام ابوالفتح القواس علیہ الرحمۃ جو زاہد وعابد تھے اور جنہوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ فرماتے ہیں ایک زمانہ ایسا آیا کہ مجھے معاشی تنگدستی پیش آ گئی۔ گھر کے اخراجات کے لئے کچھ نہ تھا میں نے دیکھا کہ گھر میں کوئی ایسی چیز ہو جسے بیچ کر گذارہ کر لیا جائے تو مجھے گھر میں کمان اور پاؤں میں پہننے والے دو موزے جنہیں میں پہنتا تھا کے سوا کوئی ایسی چیز نہ ملی جسے بیچ کر گذارہ کیا جائے میں صبح کو اٹھا اور ان کو بیچنے کا ارادہ کر لیا وہ دن حضرت

امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ کے درس قرآن کی محفل کا دن تھا میں نے سوچا کہ آج حضرت کے درس کی محفل میں شریک ہوں گا وہاں سے فارغ ہو کر کمان اور موزوں کو لے جا کر فروخت کردوں گا، میں حضرت کے درس قرآنی کی محفل میں جا کر شریک ہوا اور محفل کے ختم ہونے کے بعد جب گھر واپس آنے لگا تو حضرت نے مجھے آواز دے کر فرمایا کہ۔

"یااباالفتح لاتبع الخفین ولا تبع القوس"

ترجمہ

اے ابوالفتحؒ! اپنے دو موزے اور اپنی کمان نہ بیچو' فان اللہ سیاتیک برزق من عندہ "عنقریب اللہ اپنے ہاں سے تیرے لئے رزق لائے گا۔

(صفۃ الصفوۃ ۲/۴۷۲)

سبق

اس سے ہمیں کئی باتوں کا سبق ملا۔

1۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے وسیلے سے اپنے خاص ولیوں کو غیب کا علم دیتا ہے جس سے وہ دوسروں کے سینوں کے راز سے بھی واقف ہوجاتے ہیں۔

2۔ دوسرا یہ کہ قرآن کریم کے درس کی محفلیں کرنا اور لوگوں کو قرآن کے علوم سے آشنا اور واقف کرنا اولیاء اللہ ؒ اور نبیوں کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو پسند ہے

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے "بلغوا عنی ولو آیۃ" (مشکوۃ ۳۲) کہ میری طرف سے (آنے والوں تک) پہنچادو اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔

3۔ تیسرا یہ کہ بزرگوں نے اسلام کی تبلیغ اور دین کی خدمت کے لئے ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور خاص کر معاشی تنگی تک کا سامنا کیا ہے مگر صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑا۔

4۔ چوتھا یہ کہ درس قرآن وحدیث کی محفلوں میں حاضر ہونا اور اللہ والوں کی مجلسوں میں قرآن سنت کا وعظ سننے جانا باعث برکت کام ہے جیسا کہ امام ابوالفتحؒ نے حضرت امام ابوالحسین کی قرآن وسنت پر مبنی وعظ کی محفل میں شرکت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی طرف سے روزی کا انتظام کردیا جبکہ وہ اس نیت سے نہیں گئے تھے بلکہ خالص اللہ اور اس کے رسول کے کلام کا درس سننے گئے تھے۔ اسی طرح سب کو چاہیے کہ ایسی محفلوں میں دنیا کے فائدہ کی نیت سے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا کی نیت سے شریک ہوں تاکہ ثواب میں کمی نہ آئے۔

علم بے عمل وبال ہے

امام علی بن طلحہ مقری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون سے سنا آپ نے فرمایا۔

"کل من لم ینظر بالعلم فیماللہ فالعلم حجۃ علیہ ووبال"

(صفۃ الصفوۃ ۲/۴۷۳)

ترجمہ

جس شخص نے اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم کی اپنے علم سے نظر نہ کی وہ علم اس پر اللہ کی طرف سے حجت اور وبال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس کو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کردہ فرائض کا علم ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کیا کیا کام فرض کیے ہیں اور کون کون سے کاموں سے روکا ہے۔ پھر وہ ان پر عمل نہ کرے تو اس کا علم اس پر اللہ کی طرف سے قائم کی گئی حجت اور وبال ہے یعنی وہ نادانوں کے مقابلہ میں زیادہ عذاب کا حقدار ہوگا۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

علم رابر تن زنی مارے بود
علم بردل زنی یارے بود

ترجمہ

علم کو اپنے جسم پر مارو گے تو وہ تمہارے لیے سانپ ہوجائے گا، علم کو دل پر مارو گے تو وہ تمہارے دوست بن جائے گا۔

علم کو تن پر مارنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم دنیا میں علم سے دنیا کا فائدہ اٹھاؤ مگر خود اس پر عمل نہ کرو تو وہ تمہارے لیے سانپ ہوگا اور علم کو دل پر مارنے کا مطلب اس پر عمل کرنا ہے یعنی جو شخص اپنے علم پر عمل کرے گا علم دنیا اور آخرت میں اس کا ساتھی ہوگا اور اس کی شفاعت کرے گا اس کی بخشش کا ذریعہ بنے گا بلکہ ایسا عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے دوسرے گناہگاروں کو بھی بخشوائے گا۔

تین گروہوں کی شفاعت

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء"

(الجامع الصغیر۲/۲۰۶)

ترجمہ

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء علیہم السلام پھر علماء کرام پھر شہید حضرات۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور شفاعت نہیں کرے گا بلکہ کئی ایک اور لوگ بھی شفاعت کریں گے ان میں باعمل حاجی، حافظ قرآن کریم اور مسلمانوں کے چھوٹے معصوم و نابالغ بچے جو فوت ہوگئے وہ بھی اپنے ماں باپ کو بخشوائیں گے لیکن یہ سب شفاعتیں محدود اور چھوٹے درجہ کی ہوں گی جب کہ سب سے بڑی شفاعتیں تین ہوں گی پیغمبروں کی، علماء کی، اور شہیدوں کی، سب سے بڑی شفاعت پیغمبروں کی، پھر علماء کی پھر شہیدوں کی ان کے بعد باقی اہل شفاعت کی اور وہ چھوٹے چھوٹے پیمانہ کی ہوں گی۔

سچے اور عقل مند کون ہیں؟

امام علی بن طلحہ سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سچے اور عقلمند بندے وہ

ہیں جو اس مال کے مقابلہ میں جو انہوں نے اللہ سے پایا اس کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کو دیکھتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں تھوڑا ہی خرچ کیا ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہوتے اور عذر و معذرت پیش کرتے ہوئے اس سے معافی کے طلبگار ہو جاتے ہیں۔

(صفۃ الصفوۃ ۲/۳/۴۷۳)

سبق

اس سے یہ سبق دینا مقصود ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور جس قدر بھی خرچ کرے یہ خیال دل میں کبھی نہ لائے کہ میں نے اللہ کی راہ میں بہت کچھ دے دیا ہے یا بہت کچھ خرچ کر دیا ہے بلکہ جس قدر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے یہی سمجھے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے جو احسانات ہیں ان کے مقابلے میں جو میں نے خرچ کیا وہ تو کچھ بھی نہیں ہے بلکہ میرا یہ سخاوت کا عمل کوتاہی ہے اور اس کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت طلب کرے اور معافی چاہے۔

اللہ سے مدد

آپ فرماتے تھے: ”یا ھذا تظلم الی ربک منک وانتصرہ علیک ینصرک“

ترجمہ

اے بندہ خدا! اپنے نفس کے خلاف اپنے رب سے شکایت کر اور اپنے

نفس کے خلاف اللہ سے مدد مانگ وہ تیری مدد فرمائے گا۔

(صفۃ الصفوۃ ۲/۳/۴۷۳)

سبق

اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہمارا نفس ہمیں برے کاموں پر اکساتا اور ہمیں غلط راستے پر ڈالتا ہے۔ اور انسان کمزور واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ”خلق الانسان ضعیفا“ (ترجمہ) انسان کمزور بنایا گیا ہے۔ (النساء ۴ آیت ۲۸) لہذا اس کو نفس کی شرارتوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استقامت طلب کرنا اور مدد چاہنا چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے تھے۔ ”اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا“ (ترجمہ) اے اللہ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

(مشکوۃ کتاب النکاح ۲۷۲)

تعلیم امت

پیغمبر چونکہ گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں ان کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہیں شرارتوں سے پاک ہوتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ سے جو ایسی دعائیں منقول اور مروی ہیں ان کا مقصد امت کو تعلیم دینا ہے۔

چھوٹے گناہوں سے بھی بچو

حضرت شیخ علی بن طلحہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو الحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ "احذروا الصغائر فان النقط الصغار آثار فی الثوب النقی."

(صفۃ الصفوۃ ۲/۳/۴۷۳)

ترجمہ

لوگو! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کیونکہ چھوچھوٹے سیاہ نقطے بہت سے نشان بن کر سفید کپڑے کو سیاہ کر دیتے ہیں۔ اس طرح چھوٹے چھوٹے گنا جمع ہو کر دل کو سیاہ کر دیتے ہیں۔

راقم (غلام سرور قادری) نے اس پر عربی زبان میں ایک شعر عرض کیا ہے۔

اجتنب من صغائر ای اخی

ھی نقط علی القلب النقی

ترجمہ

اے بھائی! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو، کیونکہ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ صاف ستھرے دل پر نقطے بن کر اسے سیاہ کر دیتے ہیں۔

بڑی بیماری

امام علی طلحہ مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ۔

"کل داء عرف دوائہ فھو صغیر والذی لم یعرف لہ دواء کبیر"

(صفۃ الصفوۃ ۲/۳/۴۷۳)

جس بیماری کی دوا معلوم ہو وہ چھوٹی ہے اور جس کی دوا معلوم نہ ہو وہ بڑی ہے۔

نیکی پر نظر

آپ فرماتے ہیں" احذران تری عملک لک فان رایتہ لک کنت ناظرا الی لیس لک"

(صفۃ الصفوۃ ۲/۴/۴۷۴)

ترجمہ

اس بات سے پرہیز کرو کہ تم اپنے نیک عمل کو اپنے لئے دیکھو اگر تم نے اسے اپنے لئے دیکھا تو اس کی طرف دیکھا جو تمہارے لئے نہیں ہے۔

وضاحت

اس کی وضاحت یوں ہے کہ تم جو بھی نیک عمل کرو اسے اپنے لئے نفع بخش (نفع دینے والا) خیال نہ کرو کیونکہ کسی بھی عمل کا نفع بخش ہونا اس بات پر

موقوف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و منظور ہو اور یہ بات کسے معلوم ہے یا اس بات کا دعویٰ کون کر سکتا ہے کہ اس کا عمل جو اس نے کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور ہو گیا کسی کو بھی معلوم نہیں اور نہ ہی کوئی اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے لہذا عمل کریں اور اس کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ تم نے اس قدر عمل کیا کیونکہ اگر ایسا کیا تو نفس میں نیکی کا تکبر آ جائے گا اور تکبر نیکی برباد کر دیتا ہے اور نیکی پر تکبر بھی ایک طرح ریاکاری کے زمرہ میں آتی ہے اور ریاکاری بڑا گناہ ہے بلکہ اسے شرک خفی (پوشیدہ شرک) بھی کہا گیا ہے۔ پھر وہ نیکی جس کی طرف نظر گئی تمہارے لئے مفید نہ رہی، راقم نے اپنی مثنوی قادری میں یوں عرض کیا ہے۔

کن عمل لیکن ورا ہر گز مبین
ورنہ با شد آں عمل باطل مبین

ترجمہ

کہ عمل کرو لیکن کرنے کے بعد اسے ہرگز نہ دیکھو یعنی اس کا خیال بھی نہ لاؤ ورنہ تمہارا وہ عمل واضح طور پر بے کار ہو جائے گا۔

نیکی کی قسمیں

انسان جو نیکی کرتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ نیکی ہے جو بندے اور اس کے خالق کے درمیان ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ۔ دوسری وہ نیکی ہے جس کا تعلق بندوں کے ساتھ ہے جیسے کسی کی مدد کرنا خواہ مالی مدد ہو یا جسمانی مدد ہو یہ بھی عبادت ہے اور بڑی نیکی ہے نیکی کر کے بھول جانا

چاہیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے آگے عرض کریں کہ میں نے یہ نیکی کی اور نہ ہی بندوں سے تذکرہ کریں کہ میں نے فلاں نیک کام کیا، فلاں کی مدد کی فلاں پر احسان کیا یہ سب باتیں ثواب میں کمی یا سرے سے اس نیکی کے ضائع ہونے کا سبب ہو سکتی ہے۔

مقام حضرت ابن سمعون

امام ابو علی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو سعید احمد بن مسک بن احمد بزار سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا امام محمد بن احمد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جامع مسجد خلیفہ میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ کے پہلو مبارک کی طرف ایک ادھیڑ عمر مرد بیٹھا تھا میں نے اس کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ روح اللہ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں حضرت عیسیٰ حضور ﷺ سے عرض کرتے تھے کہ کیا میری امت میں احبار (علماء) نہیں ہیں اور کیا میری امت میں رہبان (خلوت نشین درویش) نہیں ہیں اور کیا میری امت میں عبادت گاہوں والے نہیں؟ اتنے میں حضرت ابو الحسین ابن سمعون بھی اس محفل میں آ گئے۔ تو حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ سے پوچھا "فی امتک مثل ھذا؟" کیا آپ کی امت میں کوئی ان جیسا بھی ہے۔ "فسکت" "وانبھت" تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۴۷۶)

سبق

اس سے ایک تو یہ سبق ملا کہ نیک لوگوں کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارتیں ہوتی رہتی ہے دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کے علاوہ پہلے نبیوں کی زیارتیں بھی ہوسکتی ہے۔ (الحمدللہ راقم کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بار زیارت ہوئی تھی) تیسرا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی اولیاء اللہ تھے بلکہ ہر امت میں ہوتے تھے چوتھا یہ کہ پیغمبر اپنی امت کے صالحین اور اولیاء پر فخر کرتے ہیں پانچواں یہ کہ حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی امت میں ایک ایسے ولی ہوئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایسے نہیں ہوئے۔ چھٹا یہ کہ ہر نبی ہر انسان کے دینی وایمانی اور روحانی درجہ سے واقف ہوتا ہے۔

زیارت مصطفیٰ ﷺ

امام ابوطاہر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت ابوالحسین ابن سمعون کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا وہ کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اور امام ابوالفتح قواس ان کی کرسی کے قریب بیٹھے تھے اس دوران انہیں اونگھ آ گئی اور وہ سو گئے تو امام ابوالحسین ابن سمعون نے وعظ کہنا بند کر دیا اور خاموش بیٹھ گئے یہاں تک حضرت امام ابوالفتح نیند سے بیدار ہو گئے اور سر اوپر اٹھایا تو حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون نے ان سے فرمایا کہ کیا آپ نے خواب میں رسول اللہ

ﷺ کی زیارت کی؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ امام ابوالحسین نے فرمایا کہ ''لذالک امسکت عن الکلام خوفا ان تنزعج وتنقطع عما کنت فیہ''

(صفۃ الصفوۃ ۴۷۶/۲)

ترجمہ

اسی لئے میں وعظ کہنے سے خاموش ہو گیا کہ کہیں آپ بے قرار ہو کر بیدار نہ ہوں اور حضور ﷺ کی جو خواب میں زیارت کر رہے ہیں اس کا سلسلہ کٹ نہ جائے۔

سبق

اس سے کئی سبق ملتے ہیں۔

1- ایک یہ کہ وعظ کرنا بزرگوں کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔

2- دوسرا یہ کہ وعظ کی محفلوں میں شریک ہونا بھی بزرگوں کا کام اور بڑی نیکی ہے۔

3- تیسرا یہ کہ وعظ کرنے والوں کو اونچی جگہ پر بیٹھنا چاہیے خواہ کرسی ہو یا منبر ہو اس میں ایک تو سب سامعین وعظ کرنے والی شخصیت کی زیارت کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ سب کو وعظ سننا آسان ہو جاتا ہے۔

4- چوتھا سبق یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

5- پانچواں یہ کہ بعض بزرگوں کو بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے یہ حضور ﷺ کا ہی معجزہ ہے کہ آپ کسی کا ہاں خواب میں تشریف لاتے ہیں اور عین اسی وقت کسی کو بیداری میں اپنے جلوے دکھاتے ہیں اس کی مزید تفصیل دلائل کے ساتھ ہماری کتاب ''شانِ مصطفیٰ ﷺ اور درود وسلام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

6- چھٹا یہ کہ حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون ایسی خدارسیدہ شخصیت تھی کہ آپ کو بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہوتا تھا۔ اور حدیث میں ہے۔ ''من رانی فی المنام' فسیرانی فی لیقظة '' کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا۔
(صحیح البخاری کتاب التعبیر ۱۰۔ صحیح مسلم کتاب الرویاء ۱۱۔
سنن ابی داؤد کتاب الادب ۸۸۔ سنن ابن ماجہ کتاب
الرؤیا ۲ مسند امام احمد ۳۰۰۔ ۳۰۶/۵)

زھد

امام ابوبکر برقانی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ آپ لوگوں کو زہد (ترک دنیا) کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود سب سے بڑھ کر خوبصورت اور اچھا لباس زیب تن فرماتے ہیں اور اعلیٰ (عمدہ) قسم کے کھانے کھاتے ہیں۔ یہ کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''کل ما یصلحک فافعلہ اذا صلح حالک مع اللہ فالبس لین الثیاب واکل طیب

الطعام فلا یضرک''

(صفوۃ الصفوۃ ۲/۳۷۶/۴۷۷۔ تاریخ بغداد ۲۷۵/۱)

ترجمہ

ہر وہ کام کریں جس سے آپ کی اصلاح ہو جب آپ نیک ہوں اللہ کے ساتھ آپ کا معاملہ ٹھیک ہو کہ آپ اس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں تو اچھے کپڑے پہنیں اور اچھا کھانا کھائیں اور اپنا رہن سہن اچھا رکھیں یہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

در عمل کوش، ہر چہ خواہی پوش

ترجمہ

کہ عمل میں کوشش کرو، لباس جو چاہو پہنو۔

سند حدیث

امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ نے بہت سے محدثین کرام سے علم حدیث حاصل کیا اور بڑے محدث وفقیہ ہوگئے آپ کے اساتذہ حدیث میں سے ایک مشہور محدث امام عبداللہ ابن ابی داؤد سجستانی علیہ الرحمۃ ہیں۔

آپ کی والدہ کو حضور ﷺ کی زیارت وہدایت

امام ابن سمعون جب علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد ماجد کا سایہ تو آپ کے سر سے پہلے اٹھ چکا تھا ایک والدہ ماجدہ تھیں آپ فن کتابت وخطاطی کے بھی ماہر تھے خطاطی وکتابت آپ کا ذریعہ معاش تھا اس سے آپ اپنی والدہ کی خدمت کرتے ایک بار آپ نے حج کا ارادہ کیا تو والدہ نے منع کیا کہ انہیں آپ کی رفاقت وخدمت کی ضرورت تھی۔ تو آپ کی والدہ صاحبہ کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا اپنے بیٹے کو حج کی اجازت دیدیں کیونکہ حج میں دنیا اور آخرت میں اس کی بھلائی ہے۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو حج کی اجازت دیدی آپ حاجیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ حج کرنے روانہ ہوئے راستے میں ڈاکوؤں نے قافلہ کو پکڑ لیا اور آپ کو قافلہ سے چھین کر ساتھ لے گئے اور کچھ عرصہ بعد آپ نے ڈاکوؤں سے رہائی پائی اور مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کیا۔ آپ چونکہ قرآن وسنت کے علوم کی تعلیم وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ذریعے دین کی خدمت انجام دیتے تھے اور آپ کے ہاں سے علماء پیدا ہوتے تھے مگر آپ فکر معاش کو اس نبوی مشن میں رکاوٹ پاتے تھے لہذا اس کے لئے خاص دعا کرنے کے لئے آپ ایک مرتبہ کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حصول رزق کی دعا کے لئے کعبہ معظمہ میں داخلہ ہوکر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی۔

''اللھم انک بعلمک غنی عن اعلامی بحالی اللھم ارزقنی

معیشة اشتغل بھا عن سوال الناس''

ترجمہ

اے اللہ! بے شک تو اپنے ذاتی علم کی وجہ سے اس بات سے بے نیاز ہے کہ میں تجھے اپنا حال بتاؤں اے اللہ مجھے! ایسی روزی عطا فرما کہ اس کے سبب میں لوگوں سے مانگنے کا محتاج نہ رہوں۔ (تاکہ بے فکری سے تیرے دین کی خدمت کروں اور قرآن وسنت کے علوم کو فروغ دوں)

آواز غیب

آپ فرماتے ہیں کہ جونہی میں یہ دعا کی میں نے غیب سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اے اللہ! یہ اپنے رزق کے لئے تجھ سے خوبصورت الفاظ میں دعا نہیں کرسکتا۔

''اللھم ارزقه عیشا بلا مشقة'' اے اللہ! اسے کسی مشقت ومحنت کے بغیر ہی رزق وسیع عطا فرما تاکہ یہ تیرے دین کی خدمت بے فکری سے کرے میں نے آواز غیب کے ساتھ ساتھ اس کے مطابق یہی الفاظ تین بار دوہرائے اور وہ دعائے غیب یہ تھی جو میں نے سیکھ کر مانگی۔

دعاء غیب

''اللھم انی لا احسن ادعوک اللھم ارزقنی عیشا بلا مشقة''

ترجمہ

اے اللہ! میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعے میں تیری شان کے لائق تجھ سے دعا کرسکوں اے اللہ مجھے کسی محنت و مشقت کے بغیر ہی رزق وسیع عطا فرما۔ کوئی غیب سے یہ الفاظ کہتا رہا اور میں ان الفاظ کو دھراتا رہا اور وہ غائب شخص مجھے نظر نہ آیا۔

(شذرات الذھب ۳/ ۱۲۵/ ۱۲۶)

سبق

اس سے سبق ملا کے اگر ماں باپ اولاد کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت ضروری ہے۔

حج کے لئے ماں باپ کی اجازت

فتاوی شامی میں ہے۔ ''وبالكراهة كالحج بلا اذن ممن يجب استئذانه كاحد ابويه المحتاج الى خدمته''

(فتاوی شامی ۲/ ۴۵۶)

ترجمہ

جن کی اجازت ضروری ہے جیسے ماں باپ میں سے کوئی ایک (یا دونوں جو اس کی خدمت کے محتاج ہیں ان کی اجازت کے بغیر حج کا جانا مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی حج فرض ہوگیا ہو اور ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں کو اس کی

خدمت کی ضرورت ہو اور وہ اجازت نہ دیں تو حج کو نہ جائے ۔ اور حج نفلی سے ماں باپ کی خدمت افضل و بہتر ہے۔ ان کی خدمت میں مصروف رہے نفلی حج نہ کرے حج سے زیادہ ثواب پائے گا۔

یکتائے زمانہ

امام حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد میں فرماتے ہیں کہ امام عارف باللہ شیخ المشائخ محمد بن اسماعیل بن عنبس بن اسماعیل، ابوالحسین الواعظ المعروف ''ابن سمعون علیہ الرحمۃ'' ''كان واحد دهره وفريد عصره فى الكلام على الخواطر والاشارات ولسان الوعظ دون الناس حكمة.''

(تاریخ بغداد ۱/ ۲۷۴)

ترجمہ

آپ لوگوں کے دلوں کے خیالات سے باخبر ہوکر ان کے مطابق گفتگو فرمانے اور ارشادات و کنایات سے بات سمجھانے اور پرتاثیر وعظ کرنے میں اپنے زمانہ کے یکتا اور بے مثل تھے، لوگوں نے آپ کے پرحکمت وعظ اور کلام کو جمع کرکے کتابیں بناڈالیں۔

منطق بالحکمۃ

امام حافظ ابوبکر احمد بن الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

ہمارے اساتذہ محدثین جب حضرت ابن سمعون کی روایت کے ساتھ ہم سے حدیث بیان فرماتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں۔ "حدثنا الشیخ الجلیل المنطق بالحکمة ابو الحسین بن سمعون " (ترجمہ) بڑی شان والے شیخ جن سے اللہ حکمت کے بول بلواتا ہے امام ابوالحسین بن سمعون نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی۔

اساتذہ حدیث

آپ نے زمانہ کے درج ذیل ائمہ محدثین سے علم حدیث حاصل کیا امام عبداللہ ابن ابی داؤد بجستانی، امام احمد بن محمد مسلم الخرمی، امام محمد بن مخلد الدوری، امام محمد بن جعفر المطیری، امام محمد بن ابی حذیفہ، امام احمد بن سلیمان بن زیان دمشقیین اور امام عمر بن حسن الشیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(تاریخ بغداد ا/۲۷۴)

آپ کے تلامذہ شاگردان رشید

پھر آپ سے بڑے بڑے اکابر علماء اور مشائخ نے حدیث پڑھی جن میں بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں امام حمزہ بن محمد طاہر الدقاق، امام قاضی ابوعلی ابن ابی موسیٰ ہاشمی، امام حسن بن محمد خلال، امام ابوبکر الطاہری، امام عبدالعزیز بن علی ازجی وغیرھم رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان سب ائمہ سے امام حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ صاحب تاریخ بغداد نے حدیث پڑھی گویا امام ابن

سمعون علیہ الرحمۃ، خطیب بغدادی کے استاذ الاساتذہ ہوئے نیز اس تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں "وکان ثقة مامونا " کہ امام ابوالحسین حجت اور امین تھے۔

(تاریخ بغداد ا/۲۷۴-۲۷۷)

آزمائش اور فتنہ

امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ کی سند کے ساتھ روایت کردہ حدیثوں میں سے ایک حدیث جو امام حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی نے بطور نمونہ روایت کی وہ یہ ہے کہ مجھ (خطیب بغدادی) سے عبدالعزیز بن علی نے ان سے ابو الحسین محمد بن احمد بن سمعون واعظ نے املاء (لکھوانے کی صورت میں) ان سے عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث نے ۳۱۴ھ میں ان سے محمود بن خالد اور عمرو بن عثمان نے ان دونوں سے ولید نے ان سے ابن جابر نے حدیث بیان کی اور کہا کہ میں نے ابوعبدرب سے سنا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں۔

"انہ لم یبق من الدنیا الابلاء وفتنة"

(تاریخ بغداد ا/۲۷۴-۲۷۵)

ترجمہ

کہ دنیا سے آزمائشوں اور فتنوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی اکثر عمر گذر چکی اب تھوڑی رہ گئی ہے اور قیامت قریب

آ چکی ہے اور قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے لوگوں پر آزمائش زیادہ آئیں گی اور دنیا میں فتنے اٹھیں گے جوں جوں قیامت قریب آتی جائے گی آزمائش اور فتنے بھی بڑھتے چلے جائیں گے۔

سبق

اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ آزمائشوں وفتنوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

کرامت

حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ روضہ اقدس کی زیارت کو حاضر ہوا پھر مدینہ منورہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا اور میرے پاس خشک کھجوریں تھیں جب میں بیت المقدس پہنچا تو ان کھجوروں کو اپنے سامان میں اپنی رہائش گاہ پر چھوڑ دیا پھر میرے دل نے تازہ کھجوریں کھانے کی خواہش کی میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ اس وقت تازہ کھجوریں کہاں سے مل سکتی ہے جب روزہ کے افطار کا وقت آیا تو وہی خشک کھجوریں جو سامان میں تھیں نکالیں تو وہ آپ کے دل کی خواہش کے مطابق تازہ کھجوروں میں بدل چکی تھیں لیکن آپ نے انہیں نہ کھایا اور اس خیال سے انہیں واپس رکھ دیا کہ میں وہی خشک کھجوریں ہی کھاؤں گا۔ دوسرے روز شام کو انہیں نکالا تو وہی پہلے والی خشک کھجوریں تھیں۔ (تاریخ بغداد ۱/ ۲۷۵)

سبق

1۔ ایک سبق یہ ملتا ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔

2۔ دوسرا یہ کہ حضرت امام ابوالحسین ابن سمعون علیہ الرحمۃ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

3۔ تیسرا یہ کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مرضی پوری فرماتا ہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا یہی مطلب ہے۔

خودی یا فناء

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

علامہ اقبال اپنے کلام میں جس خودی پر زور دیتے ہیں اس خودی سے مراد نہ تو "انا" و "تکبر" ہے اور نہ ہی کچھ اور بلکہ اس سے مراد یہی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مرضی میں فناء کردو۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ فرائض کی بجا آوری کے بعد جب نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں وہ ان سے سنتا ہے اور میں کی آنکھیں ہوجاتا ہوں وہ ان سے دیکھتا ہے اور میں اس کی زبان ہوجاتا ہوں وہ اس سے بولتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں وہ ان سے چلتا ہے۔

"وان سالنی لاعطینه"

(صحیح البخاری۔ کتاب الرقاق۔ ۳۸)

ترجمہ

اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے میں اسے ضرور دیتا ہوں اس حدیث کی مکمل تشریح ہماری کتاب (درود و سلام اور شان خیر الانام ﷺ) میں ملاحظ فرمایئے ایمان تازہ بلکہ ترقی پذیر ہو جائے گا۔

کرامت

ایک شخص کی بیٹی اس قدر بیمار تھی کہ مرنے کے قریب پہنچ چکی تھی اس شخص کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے اسے فرمایا کہ ابن سمعون کے پاس جاؤ کہ وہ تمہارے گھر آئیں اور تمہاری بیٹی کے لئے دعا کریں وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو جائے گی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت ابن سمعون کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ابن سمعون نے جو انہیں آتا دیکھا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور کپڑے تبدیل فرمائے اور اس شخص سے کچھ سنے کہے بغیر اس کے ساتھ چل پڑے، وہ سمجھا کہ شاید آپ کہیں وعظ کرنے تشریف لیجا رہے ہیں اور سوچا کہ راستے میں ہی موقع پا کر اپنے حاضر ہونے اور خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہونے اور بیٹی کی بیماری اور دعا کے لئے گھر تشریف لے چلنے کا عرض کروں گا۔ آپ سیدھے اس شخص کے ساتھ اس کے گھر ہی تشریف لے گئے اور فرمایا بچی کو لے آؤ بیٹی کو لے آیا آپ نے دعا فرمائی اور واپس گھر تشریف لے

آئے اور بچی اسی وقت تندرست ہو گئی۔

(البدایۃ والنہایۃ ۱/۳۴۵)

سبق

اس سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں۔

1۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ کے فضل و کرم سے اپنی امت کے تمام حالات کا علم ہوتا ہے کہ تندرستی اور بیماری، خوشی اور غمی کا بھی بڑوں کا بھی اور چھوٹوں کا بھی سب کا علم ہوتا ہے اور یہ بات قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے اس سلسلے میں ہماری کتاب (ڈاکٹر غلام مرتضی ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا تحقیقی و علمی جائزہ) پڑھیے اور دلائل دیکھیے۔

2۔ دوسرا یہ کہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں کو بیماری سے شفاء کیسے حاصل ہو گی یا اس کے دکھ درد کا علاج کیا ہے؟

3۔ تیسرا یہ کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت برحق ہے۔

4۔ چوتھا یہ کہ بعض اولیاء حضور ﷺ کو خواب میں دیکھ رہے ہوتے ہیں تو بعض بعینہ اسی وقت آپ کو بیداری میں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اور آپ کو خواب میں دیکھنے والے آپ سے جو باتیں کر رہے ہوتے ہیں آپ کو بیداری میں دیکھنے والے وہ باتیں بھی سن رہے ہوتے ہیں۔

(اللہ اکبر) اولیاء اللہ کی کیا ہی شان ہے۔

5- پانچواں یہ کہ اولیاء اللہ کی دعا سے بیماری سے شفاء اور مصیبت سے نجات ملتی ہے۔ خواہ اولیاء اللہ دنیا کی ظاہری زندگی میں ہوں یا دنیا سے پردہ فرما گئے ہوں تو ان کی قبر انور پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعاء کرنے سے بھی مشکل سے نجات ملتی ہے۔

امام موسیٰ کاظمی کی قبر کا وسیلہ

چنانچہ امام حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ رحمۃ اللہ علیہ حنبلی فقہ کے ایک بہت بڑے شیخ و محدث فقیہ امام ابوعلی حسن بن ابراہیم خلال علیہ الرحمۃ شاگرد رشید امام احمد بن حنبل کا فرمان تاریخ بغداد میں سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا۔

''ماھمنی امر فقصدت قبر موسی بن جعفر
فتوسلت به الاسهل الله تعالیٰ لی ما احب''

(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۰)

ترجمہ

مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آئی میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی قبر انور پہ حاضر ہوا۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کے مطابق میری مشکل آسان فرمادی۔

چار قبریں حفاظت کے قلعے

یہی امام خطیب بغدادی سند کے ساتھ امام احمد بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ بغداد میں فتنے اور فساد دیکھ کر میں وہاں سے ہجرت کر جانے کی نیت سے نکلا تو مجھے ایک ایسے مرد ملے جن پر عبادت کا نشان تھا (کہ وہ بزرگ اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے معلوم ہوتے تھے) مجھ سے پوچھا کہ کہاں نکلے جا رہے ہو؟ میں نے کہا بغداد سے نکل کر یہاں سے بھاگا جا رہا ہوں کیونکہ میں نے اس میں فتنے وفساد دیکھے ہیں مجھے ڈر ہے کہ یہ شہر اپنے باشندوں سمیت زمین میں دھنس نہ جائے تو اس بزرگ نے فرمایا کہ ''ارجع لا تخف فان فيها قبور اربعة من اولياء الله هم حصن لهم من جميع البلايا''

ترجمہ

لوٹ جاؤ ڈرو نہیں بے شک اس میں چار اولیاء اللہ کی قبریں ہیں وہ بغداد کے رہنے والوں کے لئے تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے حفاظت کے قلعے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ چار قبریں کن کن بزرگوں کی ہیں؟ فرمایا ایک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اور چوتھے امام منصور بن عماد رحمۃ اللہ علیہ۔ تو میں بغداد واپس لوٹ گیا اور ان مزارات مبارکہ کی زیارت کو جاتا تھا اور اس سال میں بغداد سے باہر نہ گیا۔

(تاریخ بغداد۔۱/۱۲۱)

قبرامام معروف کرخی قضاء حوائج کے لئے تریاق مجرب ہے

یہی امام حافظ خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ سند کے ساتھ تاریخ بغداد میں امام ابوعلی صفار علیہ الرحمۃ سے روایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "قبر معروف الترياق المجرب"

ترجمہ

امام معروف کرخی کی قبرانور مشکلات کے حل کے لئے تریاق مجرب ہے (تاریخ بغداد ۱/۱۲۲) اور یہی حافظ بغدادی سند کے ساتھ حضرت امام ابوالفضل عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد زہری سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام عبدالرحمٰن بن محمد زہری سے سنا وہ فرماتے تھے "قبر معروف الكرخي مجرب لقضاء الحوائج" کہ حضرت امام معروف کرخی کی قبرانور حل مشکلات کے لئے مجرب ہے۔

(تاریخ بغداد ۱/۱۲۲)

یہی حضرت حافظ بغدادی اپنی سند کے ساتھ امام ابوعبداللہ بن المحاملی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے تھے "اعرف قبر معروف الكرخي منذ سبعين سنة ماقصده مهموم الا فرج الله همه"

کہ میں حضرت معروف کرخی کی قبرانور کو ستر سال سے جانتا ہوں کوئی بھی غمزدہ و پریشان حال ارادہ کرکے حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبت دور کردی۔ (تاریخ بغداد ۱/۱۲۲)

امام شافعی حل مشکل کیلئے امام ابوحنیفہ کی قبر پر حاضری دیتے

یہی امام حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۳ھ سند کے ساتھ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید حضرت امام علی بن میمون علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ کریم حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ سے سنا ہے۔

"انی لا تبرک بابی حنيفة واجی الی قبره فی کل یوم يعنی زائراً فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره وسالت الله تعالىٰ الحاجة عنده فما تبعد عنی حتی تقضیٰ"

(تاریخ بغداد ۱/۱۲۳)

ترجمہ

بے شک میں ابوحنیفہ کے ذریعے برکتیں حاصل کرتا ہوں اور میں (زمانہ قیام بغداد) روزانہ ان کی قبر شریف کی طرف آتا ہوں یعنی زیارت کرنے والا ہوکر آتا ہوں جب مجھے کوئی ضرورت وحاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں اور ان کی قبرانور کے پاس آتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگتا ہوں تو میری حاجت مجھ سے دور نہیں ہوتی یہاں تک کہ پوری ہوجاتی ہے۔ اسی طرح تاریخ بغداد (جلد ۱ صفحہ ۱۲۳۔۱۲۴) پر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اولاد کریم میں سے ایک بزرگ کا ذکر ہے ان کی قبر شریف پر لوگ جاکر جو جائز کام کی منت مانتے ہیں وہ پوری ہوتی ہے ان کی قبر شریف کو قبر نذور کہتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کے ذریعے اور ان کی توجہ سے اور ان کی دعاؤں اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ بندوں کی مشکلیں آسان فرماتا اور ان کے دکھ درد دور فرماتا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کے وسیلے سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ خواہ اولیاء اللہ اپنی حیات ظاہرہ کے ساتھ دنیا میں تشریف رکھتے ہوں یا دنیا سے پردہ فرما گئے ہوں۔ ''وھذا ھو الحق فما بعد ذلک الا الضلال ''یعنی یہی حق ہے اس کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اولیاء اللہ کون ہیں

یہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اولیاء اللہ علماء حق ہی ہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ وامام شافعی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''اذالم تکن العلماء اولیاء الله فلیس لله ولی وذلک فی العالم العامل بعلمه''

(تفسیر الصاوی ۲/۱۹۵ زیر آیت ''الاان اولیاء الله'' الخ)

کہ جب علماء دین اللہ کے اولیاء نہیں تو دنیا میں کوئی اللہ کا ولی نہیں اور اللہ کا ولی وہ صحیح العقید وعالم دین ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔

کرامت

خلیفہ الطائع للہ کو آپ کے مخالفین نے غلط شکایت کی اور بہتان لگایا کہ ابن سمعون سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت وبزرگی کو نہیں مانتے یہ سنتے ہی خلیفہ آپ سے سخت ناراض ہوا اور آپ ۔ ۔ ۔ اندیشہ تھا کہ وہ آپ کو قتل کردے گا

آپ خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس کے سامنے آ بیٹھے اور بیٹھتے ہی سیدنا علی المرتضیٰ کے فضائل جو حدیثوں سے ثابت ہیں بیان کرنا شروع کردیئے، آپ کے اس وعظ سے جو آپ نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں بیان فرمایا خلیفہ اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے لگ گیا حتیٰ کہ اس کی سسکیاں بندھ گئیں اور آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ خلیفہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے ابن سمعون کو بلوایا تھا اور آپ اس سے سخت ناراض تھے پھر آپ نے اس سے کوئی بات نہ فرمائی؟ خلیفہ نے فرمایا کہ مجھے کسی نے ان کے بارے میں غلط فہمی میں ڈال دیا تھا کہ وہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرتے ہیں تو میں انہیں سزا دینا چاہتا تھا لیکن جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا اور میری بات سنے بغیر وعظ شروع فرما دیا جس سے میری غلط فہمی دور ہو گئی اور میں ان کا عقیدت مند ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق وتائید ان کے ساتھ شامل حال ہے اور وہ بہت بڑی شان والے بزرگ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۳۴۵)

لیکن امام ابوالعباس احمد بن عبدالمومن القیسی الشریشی متوفی ۶۲۰ھ شرح مقامات حریری کے اکیسویں مقامہ میں جہاں امام ابن سمعون کا ذکر فرمایا اس کی شرح میں اور خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں۔ کہ خلیفہ طائع للہ نے امام ابن سمعون کو ہدیہ پیش کیا آپ تشریف لے گئے تو شیخ ابو علی جو خلیفہ کے مقربین میں سے تھے خلیفہ سے پوچھا کہ آپ تو ان سے بڑے ناراض ہو گئے تھے خلیفہ نے کہا کہ کسی نے مجھے ان کی شکایت کی تھی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان

میں کمی کرتے ہیں میں نے بلوایا تھا تا کہ میں پہلے تحقیق کرلوں اگر واقعی وہ ایسے ہوں تو ان کو سزادوں گا مگر انہوں نے مجھے کچھ عرض کرنے کا موقع ہی نہیں دیا ''لعلہ کوشف بذلک'' شاید ان کو سب کچھ پہلے غیب سے معلوم ہو چکا تھا۔

(شرح مقامات حریری ۲/۶۹ و تاریخ و بغداد ۱/ ۲۷۶)

سبق

اس سے کئی سبق ملتے ہیں۔

1۔ ایک یہ کہ انسان کو کان کا کچا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی آپ کے سامنے کسی کی شکایت کرے تو فوراً اس کے خلاف نہ ہو جایا کریں بلکہ دوسرے فریق کو صفائی کا موقع دیا کریں۔

دو کان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دو کان اس لئے بنائے ہیں کہ ایک کان سے ایک فریق کی سنو اور دوسرے کان سے دوسرے فریق کی بھی سنو اس صورت میں تم کبھی بھی غلط فیصلہ نہیں کرو گے میں حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہوں اس لئے مجھ سے کبھی غلط فیصلے نہیں ہوئے۔

2۔ دوسرا یہ کہ اکابرین حضرات کے درمیان جو ناراضگیاں سننے میں آتی ہیں ان میں اکثر محض غلط فہمیاں ہیں جو مخالفین نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے ان کے درمیان پیدا کر دیں ہمیں اپنے تمام بزرگوں کا ایک جیسا احترام کرنا چاہیے۔

3۔ تیسرا چغل خور ہر زمانہ میں اور ہر جگہ ہوتے ہیں جن کا کام ہی دو شخصوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا ہوتا ہے ان سے بچنا چاہیے۔ ایک شخص نے حضور کریم ﷺ سے کسی مسلمان کے خلاف بات کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دیکھو اب تک تو اس بارے میں میرا دل صاف ہے اور تم اس کے بارے میں میرا دل میلا کرنا چاہتے ہو اگر کوئی بات ہے تو اس کی عدم موجودگی میں کر کے اس کے بارے میں میرا دل میلا کرنے کی بجائے جاؤ اس کو ہی بلا لاؤ پھر اس کے سامنے بات کرو ورنہ بات نہ کرو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرا دل میرے کسی ساتھی (مسلمان) کے بارے میں میلا ہو وہ شخص چلا گیا پھر واپس نہ آیا۔

4۔ چوتھا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی بڑی شان ہے۔ اور ان کا علم بڑا ہے ان میں بعض وہ ہیں جو بیٹھے بیٹھے روئے زمین کو اور جو کچھ اس پر ہو رہا ہوتا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے ظاہر اور ان کے باطن تک کو دیکھ اور جان رہے ہوتے ہیں جس قدر کسی کا درجہ بلند ہوگا اسی قدر اس کے لئے

زمین سمیٹ دی جاتی ہے اور غیبوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں سب اولیاء کا حال ایک جیسا ہوتا ہے اور نہ ہی علم، جیسا کہ نفحات الانس میں ہے کہ بڑے درجے کے جو اولیاء ہوتے ہیں "**ہیچ از نظر ایشاں غائب نیست**" کہ ان کی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔

(نفحات الانس ۳۴۸)

کرامت

امام شمس الدین ذھبی لکھتے ہیں امام ابو الثناء شکر العضدی نے فرمایا کہ بادشاہ عضد الدولہ جب بغداد میں داخل ہوا تو اہل بغداد میں سے بے شمار لوگ سنی وشیعہ جھگڑے کی وجہ سے قتل ہو چکے تھے اور بہت سے خوف سے اور بہت سے بھوک سے مر چکے تھے۔ عضد الدولہ نے کہا کہ سارا فتنہ واعظوں کا ہے تو اس نے وعظ کرنے پر پابندی لگادی اور اعلان کردیا کہ جو اس پابندی کی مخالفت کرے گا اسے قتل کردیا جائے گا۔ مگر امام ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعلان کے علم کے باوجود وعظ جاری رکھا تو بادشاہ نے مجھے ان کو گرفتار کر کے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا میں امام ابن سمعون کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا خوبصورت نورانی چہرہ ہے ایسے لگتا ہے تھا جیسے ان پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ میں نے ازراہ ادب عرض کی کہ بادشاہ نے جناب کو بلایا ہے تشریف لے چلیے اور براہ نوازش بادشاہ کے شاہی آداب کا بھی خیال رکھیے اس کے سامنے پہنچ کر بیٹھ کر

زمین کو چومنا ہوگا اور اللہ سے مدد مانگنا کیونکہ بادشاہ سخت گیر ہے آپ کے وعظ کا سن کر سخت ناراض بیٹھا ہے۔ میری مجبوری ہے آپ کو وہاں پہنچائے بغیر میرے لئے کوئی چارہ بھی نہیں ہے آپ نے اس کے جواب میں فرمایا" **الخلق والامر للہ**" کہ عالم خلق اور عالم امر دونوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ میں حضرت ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کو اس کمرے کے پاس لے گیا جس میں بادشاہ اکیلا بیٹھا تھا میں نے آپ کو کمرے سے باہر کھڑا کر دیا اور اندر گیا تا کہ آپ کو اندر لانے کی اجازت چاہوں تو آپ میرے ساتھ ہی اندر تشریف لے آئے اور میرے پہلو کھڑے ہوگئے اور عضد الدولہ کے گھر کی طرف منہ کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ

اور تیرے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ بستی کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہے۔ (ھود۔۱۰۲) پھر آپ نے اپنا چہرہ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا۔

ترجمہ

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین کا جانشین کیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ (یونس۱۴) اس کے بعد آپ نے وعظ شروع کر دیا اور ایسا پر تاثیر وعظ فرمایا کہ بادشاہ کے آنسو شروع ہو گئے۔ اور میں نے بادشاہ کو ایسا روتا کبھی نہیں دیکھا تھا حتی کہ بادشاہ اپنی آستین سے اپنے منہ کو ڈھانپ کر خوب رو

رہا تھا تو آپ بادشاہ کے کمرے سے باہر تشریف لے گئے بادشاہ نے مجھے تین ہزار درھم اور دس قیمتی کپڑے دیئے اور حکم دیا کہ یہ تحفے ان کی خدمت میں پیش کر دینا پھر اگر قبول کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا میں وہ تحائف لے کر حضرت کے پاس گیا آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا میں چالیس سال سے ایسے کپڑے پہننا ترک کر چکا ہوں اور پیسوں کی بھی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ میرے والد مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائداد کا اتنا کرایہ آ جاتا ہے جس سے میرا اچھا گزارہ ہو رہا ہے۔ میں یہ چیزیں لے کر کیا کروں گا میں نے عرض کی انہیں اپنے ساتھیوں میں بانٹ دینا فرمایا میرے ساتھی کوئی فقیر محتاج نہیں ہیں۔ وہ تحفے میں بادشاہ کے پاس واپس لے گیا اور ساری بات سنائی تو بادشاہ بولا "الحمد للہ الذی سلمہ منا وسلمنا منہ."

(سیر اعلام النبلاء ۵۱۰/۱۶)

ترجمہ

اللہ کا شکر جس نے ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے بچالیا۔

معجزۂ مصطفیٰ ﷺ

امام شمس الدین ذھبی بھی چار واسطوں سے امام ابوالحسین ابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں انہوں نے ان کے واسطہ سے سند کے ساتھ حضور ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ روایت کیا۔ وہ یہ کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہاد میں تھے تو کھانا ختم ہو گیا

حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں عرض کی کہ میرے تھیلے میں کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ تھیلا لے آؤ اور ایک کپڑا بھی لاؤ میں وہ تھیلا اور کپڑا لایا آپ ﷺ نے تھیلے میں ہاتھ مبارک ڈالا تو اس میں گیارہ کھجوریں تھیں آپ ﷺ نے وہ کھجوریں تھیلے سے نکال کر کپڑا بچھا کر اس پر رکھ دیں ایک ایک کھجور کو بسم اللہ پڑھ کر رکھتے گئے پھر ان کو اکٹھا کر دیا پھر فرمایا سب کو بلاؤ جس قدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے سب نے پیٹ بھر کر کھایا کھجوریں ویسی باقی رہیں۔ پھر میں نے اور حضور نے بھی تناول فرمایا مگر کھجوریں ویسی کی ویسی رہیں تو حضور ﷺ نے وہ کھجوریں میرے تھیلے میں واپس ڈال دیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس تھیلے میں سے ضرورت مندوں کو پچاس وسق دیئے (ایک وسق تین من کا ہوتا ہے) حتی کہ وہ کھجوریں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ختم ہوئیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۶۰/۲)

وفات وحیات

آپ نے ذی قعدہ ۳۸۷ھ میں وفات پائی جب کہ آپ ولادت ۳۰۰ میں ہوئی اور آپ کو اپنے گھر کے صحن میں دفن کیا گیا۔ پھر ۳۹ سال بعد آپ کے جسم مبارک کو نکال کر دوسری جگہ "باب حرب" میں دفن کیا گیا جب آپ کو قبر انور سے نکالا گیا تو آپ بالکل اسی طرح تر و تازہ تھے جس طرح وفات کے پہلے روز

تھے اور آپ کا کفن مبارک میلا بھی نہیں ہوا تھا۔ امام عبدالقادر بن محمد بن یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے باپ شیخ محمد بن یوسف ان لوگوں کے ساتھ تھے جنہوں نے حضرت ابوالحسین بن سمعون کو ان کے گھر کی قبر شریف سے نکالا جس میں آپ چالیس سال دفن رہے آپ کو وہاں سے نکال کر امام احمد کی قبر انور کے ساتھ دفن کیا گیا آپ پہلے روز کی طرح تر و تازہ تھے۔ اور کفن شریف بھی بالکل اسی طرح تازہ اور نیا تھا جیسے پہلے دن تھا۔

(صفۃ الصفوۃ ۲/ ۴۷۷ وفیات الاعیان لابن خلکان ۴/ ۳۰۵)

الحمدللہ! اس میں اہل سنت کی بڑی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی پیروی کرنے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے اور آپ ﷺ سے کمال محبت رکھنے کا ہی صلہ ہے۔

حدیثوں میں ہے کہ صحیح العقیدہ اور پابند شریعت لوگوں اور خاص کر کثرت سے دورد شریف پڑھنے حضور ﷺ بھی ہمیشہ رات کو سوتے وقت اکیسویں (۲۱) پارہ کی سورہ "الم تنزیل الکتاب" جسے سورۂ سجدہ بھی کہتے ہیں۔ جو سورۂ لقمان کے بعد ہے اور دوسری سورہ ملک پڑھا کرتے تھے۔ (راقم بھی الحمدللہ سوتے وقت یہ دونوں سورتیں پڑھتا ہے) "وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین"

ناچیز:۔ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
جامعہ رضویہ ٹرسٹ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

مراجع

نمبر شمار	نام کتب	مصنف کا نام	سن وفات
1	القرآن		
2	الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
3	الجامع الصحیح لمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
4	جامع ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
5	سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
6	سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
7	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
8	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
9	تفسیر جلالین	جلال الدین محلی	۸۶۴
		وجلال الدین السیوطی	۹۱۱
10	جامع البیان (ابن جریر)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
11	تفسیر الدر المنثور	جلال الدین السیوطی	۹۱۱
12	الجامع الصغیر	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
13	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد بن محمد الطبرانی	۳۶۰
14	تفسیر الصادی علی الجلالین	الشیخ احمد بن محمد الصادی	۱۲۴۱

15	البدایۃ والنھایۃ	ابوالفد الحافظ ابن کثیر الدمشقی	۷۷۴
16	ردالمحتار (شامی)	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
17	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
18	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
19	صفۃ الصفوۃ	جمال الدین ابی الفرج ابن الجوزی	۵۹۷
20	الوفا باحوال المصطفیٰ	نورالدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
21	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
22	شرح العقائد	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
23	النبراس	عبدالعزیز پرہاروی	۱۲۴۱
24	العرف الشذی	انور شاہ کشمیری	
25	دلائل الخیرات	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان ابن ابی بکر الجزولی	۴۸۵
26	شذرات الذھب	ابن العماد حنبلی	۱۰۸۹
27	شرح مقامات الحریری	ابوالعباس احمد بن عبدالمومن الشریشی	۶۲۰
28	نفحات الانس	عبدالرحمٰن جامی	۴۵۰
29	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد الذھبی	۷۴۸
30	وفیات الاعیان لابن خلکان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	۶۸۱
31	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	۶۲۸
32	مثنوی قادری	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	
33	کلیات اقبال	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال	۱۹۳۸

یاصاحب الجمال ویا سید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف

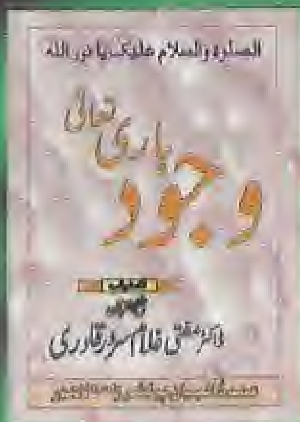

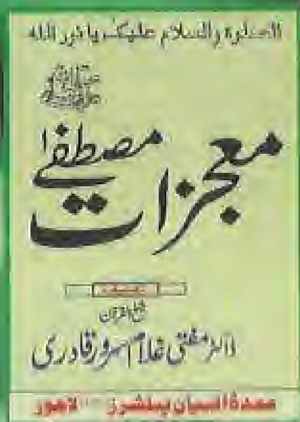

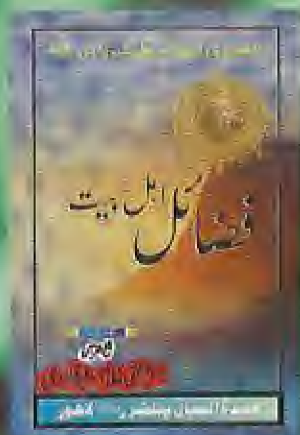

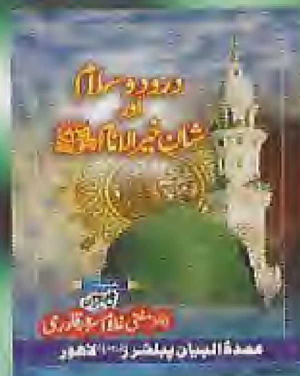

Distribute by SAW Publisher 0300-4826678 0321-4059491